

اظہاریہ رشیدیہ تشریح مناظرہ رشیدیہ

شارح و مترجم

علامہ سید شاہ محمد ممتاز اشرفی

(مہتمم دارالعلوم اشرفیہ رضویہ کراچی)

بالاہتمام

محمد قاسم ہزاروی

مکتبہ غوثیہ

ناشر

ہول سیل نزد عسکری پارک پرانی سبزی منڈی کراچی۔

فون نمبر: 2196801-0300, 4910584

اظہاریہ شرح تشییدیہ

شارح و مترجم

علامہ سید شاہ محمد ممتاز اشرفی

مہتمم دارالعلوم اشرفیہ رضویہ کراچی

ناشر

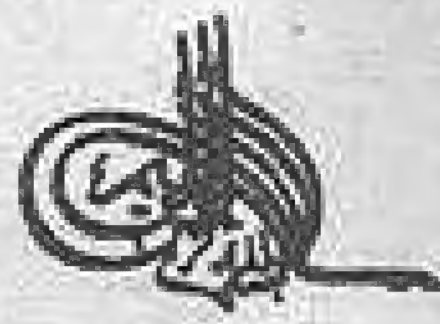
مکتبہ غوثیہ ہول سیل

پرانی سبزی منڈی محلہ فرقان آباد کراچی کراچی نمبر ۵

فون نمبر 4910584. 4926110. 0300.2196801

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	اظہریہ
شارح و مترجم	علامہ سید شاہ محمد ممتاز اشرفی
کمپوزنگ	حافظ محمد حسن خان
پروف ریڈنگ	طارق بن آزاد
باہتمام	محمد قاسم ہزاروی



شرفِ نسبت

حضرت شیخ المملت سید شاہ محمد اظہار اشرف الاشرافی البیلانی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حسیہ اشرفیہ سرکار کلاں کچھوچھ بھارت

کے نام

جن کے نگاہِ فیض نے مجھ جیسے کئی ذروں کو رشکِ قمر بننے کی راہ دکھائی

گر قبول افتد زہے عز و شرف

سید محمد ممتاز اشرفی

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۱۱	تقریظ	1
۱۲	عرض شارح	2
۱۳	بسملہ کے بعد حمد کا ذکر	3
۱۴	اس کی علت	4
۱۴	سلام کا نذرانہ	5
۱۴	حمد کی تعریف	6
۱۶	الحمد کے لام کا بیان	7
۱۷	الحمد للہ جملے کے فوائد	8
۱۷	جملہ اسمیہ کو اختیار کرنا	9
۱۷	لفظ حمد کو مقدم کرنا	10
۱۸	اسم جنالت علم ہے	11
۱۸	اسم ذات ذکر کیا اسم صفت نہیں	12
۲۰	براعت استہلال کی تعریف	13
۲۰	اللہ تعالیٰ کا حاکم ہونا	14
۲۰	اللہ تعالیٰ کا قاضی ہونا	15
۲۰	قضاء اور قدر کی تعریف	16
۲۲	لفظ صلوٰۃ کا معنی	17
۲۲	نبی اور رسول میں فرق	18
۲۳	بداہت عقل کی تعریف	19
۲۵	ولی کی تعریف	20
۲۵	صنعت تجنیس کی تعریف	21
۲۵	احباب کی تعریف	22

۲۷	بعد کا اعراب	23
۲۸	ہذہ کا مشارالیه	24
۲۸	بحث کی تعریف	25
۲۹	مضمونہ کا اعراب	26
۲۹	مناظرہ کی تعریف	27
۳۰	مناظرہ کا موضوع اور غرض و غایت	28
۳۱	صاحب شریفیہ کے حالات زندگی	29
۳۲	صاحب رشیدیہ کے حالات زندگی	30
۳۳	مقدمہ	31
۳۳	تعریفات	32
۳۳	حد تام	33
۳۳	حد ناقص	34
۳۳	رسم تام	35
۳۴	رسم ناقص	36
۳۵	مناظرہ کا معنی	37
۳۶	ابصار اور مقابلہ میں فرق	38
۳۷	حکمائے اشراقین اور مشائین	39
۳۹	قضیہ کی اقسام	40
۴۰	علل اربع	41
۴۵	علل اربع کی وجہ حصر	42
۴۵	علامہ اور علام میں فرق	43
۴۶	وللہ در المصنف	44
۴۶	مناظرہ کی تعریف کا خلاصہ	45
۴۷	مجادلہ کی تعریف	46
۴۷	مجادلہ کا حکم	47
۴۸	مکابرہ کی تعریف	48

۴۸	مناظرہ مجادلہ اور مکابره میں نسبت	49
۵۰	ما قبل سے مطابقت	50
۵۰	نقل کی تعریف	51
۵۰	اقتباس کی تعریف	52
۵۱	نقل پر تقریر آخر	53
۵۲	قیودات کے فوائد	54
۵۲	حرف عاطفہ کا ترک	55
۵۲	مدعی کی تعریف پر تبصرہ	56
۵۲	مناظرہ کن امور میں ہونا چاہئے	57
۵۵	بدیہی اولیٰ اور غیر اولیٰ	58
۵۶	تساح کی تعریف	59
۵۶	عموم مجاز کی تعریف	60
۵۶	مولانا عصام کی تعریف	61
۵۷	دلیل کی قسمیں	62
۶۰	سائل کی تعریف	63
۶۰	دعویٰ کی تعریف	64
۶۱	چند اصطلاحات کی تعریفات	65
۶۱	مطلوب کا استعمال	66
۶۲	دعویٰ کا استعمال	67
۶۲	مطلوب اور دعویٰ میں نسبت	68
۶۲	تصور کی تقسیم	69
۶۲	تصدیق کی تقسیم	70
۶۳	تقدم کی تقسیم	71
۶۵	تعریف کی اقسام	72
۶۵	تعریف لفظی میں مذاہب	73
۶۶	تعریف کا فائدہ	74

75	تعریف باعتبار مفرد یا مرکب	۶۶
76	خلاصہ جواب	۶۷
77	تعریف کی تقسیم	۶۸
78	ماتن کے عدول کی وجہ	۷۰
79	العلم بہ العلم سے کیا مراد ہے؟	۷۱
80	اشکال اربع کی مختصر تشریح	۷۲
81	نتیجہ نکالنے کا طریقہ	۷۳
82	شرح مختصر	۷۳
83	قضیتین کا استعمال	۷۵
84	مقدمہ کا استعمال	۷۵
85	دور کی تعریف	۷۵
86	دلیل کی تعریف	۷۷
87	امارہ کی تعریف	۷۷
88	لفظ شی کا ترک	۷۷
89	تقریب کی تعریف	۷۸
90	دلیل کا حصول	۷۸
91	فائدہ جلیلہ	۷۹
92	حصر کی تقسیم	۸۰
93	علت کی تعریف	۸۲
94	علت کی تقسیم	۸۲
95	قیاس استثنائی کی تعریف	۸۳
96	قیاس برہان کی چھ قسمیں	۸۴
97	ملازمہ کی تعریف	۸۴
98	ملازمہ کی تعریف پر اعتراض	۸۵
99	منع کی تعریف	۸۷
100	تعریف منع میں لفظ معینہ کا فائدہ	۸۸

۸۹	تعریف منع پر اعتراض	101
۹۱	اسم مصدر کی تعریف	102
۹۳	سند کی تعریف اور تقسیم	103
۹۶	نقض کی تعریف و طریقہ	104
۹۶	تخلف کی صورت	105
۹۶	لزوم محال کی صورت	106
۹۷	قیاس اقترانی حملی کی صورت	107
۹۷	قیاس استثنائی کی صورت	108
۹۸	نقض اجمالی اور نقض تفصیلی کا فرق	109
۱۰۰	شاہد کی تعریف	110
۱۰۱	طرد اور عکس کی تعریف	111
۱۰۲	معارضہ کی تعریف مع تقسیم	112
۱۰۸	توجیہ اور غصب کی تعریف	113
۱۰۸	ظہار کی تعریف	114
۱۱۰	اجزائے بحث	115
۱۱۳	واجب پر تبصرہ	116
۱۱۳	یمنفی پر تبصرہ	117
۱۱۶	پہلی بحث	118
۱۱۶	بحث کا طریقہ	119
۱۱۷	ترتیب طبعی	120
۱۱۷	ترتیب اور تالیف میں فرق	121
۱۲۱	اقامت دلیل کا بیان	122
۱۲۱	منع مع السند	123
۱۲۲	فقط منع	124
۱۲۲	نقیض کی تعریف	125
۱۲۷	معلل بمنزلہ سائل	126

۱۲۷	تفسیر دعویٰ	127
۱۲۹	بحث اول کا خلاصہ	128
۱۳۰	دوسری بحث	129
۱۳۱	دعاویٰ ضمیہ و دلائل ضمیہ	130
۱۳۲	سابقہ عبارت کا جواب	131
۱۳۳	جواب کا طریقہ	132
۱۳۵	تعریف حقیقہ پر منع	133
۱۳۵	استصعب کی ضمیر	134
۱۳۶	بیان کی اقسام	135
۱۳۷	منوع کا استعمال مجازی	136
۱۳۷	استعارہ کی تعریف	137
۱۳۸	بحث ثانی کا خلاصہ	138
۱۳۹	تیسری بحث	139
۱۴۲	جزء لائتجزی کی تعریف	140
۱۴۲	تقسیم کی قسمیں	141
۱۴۲	نقص اور معارضہ کب وارد کر سکتے ہیں؟	142
۱۴۵	طلب تصحیح کب درست ہے؟	143
۱۴۷	چند اصطلاحات کی تعریفات	144
۱۴۷	دلیل واحد کا بطلان	145
۱۴۸	بحث ثالث کا خلاصہ	146
۱۴۹	چوتھی بحث	147
۱۵۰	بدیہی غیر اولیٰ پر منع وارد کرنا	148
۱۵۱	تنبیہ پر منع وارد کرنا	149
۱۵۱	دلیل کے مقدمہ پر منع وارد کرنا	150
۱۵۱	تسلیم مقدمہ	151
۱۵۲	تقدیر تسلیم کی صورتیں	152

153	حرکت و سکون کی تعریف مع تقسیم	۱۵۵
154	نظریہ سابق کے خلاف قول	۱۵۹
155	نقض اور معارضہ میں توقف	۱۶۰
156	بداہت کے دعویٰ پر نقض	۱۶۱
157	بحث رابع کا خلاصہ	۱۶۳
158	پانچویں بحث	۱۶۴
159	موثق سند و مقوسند	۱۶۸
160	سند کی بحث	۱۶۸
161	اثبات مقدمہ ممنوعہ	۱۶۸
162	بحث خامس کا خلاصہ	۱۷۲
163	چھٹی بحث	۱۷۳
164	قاعدہ	۱۷۳
165	کیا قیل ضعف کی علامت ہے؟	۱۷۴
166	دفع شاہد کی پانچ صورتیں	۱۷۹
167	چھٹی بحث کا خلاصہ	۱۸۴
168	ساتویں بحث	۱۸۴
169	مدعا کی نفی اقامت دلیل سے پہلے	۱۸۵
170	مدعا کی نفی اقامت دلیل کے بعد	۱۸۵
171	معارضہ کی صورت میں تسلیم شرط ہے یا نہیں	۱۸۷
172	اظہر اور اشہر میں فرق	۱۸۷
173	قطعیات پر معارضہ	۱۸۹
174	ظہیات پر معارضہ	۱۹۰
175	معارضہ کی مزید پانچ صورتیں	۱۹۲
176	ساتویں بحث کا خلاصہ	۱۹۷
177	آٹھویں بحث	۱۹۸
178	اصول	۱۹۸

۴۰۲	_____	آٹھویں بحث کا خلاصہ	179
۴۰۳	_____	نویں بحث	180
۴۰۶	_____	منوع غلاشہ میں تقدیم اور تاخیر کا مسئلہ	181
۴۰۷	_____	مکملہ	182
۴۰۸	_____	بحث کی مزید پانچ قسمیں	183
۴۱۱	_____	نویں بحث کا خلاصہ	184
۴۱۲	_____	خاتمہ	185
۴۱۶	_____	وصیت	186
۴۱۶	_____	معلل کے لئے مفید باتیں	187
۴۱۷	_____	سائل کیلئے مفید باتیں	188
۴۱۷	_____	استعجال کی تعریف	189
۴۲۰	_____	مناظرہ میں کن امور سے بچنا لازم ہے	190
۴۲۱	_____	خلاصہ کتاب	191

تقریظ

حضرت مولانا ابوالمحمّد سید شاہ محمود اشرف الجیلانی
ولی عہد صاحب سجادہ سرکار کلاں آستانہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھ بھارت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله والصلوة والسلام على حبيه وصفيه وحبينا ونبينا ووسيلتنا
ومولانا محمد وعلى اله واصحابه ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين ○

پیش نظر کتاب ”اظہارِ شریعت رشیدیہ“ درس نظامیہ میں علم مناظرہ کی مشہور کتاب رشیدیہ کی شرح ہے۔ یوں تو اس کتاب کی شرح اس سے قبل بھی بہت لوگوں نے لکھی ہے لیکن محبت گرامی جناب حضرت مولانا شاہ سید محمد ممتاز اشرفی خلیفہ مجاز حضرت شیخ الملت صاحب سجادہ آستانہ عالیہ اشرفیہ کی اس کاوش میں یہ انفرادیت دیکھی گئی ہے کہ مولانا موصوف نے اس فن کے مصطلحات کی تعریف و وضاحت اتنے آسان اور سلیس انداز میں فرمائی ہے کہ ایک عام ذہن رکھنے والے کے لئے بھی اس کو سمجھنا آسان کر دیا۔

یقیناً مولانا موصوف کی یہ ایک عظیم کاوش ہے اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو اس کاوش کا بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین

سید محمود اشرف جیلانی

۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ

۵ ستمبر ۱۹۹۸ء بروز شنبہ

عرض شارح

درس نظامیہ میں تقریباً ہر فن میں تین چار کتابیں پڑھائی جاتی ہیں مثلاً علم صرف میں عزیز المبتدی، صرف میر، علم الصیغہ وغیرہ اسی طرح علم نحو میں نحو میر، ہدایت النحو، کافیہ، شرح جامی وغیرہ۔ مگر حسن اتفاق کہیں کہ علم مناظرہ اور علم میراث میں فقط ایک ایک کتاب پڑھائی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ طلباء اس فن میں دسترس تو کجائیں کی بنیادی باتوں سے بھی نا آشنا رہتے ہیں حالانکہ عصر حاضر میں ہر ایک عالم دین کو بحث، مباحثہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لئے بحث مباحثہ کا طریقہ جاننا بھی ضروری ہے تاکہ علمی حلقوں میں جدال و قتال کے بجائے اصل مسئلہ پر قیل و قال ہو ان باتوں کے پیش نظر میں نے محسوس کیا کہ فن مناظرہ میں پڑھائی جانے والی کتاب رشیدیہ کی شرح لکھ دوں تاکہ طلباء میں دلچسپی پیدا ہو اور بحث مباحثہ کا طریقہ بھی معلوم ہو جائے اگرچہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ زمانہ طالب علمی میں شرح کے بجائے اساتذہ کرام کے بتائے ہوئے اسباق زیادہ مفید ہوتے ہیں مگر طلباء کی کثرت سے غیر حاضری جو اسباق کے سمجھنے میں نخل ہے یہ کتاب ان کے واسطے بہت ہی مفید ہوگی کیونکہ شرح ہذا کو میں نے اسباق پڑھانے کے انداز میں لکھا ہے شرح ہذا کا نام اظہر یہ میں نے اپنے پیرومرشد حضرت قبلہ سید شاہ محمد اظہار اشرف اشرف البھیلانی موجودہ صاحب سجادہ سرکار کلاں کچھوچھو مقدسہ بھارت کے نام کی طرف منسوب کرتے ہوئے رکھا ہے تاکہ جس طرح شرح ہذا کے لکھنے کے دوران میں حضرت کے فیض سے مستفیض ہوتا رہا اسی طرح اس شرح کے پڑھنے والے بھی حضرت کے فیض سے مستفیض ہوتے رہیں اس کتاب کے پڑھنے سے اندازہ ہوگا کہ رشیدیہ میں درس نظامیہ کے تقریباً تمام علوم و فنون استعمال ہوتے ہیں میں نے طوالت کے خوف سے ان علوم و فنون کی تفصیل نہیں لکھی لیکن ضرورت کے مطابق ہر مقام پر اس کا ذکر ضرور کیا ہے ان علوم و فنون کے لکھنے میں اگر کہیں قلم کی لغزش ہو تو اہل علم حضرات ضرور مطلع فرمائیں ان شاء اللہ تعالیٰ تیسرے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی جائیگی۔

سید محمد ممتاز اشرفی

مہتمم دارالعلوم اشرفیہ رضویہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله بذا، بعد التیمن بالتسمیة بحمد الله سبحانه اقتداً باحسن النظام و عملاً علی حدیث خیر الانام علیہ و علی الہ التحیة والسلام وهو کل امر ذی بال لم یبدأ بحمد الله فهو اقطع والحمد هو الوصف بالجميل علی الجمیل الا اختیاری حقیقة او حکماً کصفات الباری تعالیٰ

ترجمہ..... تمام تعریفیں اللہ عزوجل کیلئے بسملہ سے برکت حاصل کرنے کے بعد اللہ عزوجل کی تعریف شروع کی قرآن کریم کی اقتدا کرتے ہوئے اور نبی کریم علیہ السلام کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے آپ ﷺ اور آپ کی آل پر ہدیہ سلام ہو آپ ﷺ کا ارشاد گراحتی ہے ہر ذی شان کام جس کی ابتداء اللہ کی تعریف سے نہ ہو وہ بے برکت ہے اور حمد وہ اچھی صفت ہے جو کسی کی اختیاری اچھائی پر بیان کی جائے خواہ حقیقی ہو یا حکمی جیسے صفات باری تعالیٰ۔

تشریح

سطور مذکورہ میں چار چیزوں کا بیان ہے:-

- | | | | |
|-----|-------------------------|-----|--------------|
| (۱) | بسملہ کے بعد حمد کا ذکر | (۲) | اسکی علت |
| (۳) | سلام کا نذرانہ | (۴) | حمد کی تعریف |

(۱) بسملہ کے بعد حمد کا ذکر

بسملہ اولاً ذکر کر کے اللہ کی استعانت اور برکت حاصل کی پھر الحمد للہ کہہ کر حصول استعانت اور حصول برکت پر بطور شکر یہ اللہ عزوجل کی تعریف کی کیونکہ ارشاد ہوتا ہے لَیْسَ شَکْرُکُمْ لَا زَیْدُنْکُمْ ترجمہ: اگر تم شکر کرو گے تو ہم تمہیں زیادہ دیں گے۔

اسی وجہ سے بندہ بسملہ پڑھ کر کھانا شروع کرتا ہے کھانے سے فارغ ہو کر الحمد للہ الذی

أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ کہتا ہے تاکہ جن نعمتوں کو کھا کر بندہ شکر ادا کر رہا ہے اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کو اور زیادہ عطا کرے۔

(۲) اسکی علت

بسملہ کے بعد حمد کو ذکر کرنے کی دو وجوہات بیان کی گئی ہیں اولاً کتاب اللہ کو مقتدی بنایا کیونکہ قرآن کریم کی ابتدا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ سے ہے اس لیے مصنف نے بھی اپنی کتاب کو اسی انداز سے شروع کیا ثانیاً نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو کام اللہ کی تعریف سے شروع نہ ہو وہ بے برکت رہتا ہے مصنف نے اپنی کتاب کو بابرکت بنانے کے لئے بسملہ کے بعد حمد ذکر کیا اور اس لیے بھی کہ حدیث خیر الانام پر عمل ہو جائے جو کہ سعادت دارین کا سبب ہے۔

(۳) سلام کا نذرانہ

چونکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ وہ دعا زمین اور آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے جس کے اول و آخر درود نہ پڑھا جائے مصنف نے اولاً اللہ کی تعریف کی اور اب صلوٰۃ کے واسطے سے اپنی تحریری کاوش اللہ کی بارگاہ میں باریاب کر رہے ہیں نبی ﷺ پر صلوٰۃ بھیجنا سنت الہی ہے معراج کی شب جب اللہ نے فرمایا: السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ تو اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا السَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ صالحین پر سلام بھیجنا سنت نبوی ﷺ ہے مصنف نے ان دونوں سنتوں کو یوں اپنایا کہ ”عَلِیْہِ“ کہہ کر سنت الہی کو اپنایا اور ”وَ عَلٰی آلِہِ“ کہہ کر سنت نبوی ﷺ کو اپنایا۔

(۴) حمد کی تعریف

حمد کی تعریف میں شارح نے جمیل کے ساتھ اختیار کی قید لگائی کیونکہ تعریف اختیاری اچھائی پر کی جاتی ہے جو اچھائی اختیاری نہ ہو اس پر حمد کا اطلاق نہ ہوگا مثلاً گورے کو دیکھ کر اس کی تعریف کی جائے تو یہ حمد نہیں ہے کیونکہ رنگ اس نے اختیار نہیں کیا بلکہ اللہ عزوجل نے عطا کیا لیکن اس

کے برعکس اگر کوئی شخص والدین کا ادب و احترام کرتا ہو اور اس ادب و احترام پر جب اس کی تعریف کی جائے گی تو یہ حمد ہوگی کیونکہ جب اللہ نے حکم دیا کہ والدین کا ادب و احترام کرو تو بندہ کے پاس دو طرح کے اختیار ہوئے ایک اللہ عزوجل کا حکم مانتے ہوئے والدین کا احترام کیا جائے دوسری صورت احترام نہ کرنے کی۔ پہلی صورت میں بندہ کی تعریف اس لیے کی جائے گی کہ اس نے اچھائی کو اختیار کیا اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) حقیقی، جس کی مثال ابھی گزر چکی۔ (۲) حکمی، جیسے صفات باری تعالیٰ

اللہ عزوجل کی تمام صفات، صفات لازمہ ہیں کیونکہ صفات اختیار یہ میں سلب ہے اور صفات لازمہ میں سلب نہیں ہے مثلاً اللہ عزوجل حی، سمیع و بصیر وغیرہ ہے اب حی کو سلب کریں تو موت ہے سمیع کو سلب کریں تو بہرہ پن ہے بصیر کو سلب کریں تو اندھا پن ہے جو کہ سراسر نقص و عیب ہے اور اللہ عزوجل عیوب سے پاک ہے اس لیے تمام صفات، صفات لازمہ ہیں لیکن باری تعالیٰ ان تمام صفات میں مستقل ہے کسی کا محتاج نہیں ہے لہذا یہ اختیار ہی حکماً ہوگی اس لیے شارح طایہ الرحمتہ نے حکماً کے لیے صفات باری تعالیٰ کو پیش کیا۔

واللام فیہ للجنس اوللاستغراق و یحتمل ان یکون للعہد اشارۃ الی الحمد المحبوب والمرضی لہ تعالیٰ المذکور فی قولہ علیہ السلام الحمد لله اضعاف ما حمده جمیع خلقہ کما یحبہ ویرضاه واختار اسمیۃ الجملة علی فعلیتها لکونہا دالۃ علی الثبات والدوام وقدم الحمد لانه المناسب للمقام وہی فی الاصل جملة فعلیۃ فیکون انشاء للحمد و یحتمل ان یکون اشعار بکون المحامد کلہا لله تعالیٰ متضمنا للحمد فان الاخبار بذلک عین الحمد

ترجمہ الحمد میں لام جنس کے لیے ہے یا استغراق کے لیے اور یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ لام عہد کے لیے ہو یہ اشارہ ہے ایسی حمد کی طرف جو اللہ عزوجل کو پسند اور محبوب ہو جو مذکور ہے بن بریم علیہ السلام کے فرمان میں کہ تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لیے دو گنا حمد جو جمیع خلق نے کی ہو جیسی اللہ کو پسند اور محبوب ہے مصنف نے جملہ اسمیہ

کو اختیار کیا ہے جملہ فعلیہ پر تا کہ ثبات اور دوام پر دلالت ہو جائے اور لفظ حمد کو اسم جلالت پر مقدم کیا تا کہ مقام کے لئے مناسب ہو جائے اور یہ اصل کے اعتبار سے جملہ فعلیہ ہے پس حمد کے لیے انشاء ہوگا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس میں یہ بتانا مقصود ہو کہ تمام حمد اللہ عز وجل ہی کے لئے مختص ہے جو حمد کے لیے متضمن ہے پس اس خبر کا دینا بھی عین حمد ہے۔

تشریح

سطور مذکورہ میں تین چیزوں کا بیان ہے:

(۱) الحمد کے لام کا بیان (۲) جملہ اسمیہ کو اختیار کرنا (۳) لفظ حمد کو مقدم کرنا

الحمد کے لام کا بیان

اس میں کلام ہے کہ لام کیسا ہے؟ اس پر تو اتفاق ہے کہ یہ لام تعریف کا ہے لیکن آیا جنس کے لیے ہے یا استغراق کے لیے یا عہد خارجی کے لیے بعض لام استغراق کے قائل ہیں دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ حقیقت میں تمام محامد اللہ عز وجل کے لیے ہیں اس معنی پر لام استغراق ہی کی دلالت ہو سکتی ہے جبکہ لام جنس اس دلالت سے قاصر ہوتا ہے کیونکہ اس میں افراد کا لحاظ نہیں ہوتا لہذا معلوم ہوا کہ تمام محامد اللہ تعالیٰ کے مملوک ہیں جو جنس کے لیے کہتے ہیں وہ اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ حمد اصل میں مصدر ہے اور فعل کے قائم مقام واقع ہے اور فعل معنی حدثی پر دلالت کرتا ہے یعنی ماہیت پر لہذا اس کا قائم مقام بھی ایسا ہی ہونا چاہئے اس لیے اگر استغراق کا لیں گے تو نائب کی مناب پر فوقیت لازم آئے گی اور یہ یقیناً برا ہے اور رہا استغراق والوں کا جواب تو کہا جاتا ہے کہ لام جنس لینے پر بھی یہ جملہ جمیع محامد کے اللہ عز وجل کے مملوک ہونے پر دلالت کرنے سے قاصر نہیں ہے کیونکہ اللہ میں لام تخصیص کے واسطے ہے لہذا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جنس حمد اللہ عز وجل کے واسطے مخصوص ہے اور کسی جنس کا کسی کیساتھ مخصوص ہونا اس وقت ہو سکتا ہے جب جنس کا ہر فرد اس کے ساتھ مخصوص ہو اور اس کا مملوک ہو ورنہ جنس اس کے ساتھ مخصوص نہ ہوگی حاصل کلام یہ ہے کہ ان دونوں قرینوں میں نزاع لفظی ہے معنوی نزاع نہیں۔ اس لیے کہ جو استغراق کے لئے کہتے ہیں وہ اسم جلالت کے لام کو تملیک کے لیے لیتے ہیں دونوں صورتوں میں حمد کے ہر فرد کا ثبوت اللہ

عز وجل کے لئے ہی ہوتا ہے ان تمام تحقیقات پر نظر رکھتے ہوئے الحمد للہ کے معنی ہوئے کہ ”ہر حمد ازل سے ابد تک خواہ کسی حامد سے صادر ہو اللہ عز وجل کے لئے مختص ہے۔“

الحمد للہ کے جملے سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے

(۱) لام تعریف سے حمد کی تعظیم سمجھ میں آئی۔

(۲) جملہ اسمیہ ہونے سے زمانے کی تعظیم سمجھ میں آئی۔

(۳) مخصوص حامد ذکر نہ کرنے سے حامد کی تعظیم سمجھ میں آئی۔

جملہ اسمیہ کو اختیار کرنا

جملہ اسمیہ کو اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جملہ اسمیہ میں ثبات اور دوام ہے جملہ اسمیہ بہ اعتبار اصل جملہ فعلیہ ہوتا ہے مثلاً سَلَامٌ عَلَیْکَ جملہ اسمیہ ہے لیکن اصل کے اعتبار سے فعلیہ ہے کیونکہ اصل عبارت یوں ہے سَلَمْتُ سَلَاماً عَلَیْکَ فعل اور فاعل کو حذف کر کے مفعول مطلق کو معرف باللام کر کے مبتدا بنادیا اور اللہ کو خبر تا کہ جملہ کی دلالت ثبات اور دوام پر ہو جائے۔

لفظ حمد کو مقدم کرنا

یہاں پر ایک اعتراض پوشیدہ ہے اور اس اعتراض کی بنیاد دو چیزوں پر ہے اولاً الحمد وصف ہے اور اللہ موصوف اور قاعدہ یہ ہے کہ موصوف وصف پر مقدم ہوتا ہے ثانیاً اسم جلالۃ فی ذاتہ ہر چیز پر مقدم ہے لہذا حمد پر بھی مقدم ہونا چاہئے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مقام مقام حمد ہے اس لیے اس کا متضمنی ہے کہ حمد کو پہلے ذکر کیا جائے ورنہ مقتضائے حال کی رعایت نہ ہوگی جو کہ کلام کی ضروریات میں سے ہے جس کی رعایت نہ کرنے سے کلام بلیغ نہ رہے گا دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ وصف کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ تحقیق سے معلوم ہوا تو جب یہ وصف مختص ہو تو اس کی تقدیم اس ذات پر واجب ہوگی تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہاں مقصود وصف بیان کرنا ہے ذات کا ذکر تعلق وصف کی وجہ سے ہے اور جو چیز مقصود ہوتی ہے اس کی تقدیم غیر مقصود پر واجب ہوتی ہے اس وجہ سے یہاں حمد کی تقدیم اسم جلالۃ پر ضروری ہوئی۔

لا اسم لمفہوم الواجب بالذات کما قبل لانه ینافیہ دلالة کلمة التوحید
علیہ ولذلك اختار ذلک دون الرحمن

ترجمہ..... اور اللہ علم ہے ایسی ذات جو واجب الوجود ہو، جمیع صفات کمالیہ کے لئے مجتمع ہو
واجب بالذات کے مفہوم کے لئے اسم نہیں جیسا کہا گیا اس لیے کہ یہ کلمہ توحید کی دلالت
کے منافی ہے اور اس لیے اسم جلالت کو اختیار کیا نہ کہ الرحمن کو۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں کا بیان ہے :-

(۱) اسم جلالت علم ہے۔ (۲) اسم ذات ذکر کیا اسم صفت نہیں

اسم جلالت علم ہے

اسم جلالت کے علم ہونے پر چند دلائل ذکر کئے جاتے ہیں جن سے صاف ظاہر ہوگا کہ یہ علم ہے
اسم جلالت موصوف بنتا ہے وصف نہیں بنتا اس سے ثابت ہوا کہ یہ علم ہے کیونکہ یہ علم نہ ہوتا
تو دوسری صفات کی طرح وصف بھی بنتا۔ ثانیاً اسم جلالت رحمن و رحیم وغیرہ صفات کے
ساتھ مل کر آئے تو اسم جلالت ہی مقدم ہوتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ یہ علم ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ
جب علم اور صفات دونوں مل کر آئیں تو صفات پر علم کو مقدم رکھتے ہیں۔

اسم ذات ذکر کیا اسم صفت نہیں

اس مسئلے کو ذہن نشین کرنے کے لیے اولاً یہ قاعدہ سمجھ لیں کہ جس طرح وصف کا قیام خارج میں
موصوف کے وجود کا محتاج ہوتا ہے بس اسی طرح الفاظ میں بھی اس پر صفات جاری کرنے کے لیے
ایسا ہی اسم چاہئے جو اس کی ذات پر دلالت کرے اب اصل مسئلہ کو سمجھیں کہ جب صفات کا
اجرا اسم جلالت کے واسطے کیا جاتا ہے تو یہ علم ہے جو ذات پر دلالت کرتا ہے اور اگر یہ وصف یا مفہوم
واجب کا اسم ہو تو اسم کا مدلول معنی ہوگا ذات معین نہیں اگر مدلول معنی ہو ذات معین نہ ہو تو یہ شرکت
سے منع نہ ہوگا تو جب شرکت سے مانع نہ ہوگا تو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ توحید کا فائدہ نہ دے گا اس
لیے ایسی تعریف سے بچیں گے جس میں شرکت لازم آئے لہذا مصنف نے الحمد للہ کہا تاکہ

تعریف شرکت سے مانع ہوا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کی بجائے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْن کہتے تو چونکہ حَمْن وصف ہے اس لیے شرکت سے مانع نہ ہوگا۔

ثم اراد بعد الايماء الى الاستجماع لجميع صفات الكمال بالا جمال ان يفصل بعضها مع الاشعار ببراعة الاستهلال فقال الذي لا مانع لحكمه مریدا بالمنع معناه اللغوی ويحتمل ان يكون المراد المعنى الاصطلاحی بجعل انكار المنكرين كلاً انكار لوجود ما ان تاملوا فيه ارتدعو عنه كقوله تعالى لا ريب فيه ولا ناقض لقصائيه وقدره

ترجمہ... پھر چاہا کہ جمیع صفات کمالیہ کے لیے مجتمع کی طرف اجمالاً اشارہ کے بعد ان میں سے بعض کی تفصیل بیان کرنے کی براعت استہلال خبر دینے کے ساتھ پس کہا کہ وہ ذات ہے جس کے حکم کو کوئی روکنے والا نہیں ہے لامانع میں منع سے اس کا لغوی معنی مراد ہے اور یہ بھی ممکن ہے اصطلاحی معنی مراد ہو یہ اس وقت ہوگا جب منکرین کے انکار کو لا انکار کی طرح قرار دیا جائے کیونکہ اگر وہ معمولی سا بھی غور و فکر کریں تو وہ اس انکار کو چھوڑ دیں گے لامانع کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قرآن کے بارے میں لا ریب فیہ فرمانا اور اللہ کی قضاء و قدر کو کوئی ٹالنے والا نہیں۔

تشریح

سطور مذکورہ میں اللہ عز و جل کی دو صفات کا بیان ہے (۱) حاکم ہونا، (۲) قاضی ہونا۔

براعت استہلال کا لفظ لا کر ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے اور وہ اعتراض یہ ہے کہ جب اجمال کے بعد تفصیل کا ارادہ کیا تو صرف دو صفات کیوں بیان کیں؟ اس کا جواب براعت استہلال کہہ کر یوں دیا کہ فن مناظرہ میں منع اور نقض کی بحث ہے اس لیے مصنف نے لامانع اور لاناقض کے الفاظ لا کر مقصود کی طرف اشارہ کیا ہے اسی کو براعت استہلال کہتے ہیں لہذا اعتراض رفع ہوا کہ دو ہی کو کیوں ذکر کیا کیونکہ ان دونوں کے ذریعے مقصود حاصل ہو رہا ہے۔

براعت استھلال کی تعریف

ابتدا کا مقصود کے لیے مناسب ہونا مناسب الفاظ کے ارادے سے۔

اللہ تعالیٰ کا حاکم ہونا..... جب اللہ تعالیٰ بندوں کو کسی کام کے کرنے کا حکم صادر فرمائے تو کائنات میں کوئی ایسا نہیں ہے جو اس حکم پر دلیل طلب کرے اس لیے مصنف نے لامانع لحکمہ کہہ کر اس کی طرف اشارہ کیا اس مقام پر منع کا لغوی معنی مراد ہو سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اصطلاحی معنی مراد ہو اصطلاحی معنی یہ ہے مقدمہ معینہ پر دلیل طلب کرنا۔

اعتراض..... اس اصطلاحی معنی پر یہ اعتراض قائم ہوتا ہے کہ منکرین کا انکار پایا جاتا ہے تو ایسی صورت میں لامانع لحکمہ تو صحیح نہیں ہوا۔

جواب..... منکرین کے انکار کو لا انکار کی طرح تسلیم کر لیا گیا ہے جس کا انکار انکار جازم نہیں بلکہ بغض و عناد کی بناء پر ہے جیسا کہ لازیب فیہ میں ہے کیونکہ قرآن مجید کے منکرین تھے اس کے باوجود لازیب فیہ فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ غور و فکر کے بعد قرآن میں کوئی شک نہیں ہے پس اسی طرح لامانع لحکمہ میں منکرین کا جواب ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا قاضی ہونا..... اس مسئلے میں دو الفاظ آتے ہیں ایک قضاء دوسرا قدر۔

قضاء کی تعریف..... قضاء عبارت ہے عالم عقلی میں جمیع موجودات کے وجود سے جو علی سبیل الابداع مجتمع اور مجمل ہو۔

قدر کی تعریف..... قدر عبارت ہے جمیع موجودات کا وجود اس کی شرائط کے حصول کے بعد مواد خارجہ میں جزو کے بعد جزو سے۔

قضاء اور قدر کی مذکورہ تعریف پر قرآن کی یہ آیت شاہد عادل ہے وَ اِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلْهُ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ ۝

ثم لما كان نبينا صلى الله عليه وسلم وسيلة لوصول حكمه الينا واصحابه مرشدين لنا ردف التحميد بالصلوة فقال والصلوة وهي في اللغة مطلق العطف فاذا نسبت الى الله تعالى يراد بها الرحمة الكاملة

واذا نسبت الى الملائكة يراد بها الاستغفار واذا نسبت الى المؤمنين يراد بها الدعاء فمعنى قولهم اللهم صلى على محمد عظمه في الدنيا باعلاء ذكره وابقاء شريعته وفي الآخرة بتشفيعه في الامه وتضعيف اجر عمله على سيد انبيائه وهو نبينا صلى الله عليه وسلم كما ورد في الخبر انا سيد ولد ادم ولا فخر والنبي هو انسان مبعوث من الله تعالى الى الخلق لتبليغ احكامه فان كان ذا كتاب وشريعة متجددة يسمى رسولا وازضافة الاتبياء للاستفرق فيتناول الرسل ايضا لا يقال نبينا عم داخل فيهم فيلزم كونه سيدا من نفسه لانا نقول يحكم بداهة العقل بخروجه عليه السلام منهم صلوات الله عليهم كقوله تعالى وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

ترجمہ..... پھر جب ہمارے نبی ﷺ اللہ کے حکم کے حصول کے لیے ہمارے لیے وسیلہ ہیں اور آپ کے اصحاب ہمارے لیے مرشدین ہیں تو مصنف نے تحمید کے بعد صلوٰۃ کو ذکر کیا پس فرمایا اور صلوٰۃ ہو۔ اور صلوٰۃ لغت میں مطلق مہربانی کے معنی میں آتی ہے پس جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد رحمت کاملہ ہے اور جب اس کی نسبت ملائکہ کی طرف ہو تو اس سے مراد استغفار ہے اور جب اس کی نسبت مومنین کی طرف ہو تو اس سے مراد دعا ہے پس ان کے اس قول کا معنی یہ ہوگا اللهم صلى على محمد یعنی محمد ﷺ کو دنیا میں عظمت آپ کے ذکر کے اعلاء اور آپ کی شریعت کی بقاء کے ساتھ عطا کر اور آخرت میں امت کے حق میں شفاعت اور عمل کا اجر دو گناہ عطا کر اللہ کے نبیوں کے سردار ہمارے نبی ﷺ ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں۔ نبی وہ انسان ہے جو اللہ کی طرف سے مخلوق کی طرف مبعوث ہو۔ اللہ کے احکام پہنچانے کے لیے پس اگر صاحب کتاب اور صاحب شریعت متجددہ ہو تو اسے رسول کہتے ہیں اور انبیاء کی اضافت استغراق کے لیے ہے۔ پس اس میں رسل بھی شامل ہیں یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ اس عموم میں ہمارے نبی ﷺ بھی داخل ہیں پس اس سے لازم آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے آپ

پر بھی سردار ہیں اس لیے ہم کہتے ہیں کہ بداہت عقل سے ان کا خروج ثابت ہوتا ہے جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان کہ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں پر بحث کی گئی ہے۔

(۱)..... لفظ صلوٰۃ (۲)..... نبی و رسول میں فرق

(۱)۔ لفظ صلوٰۃ..... رشیدیہ میں صراحت موجود ہے کہ صلوٰۃ باعتبار اضافت کے مختلف المعنی ہوتی ہے۔ ان میں سے تین معنی کا تذکرہ رشیدیہ کی عبارت میں موجود ہے اس کا چوتھا معنی یہ ہے جب اس کی اضافت انسان، فرشتے اور باری تعالیٰ کے علاوہ کی جائے تو بمعنی تسبیح کے استعمال ہوتی ہے جیسا کہ آیت سے ظاہر ہے "أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرِ صَفَّ كُلُّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ۔"

اعتراض..... صلوٰۃ مترادف ہے لفظ دعا سے اور دعا کا صلہ اگر علی آجائے تو دعائے شرم مراد ہوتی ہے۔ اگر اس کا صلہ لام آجائے تو دعائے خیر مراد ہوتی ہے ایسی صورت میں صلوٰۃ کا صلہ علی لانا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

جواب..... اس کا جواب دو طرح سے ہے اولاً لفظ دعا میں تو مذکورہ صورتیں صحیح ہیں لیکن لفظ صلوٰۃ میں نہیں کیونکہ قرآن میں صَلُّوا عَلَيْهِ حدیث میں اللہم صلی علی کے الفاظ آتے ہیں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ لفظ صلوٰۃ میں علی کا صلہ لانا درست ہے ثانیاً لفظ صلوٰۃ باعتبار لغوی لفظ دعا سے مرادف ہے اور مرادف کے لیے جمیع احکام میں تساوی ضروری نہیں ہے۔ اس لیے دعا کا صلہ اگر علی آئے تو دعائے شرم مراد ہوگی لیکن صلوٰۃ کا صلہ اگر علی آجائے تو دعائے شرم مراد نہیں ہوگی۔

(۲)۔ نبی اور رسول میں فرق..... نبی اور رسول کی تعریف رشیدیہ کی عبارت میں موجود ہے اس لیے ہم یہاں اس مسئلہ پر بحث کرتے ہیں کہ باعتبار جنس نبی یا رسول کے لیے کیا ہونا ضروری ہے۔

قول اول..... بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ عورتوں کا نبی ہونا بھی جائز ہے اور دلیل کے طور پر

حضرت مریم، حضرت آسیہ، حضرت سارہ اور حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہن کو پیش کرتے ہیں کہ یہ سب نبیوں میں سے ہیں۔

قول ثانی..... جمہور کا قول ہے کہ عورتیں نبیہ نہیں ہو سکتیں اور یہی قول اصح ہے جمہور کے قول کی بناء دو علتوں پر ہے اول یہ کہ عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں اور نبی کے لئے کامل العقل ہونا ضروری ہے اسی طرح باعتبار دین ناقص ہوتی ہیں کیونکہ جن دنوں حیض آئے ان دنوں کی نمازیں معاف ہوتی ہیں۔ دوم نبی کی بعثت کا مقصد مخلوق کی اصلاح دین اور دنیا دونوں اعتبار سے ہے اور عورت چونکہ اس کی آواز بھی عورت ہوتی ہے اس لیے ان کے ذریعے احکام پہنچانا ممکن نہ ہوگا۔

اعترض..... شارح نے نبی کی تعریف میں ھُوَ انسان فرمایا۔ حالانکہ قرآن کریم میں حضرت جبریل علیہ السلام کے لیے اِنَّہٗ لَقَوْلٌ رَّسُوْلٌ کریم آتا ہے تو ایسی صورت میں ھُوَ انسان کہنا کیسے درست ہوگا؟

جواب..... نبوت و رسالت کی نفی غیر انسان سے بہ اعتبار اصطلاحی ہے اور قرآن کریم میں جبرائیل علیہ السلام کے لئے رسول کا ثبوت باعتبار لغوی ہے۔

مذکورہ عبارت سے متعلق ایک اعتراض اور اس کا جواب شارح دے رہے ہیں اس لئے ماتن نے انبیائہ کہا رسالہ نہیں کہا۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ انبیائہ، میں رسل شامل ہیں یا نہیں؟ شارح نے و اضافة الانبياء للاستغرق آہلا کر اس کا جواب دیا کہ اس میں اضافت استغراقی ہے اس لیے تمام رسل بھی شامل ہیں دوسری بات یہ بھی ہے کہ رسول نبی ہوتا ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتا تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ انبیاء کی عمومیت میں رسل بھی شامل ہیں۔

اعترض..... انبیائہ چونکہ جمع کا صیغہ ہے اور اس میں تمام انبیاء اور رسل شامل ہیں اس لیے لازم آیا کہ ہمارے نبی بھی شامل ہیں لہذا ہمارے نبی بھی کی سرداری اپنے آپ پر بھی لازم آئی۔

جواب..... شارح اس اعتراض کا جواب ”لانا نقول بحکم بداهة العقل“ لا کر دے رہے ہیں کہ بداهت عقل سے انبیائہ میں سے ہمارے نبی بھی خارج ہیں اس خروج پر مصنف نے آیت وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ سے دلیل پکڑی ہے کیونکہ شے کہتے ہیں موجود اور اللہ

بھی موجود ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ اپنے آپ پر قادر ہے حالانکہ ایسا نہیں لہذا یہ بھی بداهت عقل سے ثابت ہے۔

بداهت عقل کی تعریف..... بداهت عقل ایسی دلیل کو کہتے ہیں جو بغیر غور و فکر کے حاصل ہو۔

وسند اولیائہ السند ما استندت الیہ واولیاءہ تعالیٰ خواصہ اعم من ان یکون نبیا او غیرہ لکن یشرح نبینا صلی اللہ علیہ وسلم بدلالة العقل والظاهر ان یکون المراد بالاولیاء ہنا من سوی الانبیاء من العلماء والصلحاء ولا یخفی مافی لفظ السید والسند من صنعة التجنیس وعلی احبابہ المعارضین لاعدائہ من الکفار المنکرین للتوحید ورسالتہ صلی اللہ علیہ وسلم باللسان والسنان والمعجزات والفرقان بحیث عجز واعن الایمان بمثل اقصر سورة منه ولم یبق فی مکة مشرک الا وان یشہر الایمان والاحباب الذین یحبونہ صلی اللہ علیہ وسلم بصمیم قلبہم وخلص اعتقادہم والال داخل فیہم فلاحاجة الی التصریح بہم

ترجمہ..... اور اللہ کے ولیوں کے سردار کے سند ہیں سند اسے کہتے ہیں جس کی طرف ٹیک لگائی جائے اور اللہ کے ولیوں سے مراد اس کے خواص ہیں عام ازیں کہ وہ نبیوں میں سے ہوں یا غیر نبیوں میں سے لیکن ہمارے نبی ﷺ دلالت عقل سے خارج ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں اولیاء سے انبیاء کے سوا علماء اور صلحاء مراد ہیں اور یہ مخفی نہ رہے کہ لفظ سید اور سند میں صنعت تجنیس ہے اور آپ کے احباب جو معارضہ کرنے والے ہیں اللہ کے دشمنوں کا۔ کافرین اور منکرین میں سے توحید اور آپ ﷺ کی رسالت کا زبان اور دل سے انکار کرنے والے اسی طرح معجزات اور فرقان کے انکار اس حیثیت سے کہ اس کی مثل لانے سے قاصر ہوئے مثلاً قرآن کی سب سے چھوٹی سورت اور مکہ میں کوئی مشرک باقی نہ رہا مگر ایمان ظاہر ہوا۔ اور احباب وہ لوگ ہیں جو صمیم قلب اور خلوص اعتقاد سے نبی کریم ﷺ سے محبت کرتے ہیں اور آل بھی احباب میں داخل ہیں

اس لیے ان کی الگ صراحت نہیں کی۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں پر بحث کی گئی ہے۔

(۲) احباب

(۱) اولیاء

(۱) - اولیاء..... چونکہ ہر نبی ولی ہوتے ہیں لیکن ہر ولی نبی نہیں ہوتے۔ اس لیے شارح علیہ الرحمۃ نے اولیاء کی تشریح میں خواص کا لفظ لایا کیونکہ ولی ہو یا نبی دونوں ہی اللہ کے خاص بندوں میں سے ہوتے ہیں فرق یہ ہے کہ نبی پر وحی آتی ہے ولی پر نہیں۔ بلکہ ولی کی طرف اللہ عز و جل الہام فرماتا ہے۔ چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر پہلے چکا ہے۔ اس لیے یہاں ولی سے مراد علماء اور صلحاء ہیں کیونکہ پہلے ذکر کیا جانا قرینہ ہے کہ اولیاء میں انبیاء شامل نہیں ہیں۔

ولی کی اصطلاحی تعریف..... ولی وہ جو اللہ عز و جل اور اس کی صفات کو جس قدر ممکن ہو پہچانتا ہو۔ لذات اور شہوات میں منہمک سے اغراض کرتا ہو۔

صنعت تجنیس..... ایسے دو یا زائد الفاظ لانا جس کی شکل بہ اعتبار خط ایک ہو صرف نقطہ کا فرق ہو اور دونوں الفاظ کے معانی مختلف ہوں۔ جیسے عشرت اور عسرت ان دونوں میں صرف نقطہ کا فرق ہے خط کے اعتبار سے دونوں ہم شکل ہیں اس کو صنعت تجنیس کہتے ہیں ماتن نے صنعت تجنیس کے طور پر انبیاء کے ساتھ سید کا لفظ لایا ہے اولیاء کے ساتھ سند کا لفظ لایا ہے۔

نکتہ..... مذکورہ دو الفاظ لانے سے ماتن کے نام کی طرف اشارہ ہو گیا کیونکہ رشیدیہ شریفیہ کی شرح ہے اور اس کے مصنف سند سید شریف علی بن محمد جر جانی ہیں۔

(۲) - احباب..... خطبہ کتاب کے اختتام پر ایک سوال قائم ہوتا ہے کہ ماتن نے آل اور اصحاب کا ذکر نہیں کیا شارح اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”والاول داخل فیہم“ یعنی آل اور اصحاب دونوں احباب میں شامل ہیں کیونکہ آل اور اصحاب دونوں ہی ہمارے نبی ﷺ سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور اسی محبت کے پیش نظر دشمن رسول ﷺ کو اپنا دشمن تصور کرتے تھے۔

احباب کی تعریف..... احباب وہ لوگ ہیں جو مصمم قلب اور خلوص اعتقاد سے نبی کریم ﷺ

تہ محبت کرتے ہوں۔

ولا يذهب عليك ما في لفظ المنع والنقض والسند والمعارضة من
حسن براءة الاستهلال المناسب لآداب المقال كما نبهناك
عليه في أول الحال

ترجمہ..... اور تجھ پر مخفی نہ رہے کہ لفظ منع نقض، سند اور معارضہ میں جو براءت
استهلال کا حسن ہے ایسا حسن جو مناسب ہے آداب مقال کے لئے جیسے ہم نے پہلی
حالت میں تنبیہ کی۔

تشریح

سطور مذکورہ میں خطبہ کی فصاحت پر بحث کی گئی ہے براءت استهلال کی تعریف میں بتا چکا ہوں
کہ مناسب الفاظ کے ذریعے مقصود کی طرف اشارہ کرنا براءت استهلال ہے فن مناظرہ میں مدعی
کے ذمہ دلائل قائم کرنا جسے ماتن نے اولیائہ کے اشارے سے بیان کیا اور سائل کے ذمہ منع نقض
اور معارضہ ہے جسے ماتن لامانع لحکمہ ولا ناقض لقضائہ اور وعلی احتبابہ
المعارضین کے اشارہ سے بیان کیا ہے خطبہ میں خلاصہ کلام یہ ہوا کہ ماتن نے فن مناظرہ کے
اصول کو اس انداز میں بیان کیا کہ خطبہ کتاب بھی مکمل ہوا اور مقصود کی طرف اشارہ بھی ہو گیا یہی
براءت استهلال ہے۔

وبعد من الظروف الزمانية واذا قطع عن الاضافة بنى كما ترى
ههنا والعامل فيه معنى الاشارة في قوله هذه قواعد البحث ترك
الفاء لنلا يحتاج الى توهم المتوهم يعنى ما حضر فى الذهن من
المرتب الانيق المصور بصورة المبصر امور كلية يفهم منها
جزئيات الابحاث الصحيحة المستارة من السقيمة والبحث فى
اللفظة التفحص والتفتيش وفى الاصطلاح يطلق على حمل شىء
على شىء وعلى اثبات النسبة الخبرية بالدليل وعلى المناظرة

والمراد ههنا ثالث المعانی ولا شناعة فی ارادة المعنی الثانی سوی
انه لا یصدق علی المنع ویصدق علی اثبات المعلل حکما
بالاستدلال من غیر خصم یُخاصمه فی الحال واما الاول فلا یلیق
ارادته لانه یتصدق علی کل حکم فی الذهن اوفی المقال

ترجمہ۔ اور بعد ظروف زمانیہ میں سے ہے اور جب اضافت کاٹ دی جائے تو مبنی بر ضمہ
ہوگا جیسا کہ تم اس مقام پر دیکھ رہے ہو اور اس میں عامل معنی اشارہ ہے اس کے قول ہذہ
بحث کے قواعد میں فاء کو ترک کیا تا کہ وہم کرنے والے کا وہم اس کی طرف محتاج نہ ہو۔ یعنی
بہترین ترتیب جو ذہن میں حاضر ہے مبصر کی صورت کے ساتھ اور کلیہ ہے اس جزئیات کی
بحث سمجھی جاتی ہے جو صحیح اور سقیم کو جدا کر دے اور بحث لغت میں کریدنے اور تفتیش کو کہتے ہیں
اور اصطلاح میں اس کا اطلاق ایک شے پر دوسری شے کے حمل کو کہتے ہیں اور دلیل کے ساتھ
نسبت خبریہ کے اثبات پر اور مناظرہ اس جگہ تیسرا معنی مراد ہے معنی ثانی کے ارادہ میں اس
کے سوا کوئی برائی نہیں ہے کہ منع پر صادق نہیں آئے گا اور حکما استدلال سے معلل کے اثبات
پر صادق آئے گا بغیر خصم کی موجودگی میں اور بہر حال اول یہ معنی بھی اس مقام پر لائق نہیں
کیونکہ یہ ہر حکم پر صادق آتا ہے خواہ وہ ذہن میں ہو یا کلام میں۔

تشریح

سطور مذکورہ میں تین چیزوں پر بحث کی گئی ہے۔

(۱) بعد کا اعراب (۲) ہذہ کا مشار الیہ (۳) بحث کی تعریف

(۱) - بعد کا اعراب :- بعد کے اعراب تین ہیں ایک صورت میں مبنی اور دو صورتوں میں

معرب ہوتا ہے۔

☆ پہلی صورت جب بعد کا مضاف الیہ منوی ہو تو اس وقت مبنی بر ضمہ ہوگا۔

☆ دوسری صورت جب بعد کا مضاف الیہ نسیا منسیا ہو تو اس وقت یہ معرب ہوگا۔

☆ تیسری صورت جب بعد کا مضاف الیہ مذکور ہو تو اس وقت یہ معرب ہوگا۔

چونکہ ظرف کی دو قسمیں ہیں ظرف زمان اور ظرف مکان اس لیے سوال تھا کہ بعد ان دونوں میں سے کس کے لیے ہے آیا ظرف زمان یا ظرف مکان۔ اس کا جواب شارح علیہ الرحمۃ عبارت من الظروف الزمانية لا کر دے رہے ہیں۔

(۲) - ہذہ کا مشار الیہ..... ہذہ کا مشار الیہ مرتب حاضر فی الذہن ہے خواہ دیباچہ کی تصنیف سے پہلے ہو یا بعد میں اگر دیباچہ تصنیف کے بعد لکھا ہو تو اشارہ حاضر فی الذہن کی طرف ہوگا اور اگر دیباچہ تصنیف سے پہلے لکھا ہو تو اس وقت اشارہ حاضر فی الخارج کی طرف ہوگا۔

اعتباہ..... ماتن نے فا اس لیے استعمال نہیں کیا تا کہ کسی کو یہ وہم نہ ہو جائے کہ بعد سے پہلے اُمّا کا لفظ ہے کیونکہ اُمّا کے استعمال کے بعد فاء کا استعمال ضروری ہوتا ہے اور یہاں ایسا نہیں ہے۔

(۳) - بحث کی تعریف..... شارح علیہ الرحمۃ نے بحث کا لغوی معنی اور بحث کا اصطلاحی معنی دونوں پیش کیا ہے ایک لغوی معنی اور تین اصطلاحی معانی اور پھر ان تینوں معانی میں سے جو اس فن میں مراد ہے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

بحث کا لغوی کا معنی: بحث کا لغوی معنی کریدنے اور تفتیش کرنے کے آتا ہے۔

الف: اصطلاحی معنی..... ایک شے کو دوسری شے پر محمول کرنا ہے بحث کی مذکورہ تعریف یہاں اس لیے مراد نہیں ہے کہ اس صورت میں حکم ایسی چیزوں پر قائم ہوگا جو ذہن میں ہوں یا کلام میں۔

ب: اصطلاحی معنی..... دلیل سے نسبت خبر یہ ثابت کرنا۔

ج: اصطلاحی معنی..... بحث کا اطلاق مناظرہ پر۔

ان تینوں میں سے ثالث مراد ہے بحث کی مذکورہ تعریف اس لیے مراد نہیں ہے کہ منع پر صادق نہیں آتی ہے اور معلل کا خصم کے بغیر دلیل قائم کرنا لازم آتا ہے جو کہ ممنوع ہے کیونکہ مناظرہ کا موضوع بھی بحث ہے اور بحث کا معنی مناظرہ لہذا دونوں میں یہ علاقہ پایا جاتا ہے اس لیے یہاں یہی معنی مراد ہے۔

متضمنہ رفع علی انہ خبر بعد خبر او نصب علی الحال لما ی امور
يجب استحضارها فی فن المناظرۃ وهو علم يعرف به کیفیۃ اذاب اثبات

المطلوب او نفيه او نفي دليله مع الخصم الباحث عن كيفية البحث من كونه صحيحاً او سقيماً مسموعاً او غيره صيانة للذهن عن الضلالة اي ليصون ذهن المناظر عن ان يسلك بطريق لا يوصل الى المطلوب فان السالك مالم يعلم الطريق ولم يراع ما يجب رعايته في السلوك فيه ربما يخطا ولم يصل الى ما اراد وصوله اليه

ترجمہ..... جو متضمن ہے رفع دیں گے خبر کے بعد خبر ہونے پر۔ یا حال ہونے کی وجہ یہ نصب دیں گے ایسے امور پر جس کا یاد رہنا فن مناظرہ میں ضروری ہے۔ اور مناظرہ وہ علم ہے۔ جس کے ذریعے مطلوب کا اثبات یا مطلوب کی نفی یا اسکی دلیل کی نفی خصم کے ساتھ پہچانی جائے جو بحث کرے بحث کی کیفیت سے اس کے صحیح یا سقم، مسموع یا غیر مسموع کے اعتبار سے ہو ذہن کو گمراہی سے بچانا یعنی ذہن مناظر کو ایسے راستے پر چلنے سے محفوظ رکھے جو اسے مطلوب تک نہ پہنچا سکے پس بے شک سالک نے ایسا راستہ نہ جانا یا اس کی رعایت نہیں کی جس کی رعایت اس راہ میں ضروری تھی اس میں کبھی خطا کرتا ہے اور جو چیز حاصل کرنا چاہتا ہے وہاں تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں کا بیان ہے۔

(۱) متضمنہ کا اعراب (۲) مناظرہ کی تعریف، موضوع اور غرض

(۱) متضمنہ کا اعراب..... شارح نے اس کے دو اعراب بتائے ہیں اولاً رفع اس وقت ترکیب یوں ہوگی بعد ہذہ مبتدا قواعد البحث خبر اول اور متضمنہ خبر ثانی اس کی وجہ سے شارح علیہ الرحمۃ نے رفع علی انہ خبر بعد خبر سے اس کی توجیہ بیان کی۔ ثانیاً نصب اس وقت عبارت یوں ہوگی۔ ہذہ قواعد البحث حال کونہا متضمنہ اس صورت میں متضمنہ حال واقع ہے اس لیے اسے حال کا اعراب یعنی نصب دیا اس لیے شارح نے نصب علی الحال فرمایا۔

(۲) مناظرہ کی تعریف..... موضوع اور غرض، مذکورہ عبارت میں ان تینوں پر بحث

کی گئی ہے۔

مناظرہ کی تعریف..... وہ علم جس میں اپنے مدعی اور مطلوب کو ثابت کرنے اور فریق مخالف کے مدعی اور اس کی دلیل کو توڑنے کی معرفت حاصل کی جائے جو کسی بحث کے صحیح ہونے یا غیر صحیح ہونے کے بارے میں بحث کی جائے۔

مناظرہ کا موضوع..... موضوع اس علم کا بحث ہے اس حیثیت سے کہ اس سے دوسرے پر اپنے مدعی کو ثابت کیا جاتا ہو۔

مناظرہ کی غرض و غایت..... اپنے مطلوب تک پہنچنے میں خطا اور غلطی سے محفوظ رہنا ہے ان تینوں کو اولاً بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جب مبتدی کسی فن کو پڑھ رہا ہو تو جب تک اس فن کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ یہ فن کونسا ہے اس وقت تک مجہول شے کی طلب لازم آئے گی اور فن کو دل جمعی کے ساتھ حاصل نہیں کرے گا اس لیے مبتدی کو سب سے پہلے اس فن کی تعریف بتائی جاتی ہے تاکہ شے مجہول کا حصول لازم نہ آئے موضوع اولاً اسلئے بتاتے ہیں کہ ہر فن کا کوئی نہ کوئی موضوع ضرور ہوتا ہے تو جب تک مبتدی موضوع نہ جان لے اس وقت تک اس کو معلوم نہیں ہوگا کہ اس فن میں کس چیز سے بحث کی گئی ہے اس لئے تعریف کے بعد موضوع ذکر کرتے ہیں غرض و غایت ذکر کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جب مبتدی کو اس فن کی افادیت کے بارے میں علم ہوگا تو مبتدی اس کے حصول میں کوشش کرے گا اور یہ معلوم ہوگا کہ اس فن کا حاصل کرنا بحث نہیں ہے بلکہ بامقصد ہے۔

مرتبہ رفع علی ما ذکر او نصب علی انه حال مترادفة او متداخلة علی
مقدمة وهی مایوقوف علیہ الشروع فی المقاصد علی وجه البصیرة
وابحاث تسعة وخاتمة وهی ما یختم به الشئ -

ترجمہ... مرتب ہے مرفوع ہوگا جو ذکر کیا گیا ہے یا نصب حال مترادف یا حال متداخل ہونے کی وجہ سے مقدمہ پر اور مقدمہ وہ ہے جس پر مقاصد میں علی وجہ البصیرت شروع موقوف ہو اور نواہیات، پر اور ایک خاتمہ پر اور خاتمہ وہ ہے جس پر شئی ختم ہو جائے۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں کا ذکر ہے۔

(۱) مرتبہ کا اعراب (۲) کتاب کی ترتیب

(۱)۔ مرتبہ کا اعراب..... متضمنہ کی طرح اس کے بھی دو اعراب ہیں۔ اولاً رفع حدہ کی خبر ثالث ہونے کی وجہ سے۔ ثانیاً نصب ہونے کی وجہ سے دونوں کی وضاحت متضمنہ کی بحث میں گزر چکی ہے۔

(۲)۔ کتاب کی ترتیب..... رشیدیہ شریفیہ کی شرح ہے شریفیہ کے مصنف سید شریف علی بن محمد الجرجانی المتوفی ۸۱۶ھ ہیں جبکہ رشیدیہ کے مصنف شیخ عبدالرشید جوپوری المتوفی ۱۰۸۳ھ ہیں ماتن یعنی جرجانی نے اپنی کتاب کی ترتیب یوں رکھی ہے کہ ایک مقدمہ جس میں مناظرہ میں استعمال ہونے والی اصطلاحات کی تعریفات ہیں تو ابحاث جس کی تفصیل یکے بعد دیگرے آئیں گی ایک خاتمہ اور ایک وصیت پر مشتمل ہے۔

صاحب شریفیہ کے حالات زندگی

مصنف کا نام علی، کنیت ابوالحسن اور لقب سید شریف ہے نسب نامہ یوں ہے علی بن محمد بن علی سید زین الدین ابوالحسن الحسینی۔ سید شریف جرجان کے رہنے والے تھے جسے آج کل گرگان کہتے ہیں اسی نسبت سے آپ کو جرجانی کہتے ہیں سلطان تیمور آپ کے علم و فضل سے بہت متاثر تھا اور آپ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا تھا آپ کی تبحر علمی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ تفتازانی کو ایک مناظرہ میں شکست دی حالانکہ علامہ تفتازانی اپنے زمانے کے مشہور عالم دین اور علمی صلاحیت کے الک تھے۔

علامہ جرجانی کی وفات ۶ ربیع الاول ۸۱۶ھ بمطابق ۱۴۱۳ء کو ہوئی علامہ جرجانی نے تقریباً ہر فن میں کتابیں تحریر فرمائی ہیں اور کئی کتب کو اپنی قیمتی اور گرانقدر حواشی سے مزین کیا ہے علامہ جرجانی مسلک حنفی تھے علامہ جرجانی کی شامل نصاب کتب صرف میر، نجومیر، میر قطبی صغریٰ کبریٰ اور شرح مواقف ہیں۔

صاحب رشیدیہ کے حالت زندگی

مصنف کا نام عبدالرشید دیوان، لقب شمس الحق اور تخلص شمس تھا نسب نامہ یوں ہے عبدالرشید بن محمد بن مصطفیٰ بن عبدالحمید عثمانی جو پور کے مضافات بروہہ نامی بستی میں ۱۰۰۰ء میں پیدا ہوئے جو پور کے جلیل القدر عالم شیخ فضل اللہ سے علم حاصل کیا اور اپنے والد محترم کے دست حق پرست پر بیعت کی کیونکہ آپ کے والد محترم کا اپنے زمانہ کی بڑی صاحب نسبت شخصیات میں شمار ہوتا تھا۔

مصنف علوم سے فارغ ہونے کے بعد درس و تدریس کے سلسلے میں مشغول ہو گئے شاہجہان ان کی علمی سطوت و شوکت کے پیش نظر ان سے ملاقات کے لیے آیا لیکن ان دنوں حضرت دیوان دنیا سے کنارہ کش ہو چکے تھے اور شاہجہان کے اصرار کے باوجود ان سے ملنے سے انکار کر دیا۔

آپ کی وفات ۱۰۸۳ھ میں ہوئی دیوان صاحب فجر کی سنتوں سے فارغ ہو کر فجر کی نماز کے لئے تکبیر کہہ رہے تھے کہ آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

واما المقدمة ففي التعريفات اي اما المفهوم الكلبي الذي هو مقدمة مذكورة في هذه الرسالة فهي منحصرة في التعريفات وما يتعلق بها والمقدمة ماخوذة من مقدمة الجيش ووجه المناسبة غير خفي على احد من المحصلين والتعريفات جمع تعريف بمعنى المعرف او على منعا المصدرى اعني الفكر والنظر لتحصيل تصور

ترجمہ..... بہر حال مقدمہ اور وہ تعریفات میں یعنی ایسا مفہوم جو کلی ہو وہ مقدمہ جو اس رسالہ میں مذکور ہے پس وہ منحصر ہے تعریفات میں اور جو اس سے متعلق ہو اور مقدمہ، مقدمہ الجيش سے ماخوذ ہے اور مناسبت کی وجہ محصلین میں سے کسی ایک پر بھی غنئی نہیں ہے اور تعریفات جمع ہے تعریف کی بمعنی معرف یا مصدری معنی ہی پر یعنی تصور کی تحصیل کے لیے فکر اور نظر۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں پر بحث کی گئی ہے

(۱) مقدمہ

(۲) تعریفات

(۱) - مقدمہ یہاں مقدمہ سے مراد مقدمۃ الکتاب ہے اور مفہوم کلی سے مراد وہ سات مشہور احتمالات ہیں جو الفاظ، معانی، نقوش، الفاظ و معانی، الفاظ و نقوش، معانی و نقوش اور الفاظ و معانی و نقوش پر مشتمل ہیں مقدمہ میں ماتن نے علم مناظرہ میں استعمال ہونے والی اصطلاحات کی تعریضیں کی ہیں اس لیے شارح نے ”فہی منحصرۃ فی التعریفات“ کہہ کر اس کی طرف اشارہ کیا ہے مقدمہ کے مقدمۃ الجیش سے ماخوذ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ لشکر کے آگے ہونے کی وجہ سے مقدمۃ الجیش کہا جاتا ہے اور یہاں یہ حصہ چونکہ کتاب پر مقدم ہے اس لیے اسے مقدمہ کہا گیا ہے مقدمہ کی دو تعریضیں ہیں۔

(۱) باعتبار مناظرہ

(۲) باعتبار غیر مناظرہ

(۱) باعتبار مناظرہ مقدمہ کی تعریف: جس پر دلیل کی صحت موقوف ہو۔

(۲) باعتبار غیر مناظرہ مقدمہ کی تعریف: جس پر شروع فی العلم موقوف ہو۔

(۲) - تعریفات تعریفات کی واحد تعریف ہے اور یہ باب تفعیل کا مصدر ہے اور مصدر کو اسم فاعل کے معنی میں بھی لیا جاسکتا ہے جیسے عدل بمعنی عادل اور اسم مفعول کے معنی میں بھی لیا جاسکتا ہے جیسے خلق بمعنی مخلوق اور اسے اپنے مصدری معنی پر بھی چھوڑا جاسکتا ہے تعریف کو ہم معرف کے معنی میں لے سکتے ہیں اور تعریف کو مصدری معنی پر بھی چھوڑا جاسکتا ہے۔

کسی چیز کی تعریف چار طریقوں سے کی جاسکتی ہے۔

(۱) حد تام (۲) حد ناقص (۳) رسم تام (۴) رسم ناقص

(۱) حد تام اگر کسی چیز کی تعریف جنس قریب اور فصل قریب سے کی جائے تو اسے حد تام کہتے ہیں مثلاً انسان کی تعریف حیوان ناطق۔ حیوان جنس قریب ہے اور ناطق فصل قریب۔

(۲) حد ناقص جب کسی چیز کی تعریف جنس بعید اور فصل قریب سے کی جائے تو اسے حد ناقص کہتے ہیں مثلاً انسان کی تعریف جسم ناطق، جسم جنس بعید اور ناطق فصل قریب۔

(۳) رسم تام جب کسی چیز کی تعریف جنس قریب اور خاصہ سے کی جائے تو اسے رسم تام کہتے

ہیں مثلاً: انسان کی تعریف حیوان ضاحک۔ حیوان جنس قریب ہے اور ضاحک خاصہ ہے۔
 (۴) رسم ناقص۔ جب کسی چیز کی تعریف جنس بعید اور خاصہ سے کی جائے تو اسے رسم ناقص کہتے ہیں مثلاً انسان کی تعریف جسم ضاحک۔ جسم جنس بعید اور ضاحک خاصہ۔
 تعریف کے لئے جامع اور مانع ہونا ضروری ہے جامع کا مفہوم یہ ہے کہ محدود کے تمام افراد حد میں داخل ہوں اور مانع کا مفہوم یہ ہے کہ غیر محدود کا کوئی فرد حد میں شامل نہ ہو یہ تعریف یعنی جامع اور مانع مذکورہ چار تعریفوں میں سے پہلی قسم یعنی حد تمام سے حاصل ہوتی ہے۔

ولما كانت المناظرة هي المقصود بالنظر ههنا قدمها وبدأ بتعريفها فقال
 المناظرة مأخوذة اما من النظير بمعنى ان ماخذهما شئ واحد او من
 النظر بمعنى الابصار او بمعنى التفات النفس الى المعقولات والتأمل
 فيها او بمعنى الانتظار او بمعنى المقابلة ووجه المناسبة غير خفى وفي
 الاول ايماء الى انه ينبغي ان يكون المناظران متماثلين بان لا يكون
 احدهما في غاية العلو والكمال والاخر في نهاية الدناءة والنقصان وفي
 الثالث ايماء الى اولوية التأمل بان لا يقول مالم يتأمل فيما يريد ان يقول
 وفي الرابع الى انه جدير ان ينتظر احد المتخاصمين الى ان يتم كلام
 الآخر لان يتكلم فسيحاق كلامه

ترجمہ..... اور جب مناظرہ ہی مقصود بالنظر ہے اس لیے اس مقام پر مقدم کیا پہلے اس کی
 تعریف کی پس کہا مناظرہ مأخوذ ہے نظیر سے اس معنی کے ساتھ کہ دونوں کا ماخذ ایک ہے
 یا نظر سے بمعنی ابصار یا بمعنی نفس کو متوجہ کرنا معقولات کی طرف اور غور و فکر کرنا یا بمعنی
 انتظار یا بمعنی مقابلہ اور مناسبت کی وجہ خفی نہیں اور اول معنی میں اشارہ اس طرف ہے کہ
 دونوں مناظر کو متماثل ہونا چاہئے یہ نہ ہو کہ ان دونوں میں سے ایک انتہا درجہ کا بلند
 اور باکمال ہو اور دوسرا انتہا درجہ کا کمینہ اور گھٹیا ہو اور تیسرے معنی میں اولاً غور و فکر کی طرف
 اشارہ ہے نہ کہ جب تک اس بات پر غور و فکر نہ کرے جس کو کہنا چاہتا ہے اور چوتھے معنی
 میں اس طرف اشارہ ہے کہ دونوں میں ایک انتظار کرے تاکہ دوسرا اپنے کلام کو مکمل

کرے کلام کے دوران میں کلام نہ کرے۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں پر بحث کی گئی ہے۔

(۱) مناظرہ کو مقدم کیوں کیا؟ (۲) مناظرہ کا معنی

(۱)۔ مناظرہ کو مقدم کیوں کیا؟ یہاں پر ایک سوال ابھرتا ہے کہ مکابرہ اور مجادلہ پر مناظرہ کو مقدم کیوں کیا؟ اس کا جواب شارح نے یوں دیا کہ جب مناظرہ سے مقصود غور و فکر ہے اور علم مناظرہ کا فائدہ اور تقاضہ بھی یہی ہے لہذا مقصود کو غیر مقصود پر مقدم کیا اور اولاً اس کی تعریف کی۔

(۲)۔ مناظرہ کا معنی..... شارح نے مناظرہ کے حسب ذیل معانی پیش کئے ہیں۔

معنی اول..... نظیر اس وقت ایک اعتراض ہوتا ہے کہ نظیر اسم مشبہ ہے اس سے مناظرہ کیونکر ماخوذ ہو سکتا ہے اس کا جواب دیا کہ مناظرہ نظیر کے معنی میں ہے اور ان دونوں کا ماخذ شئی واحد ہے۔

ایماء..... جب مناظرہ نظیر کے معنی میں ہوگا تو اس وقت اس جانب اشارہ ہوگا کہ دونوں مناظر بحیثیت علمی صلاحیت کے برابر ہوں مثلاً زید مناظر اول ہے اور بکر مناظر ثانی۔ زید علمی اعتبار سے شیخ القرآن یا شیخ الحدیث ہو اور بکر علمی اعتبار سے طفل مکتب ہو یا بکر نے چار پانچ اردو کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہو تو ان دونوں میں مناظرہ نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ دونوں مناظر علمی صلاحیت کے اعتبار سے مماثلت نہیں رکھتے۔

معنی ثانی..... نظر اور نظر کے چار معانی ہیں۔

(۱) البصار (۲) التفات النفس الی المعقولات (۳) انتظار (۴) مقابلہ

(۱)۔ البصار..... جب مناظرہ البصار کے معنی میں ہو تو اس وقت یہ اشارہ ملتا ہے کہ دونوں مناظر اتنے قریب ہوں کہ ایک دوسرے کو با آسانی دیکھ سکیں۔

(۲)۔ التفات النفس الی المعقولات والتامل فیہا..... یعنی نفس کو معقولات کی طرف متوجہ کرنا اور اس میں غور و فکر کرنا۔ ایماء: جب مناظرہ مذکورہ معنی میں ہو تو اس وقت یہ اشارہ

ملتا ہے کہ جو بات مناظر کہنا چاہتا ہے اولاً اس میں غور و فکر کر لے تا کہ کہنے کے بعد پچھتاوانہ ہو بسا اوقات ایسی بات جو بے خبری میں مدعی کہہ جاتا ہے سائل اسی بات سے مدعی کو شکست دیتا ہے اس لئے چاہئے کہ اولاً غور و فکر کر لے۔

انتظار..... یعنی ایک دوسرے کو بولنے کیلئے وقت دینا۔ ایما: جب مناظرہ انتظار کے معنی میں ہو تو اس وقت یہ اشارہ ملتا ہے کہ متخاصمین سے کوئی بھی ایک دوسرے کے کلام کے دوران نہ بولے بلکہ اپنی باری کا انتظار کرے مثلاً: زید ابھی اپنے دعویٰ پر دلیل دے رہا تھا کہ بکر نے بولنا شروع کر دیا تو یہ غلط ہوگا۔

مقابلہ..... جب مناظرہ اس معنی میں ہو تو اس وقت یہ اشارہ ہوگا کہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے ہوں۔

البصار اور مقابلہ میں فرق

البصار میں ایک دوسرے کو دیکھنا شرط ہے جبکہ مقابلہ میں ایک دوسرے کا آنا سامنا ہونا شرط ہے دیکھنا شرط نہیں۔ کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مناظر نامینا ہوتا ہے اور نامینا ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتا۔ ان دونوں (البصار اور مقابلہ) کے ایما کو شارح نے ذکر نہیں کیا۔

وفی الاصطلاح يقال بقوله توجه المتخاصمين في النسبة بين الشيتين اظهار للصواب يريد قدس سره ان المتخاصمين اي الذين مطلب احد هما غير مطلب الاخر اذا توجهها في النسبة بين الشيتين الذين احدهما محكوم عليه والاخر محكوم به وان كان ذلك التوجه في النفس كما كان للحكماء الا شرقيين وكان غرضهما من ذلك اظهار الحق والصواب يسمى ذلك التوجه مناظرة في الاصطلاح

ترجمہ..... اور اصطلاح میں کہا جاتا ہے ماتن کے اس قول کے ساتھ۔ متخاصمین کی توجہ دو چیزوں کے درمیان نسبت کے اظہار صواب کے لیے ارادہ کرتے ہیں قدس سرہ کہ بے شک متخاصمین میں سے ایک کا مطلب دوسرے کے مطلب کا غیر ہو جب دونوں متوجہ

ہوں۔ نسبت میں ایسی دو چیزوں کے درمیان جن میں ایک محکوم علیہ اور دوم محکوم بہ ہو۔ اگرچہ وہ توجہ دل ہی دل میں ہو جیسا کہ حکمائے اشراقین کے لیے ثابت ہے اور ان کی غرض و غایت اظہار حق اور صواب ہو اس کا نام اصطلاح میں مناظرہ ہے۔

تشریح

سطور مذکورہ میں مناظرہ کی تعریف پر ایک اعتراض اور اس کا جواب دیا گیا ہے۔

اعتراض..... مذکورہ تعریف میں تخاصم کا لفظ آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے دو فریق کے درمیان جھگڑا سے مراد قولی نزاع ہے جس کو بندہ زبان سے ادا کرتا ہے حالانکہ حکمائے اشراقین بھی آپس میں مناظرہ کرتے ہیں لیکن دل کے ذریعے نہ کہ زبان سے لہذا مذکورہ تعریف محدود کے مکمل افراد پر مشتمل نہ ہونے کی وجہ سے غیر جامع ہے۔

جواب..... یہاں تخاصم سے مراد مطلق تخاصم ہے جس کا اطلاق قول اور نفس یعنی دل دونوں پر ہوتا ہے لہذا اگر حکمائے اشراقین دل سے مناظرہ کرتے ہیں جب بھی متخاصمین میں داخل ہیں اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ تعریف جامع ہے شارح نے اس کی جانب یہ عبارت ”وان كان ذالك التوجه في النفس اه“ لا کر اشارہ کیا ہے۔

حکمائے اشراقین اور حکمائے مشائین

حکماء کی دو قسمیں ہیں اول حکمائے اشراقین جو تصفیہ قلبی اور اپنی کمال طہارت کی بدولت اس مقام پر فائز تھے جب کوئی اعتراض قائم ہوتا۔ تو اس کا جواب بھی معترض کے قلب پر القا کر دیتے تھے دوم حکمائے مشائین جو چلتے پھرتے علم سیکھتے اور لوگوں کو سکھاتے تھے۔

اور دھنا سوالان ان تاملت فیما تلونا علیک یظہر لک اندفاعہما
احدہما ان الغرض من توجه کل من المتخاصمین او واحد منہما قد
یکون تغلیط صاحبہ والزامہ فقط ولا یدخل فی هذا التشریف فلا یکون
جامعا وثانیہما انہ اذا فرض مناظر ان بلغ حالہما فی غایۃ التصفیۃ الی
ان یعلم کل فی ضمیر صاحبہ ویناظر کل فی نفسہ مع الآخر مناظرۃ

کالمناظرة الواقعة بين الحكماء الاشرافيين لا يصدق التعريف على مثل
هذه المناظرة لان الخصومة قول كل خلاف ما يقوله الآخر

ترجمہ..... اور اس جگہ دو سوالات وارد ہوتے ہیں اگر تم اس پر غور کرو جو پہلے ہم نے ذکر کیا تو اس کا جواب تم پر اسی میں ظاہر ہوگا ان دونوں میں سے ایک یہ ہے کہ بے شک متخاصمین میں سے ہر ایک کی توجہ سے غرض یا صرف ایک کی غرض دوسرے کو غلط ثابت کرنا اور اس پر الزام عائد کرنا ہے اور یہ اس کی تعریف میں داخل نہیں ہے اس لیے تعریف جامع نہ رہی اور دوسرا اعتراض یہ ہے کہ بے شک جب فرض کریں کہ دونوں مناظر غایت تصفیہ میں اس مقام پر فائز ہوں کہ ہر ایک دوسرے کے دل کی بات جانتا ہو اور ہر ایک دوسرے سے دل میں مناظرہ کرتا ہو جیسا کہ حکمائے اشرافیین کے مابین مناظرہ ہوتا تھا تو یہ تعریف صادق نہیں آئے گی اس لیے کہ یہ خصومت قوی ہے جو دوسرے کے خلاف قائم کی جاتی ہے۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو اعتراض پر بحث کی گئی ہے اور یہ دونوں اعتراض عبارت میں موجود ہیں۔
(۱)۔ اعتراض اول..... اظہار اللصواب کی قید لگائی گئی ہے حالانکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دونوں فریق ایک دوسرے پر یا دونوں میں سے ایک فریق دوسرے پر الزام عائد کرتا ہے یا غلط ثابت کرنے کے لیے مناظرہ کرتا ہیں۔

جواب..... اگر دونوں فریق یا دونوں میں سے ایک غلط ثابت کرنے یا الزام عائد کرنے کے لیے مناظرہ کرے تو یہ مکابرہ یا مجادلہ کی تعریف میں شامل ہوگا اس تعریف سے خارج ہے اس لیے اظہار اللصواب کی قید درست ہے۔

(۲)۔ اعتراض ثانی..... مناظرہ ہمیشہ زبان سے نہیں ہوتا۔ کبھی قلب سے ہوتا ہے جیسا کہ حکمائے اشرافیین سے ثابت ہے اس لیے متخاصمین کہنا درست نہیں۔

جواب..... متخاصم سے مراد مطلق متخاصم ہے جس کا اطلاق متخاصم قوی اور متخاصم نفسی دونوں پر

ہوتا ہے اس لیے متخامنین میں وہ مناظرہ بھی شامل ہوگا جو دل سے ہو۔

ثم المراد بالنسبة النسبة الخبرية اعم من ان تكون حملية او اتصالية
او انفصالية

ترجمہ..... پھر نسبت سے مراد نسبت خبریہ ہے عام ازیں کہ وہ حملیہ سے ہو اتصالیہ یا
انفصالیہ سے ہو۔

تشریح

سطور مذکورہ میں نسبت پر بحث کی گئی ہے ہم اس مقام پر صرف حملیہ، اتصالیہ اور انفصالیہ سے
بحث کرتے ہیں نسبت کی بحث انشاء اللہ نقل کے بیان میں آئے گی۔

قضیہ کی اقسام..... چونکہ مناظرہ میں قضیہ اخیر سے بحث کی جاتی ہے اس لیے یہاں پر قضیہ
کی چند چیدہ چیدہ بحث تحریر کرتے ہیں جس سے مناظرہ میں بہت فائدہ ہوگا۔

قضیہ کی تعریف..... قضیہ وہ قول ہے جو صدق اور کذب کا احتمال علی سبیل البدلیت رکھے۔

فائدہ..... قضیہ کی دو قسمیں ہیں :- (۱) حملیہ (۲) شرطیہ

قضیہ حملیہ کی تعریف..... جس میں ایک شے کو دوسری شے کے لئے ثابت کرنے یا ایک شے کی
دوسری شے سے نفی کا حکم کیا جائے اثبات کی مثال زید قائم۔ نفی کی مثال زید لیس بقائم۔

فائدہ..... قضیہ حملیہ تین اجزاء سے مرکب ہوتا ہے محکوم علیہ جسے موضوع کہا جاتا ہے مثلاً زید
هو قائم اس مثال میں زید محکوم علیہ ہے کیونکہ قیام کا حکم زید پر لگا ہے اسی کو موضوع کہتے ہیں قائم
محکوم بہ ہے کیونکہ قیام زید کے ساتھ برقرار ہے اسے محمول کہتے ہیں ہو کی ضمیر جو زید اور قیام کے
درمیان ہے اسے رابطہ کہتے ہیں۔

قضیہ حملیہ کی باعتبار وجود موضوع تین قسمیں ہیں (۱) خارجیہ (۲) حقیقیہ (۳) ذہنیہ۔

قضیہ خارجیہ کی تعریف..... وہ قضیہ حملیہ جس کا موضوع خارج میں موجود ہو اور اس میں
حکم بھی باعتبار وجود خارجی کے لگایا جائے جیسے الانسان کاتب

قضیہ حقیقیہ کی تعریف..... وہ قضیہ حملیہ جس میں حکم باعتبار ثابت فی الواقع ہونے کے لگایا جائے قطع نظر وجود خارجی اور ذہنی کے جیسے الاربعۃ زوج۔

قضیہ ذہنیہ کی تعریف..... وہ قضیہ حملیہ جس کا موضوع ذہن میں موجود ہو اور اس میں حکم بھی باعتبار وجود ذہنی کے لگایا جائے جیسے الانسان کلی۔

فائدہ..... حمل کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) حمل بالاشتقاق (۲) حمل بالترتیب (۳) حمل بالمواطاة۔

حمل بالاشتقاق کی تعریف..... یہ وہ ہے جس میں شے محمول ہو مشتق کے ضمن میں۔ جیسے زید ناطق۔

حمل بالترتیب کی تعریف..... یہ وہ ہے جس میں شے محمول ہو ترکیبوں کے ساتھ جیسے خالد ذو مال میں ذو کے ساتھ۔ زید فی الدور میں فی کے ساتھ، المال لزید میں لام کے ساتھ، اُولَئِكَ عَلٰی هٰذِهِ مِنْ رَبِّهِمْ میں علی کے ساتھ، وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ میں با کے ساتھ، وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ میں کاف کے ساتھ۔

حمل بالمواطاة کی تعریف..... یہ وہ ہے جس میں شے محمول ہو بغیر واسطہ کے عمرو طیب یہ حملیہ کی چند چیدہ چیدہ تعریفات ہیں جن کو یاد رکھنا اشد ضروری ہے تاکہ مسائل پر غور کر سکیں کہ مدعی کے دعویٰ میں کون سی نسبت ہے اور ان نسبتوں میں سے اگر حملیہ کی نسبت ہے تو ان میں کون سا حمل پایا جا رہا ہے اسی طرح مدعی مسائل کے اعتراض پر غور کرے۔

(۳) قضیہ شرطیہ کی تعریف..... جس میں کسی شے کے ثبوت و عدم ثبوت کا حکم نہ لگایا جائے۔

فائدہ..... قضیہ شرطیہ کے تین اجزاء ہیں (۱) مقدم (۲) تالی (۳) رابطہ

ان كانت الشمس طالعة كان النهار موجود اس مثال میں ان كانت الشمس طالعة مقدم ہے كان النهار موجود اتالی ہے اور دونوں کے درمیان جو حکم پایا جا رہا ہے وہ رابطہ ہے۔ قضیہ شرطیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) موجبہ (۲) سالبہ۔

متصل موجبہ..... جس میں ایک نسبت کا ثبوت دوسری نسبت کے ثبوت کی تقدیر پر کیا جا رہا ہے

جیسے ان کان زید انساناً کان حیواناً زید کے انسان ہونے کی تقدیر پر اس کے لیے حیوانیت کا ثبوت کیا گیا۔

متصلہ سالبہ..... جس میں ایک نسبت کے عدم ثبوت کا حکم دوسری نسبت کی تقدیر پر کیا جائے جیسے لیس البتہ اذا کان زید انساناً کان فرساناً زید کے انسان ہونے کی تقدیر پر اس سے فرسیت کی نفی کی گئی ہے۔

شرطیہ منفصلہ کی تعریف..... جس میں دو چیزوں کے درمیان تثنائی یا سلب تثنائی کا حکم کیا جائے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ (۱) موجبہ (۲) سالبہ

منفصلہ موجبہ..... جس قضیہ میں دو چیزوں کے درمیان تثنائی کا حکم لگایا جائے جیسے هذا العدد اما زوج او فرد۔

منفصلہ سالبہ..... جس میں دو چیزوں کے درمیان تثنائی کے سلب کا حکم لگایا جائے جیسے یوں کہیں کہ یہ بات نہیں یا کہ سورج نکلا ہوا ہو یا دن موجود ہو یعنی ان دونوں میں کوئی تثنائی اور تضاد نہیں بلکہ دونوں ساتھ ساتھ ہو سکتی ہیں۔

قضیہ منفصلہ کی تین قسمیں ہیں (۱) حقیقیہ (۲) مانعۃ الجمع (۳) مانعۃ الخلو۔

حقیقیہ..... جس میں منافات یا عدم منافات صدق و کذب دونوں میں ہو جیسے هذا العدد اما زوج او فرد اس مثال میں دونوں کا اجتماع بھی محال ہے اور دونوں کا ارتقاغ بھی۔

مانعۃ الجمع..... جس قضیہ کے صرف صدق میں منافات یا عدم منافات ہو جیسے هذا الشیء اما شجر او خمر اس مثال میں کسی معین شے کے لیے شجر اور خمر دونوں ہونا ممکن نہیں ہے لیکن ممکن ہے کہ دونوں نہ ہو بلکہ کوئی حیوان ہو دور سے دیکھنے کی وجہ سے شجر یا خمر معلوم ہو رہا تھا۔

مانعۃ الخلو..... جس قضیہ کے صرف کذب میں منافات یا عدم منافات ہو یعنی دونوں کا ارتقاغ ممکن نہ ہو لیکن اجتماع ممکن ہو جیسے زید فی الماء ولا یغرق یہ ناممکن ہے کہ زید پانی میں نہ ہو اور غرق ہو جائے لیکن یہ ممکن ہے کہ پانی میں ہو اور غرق نہ ہو۔

واعلم انه كان ادا ب المصنفين ان يعرفوا المناظرة والاداب بقولهم

النظر من الجانبين في النسبة بين الشئين الظهارة للصواب ولما كان
يرد على ذلك ان النظر من الجانبين لا يصدق على ما اذا اقتصر
السائل على مجرد المنع وايضاً ان الجانبين اعم من المتخاصمين
والمناظرة لا توجد الا بينهما وان كان يمكن دفع الاول بارادة التفات
النفس الى المعاني من النظر دون ترتيب امور معلومة للتادي الى
المجهول ودفع الثاني بارادة المتخاصمين من الجانبين بحسب
متفاهم العرف عدل المصنف قدس سره عن القيدین و ذکر ما لا یرد
عليه شنی مما ذکرتم اعتراض عليه بانه قد يظهر ان المناظر غير
مصيب فخرج بقوله اظهارة للصواب

ترجمہ..... اور تو جان لے کہ بے شک مصنفین کی عادت ہے کہ مناظرہ کی تعریف اپنے
اس قول سے کرتے ہیں اظہار صواب کے لیے دو چیزوں کے درمیان کسی نسبت میں
جانبین کا غور و فکر کرنا اور اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ بے شک دونوں جانب سے
غور و فکر اس وقت صادق نہیں آتا جب سائل صرف منع پر اکتفاء کرے اور یہ بھی ہے کہ
جانبین متخاصمین سے عام ہے اور مناظرہ نہیں پایا جاتا۔ مگر ان ہی دونوں کے درمیان اول
اعتراض کو رفع کرنا ممکن ہے نفس کو معانی کی طرف متوجہ کرنے کا ارادہ کر کے نظر کا معنی کرنا
نہ کہ امور معلومہ کو اس انداز میں ترتیب دینا جس سے مجہول شے حاصل ہو اور دوسرے
کو رفع کیا جاسکتا ہے جب جانبین کہہ کر متخاصمین مراد ہو اس اعتبار سے جو عرف میں
سمجھا جاتا ہو مصنف نے ان دونوں قیدوں سے عدول کیا اس کو ذکر کیا جس پر کوئی
اعتراض نہیں پھر اس پر اعتراض ہوا کہ مناظرہ کبھی غیر مصيب ہوتا ہے پس اس اعتراض
کو اپنے اس قول سے نکالا اظهارة للصواب۔

تشریح

سطور مذکورہ میں عام مصنفین نے مناظرہ کی جو تعریف کی ہے اس تعریف سے مصنف شریفیہ
نے کیوں عدول کیا اس مسئلہ پر بحث کی گئی ہے۔

عام معنیٰ کی تعریف..... النظر من الجانبین فی النسبة بین الشئین اظہارا للصواب۔

ماتن کی تعریف..... توجه المتخاصمین فی النسبة بین الشئین اظہارا للصواب،
تعریف اول میں چونکہ نظر من الجانبین کا لفظ آیا ہے جس پر دو اعتراض قائم ہوتے ہیں اولاً اگر سائل صرف منع سے کام لے۔ نقض اور معارضہ قائم نہ کرے تو نظر من الجانبین نہیں پائی گئی اس اعتراض کا جواب یوں دیا جاسکتا ہے کہ نظر سے مراد التفات نفس الی المعانی ہے جو سب کو شامل ہے ثانیاً اگر کبھی استاد شاگرد کو سبق یاد کرانے کی غرض سے تکرار کرارہے ہوں نظر من الجانبین پائی جا رہی ہے لیکن مناظرہ کی تعریف صادق نہیں آتی اس کا جواب یوں دیا جاسکتا ہے کہ جانبین سے مراد متخاصمین ہے کیونکہ جانبین عام ہے اور متخاصمین خاص ہے لہذا عام بول کر خاص مراد لے سکتے ہیں کیونکہ قرینہ موجود ہے۔

مذکورہ دو اعتراضات کے پیش نظر ماتن نے النظر من الجانبین کی بجائے توجہ المتخاصمین لائے کہ اعتراض رفع ہو جائے۔

اعلم کا لفظ تشویق کے لیے لاتے ہیں تاکہ مبتدی اعلم کے بعد جو مسئلہ بیان کیا جا رہا ہے اسے شوق سے یاد کرے یا تنبیہ کی خاطر تاکہ مبتدی کو معلوم ہو جائے کہ اعلم کے بعد جو مسئلہ بیان کیا جا رہا ہے وہ خاص بات پر مشتمل ہے اس لیے اسے بغور مطالعہ کرو اور یاد رکھو۔

ولا يخفى ما فيه من الركابة حيث لا يلزم من كون الشيء غرضاً من فعل ان يوجد ذلك الغرض عقيب ذلك الفعل كما غرض كان ذلك المعترض من عرض هذا الكلام تخطية المعرفة العلامة ولم يحصل ما قصده من المرام ولله در المصنف عليه الرحمة حيث عرف المناظرة على وجه يفهم منه المناظر العلل الاربع لها فان التوجه علة صورية والمتخاصمین علة فاعلية والنسبة علة مادية واظهار للصواب علة غائية والقيد الاخير احتراز عن المجادلة والمكابرة

ترجمہ..... اور مخفی نہیں ہے کہ فعل سے شے کی غرض لازم نہیں آتی کہ فعل کے بعد غرض

لازم آئے جیسے کہ معترض نے اس کلام پر پیش کیا کہ علامہ کی تعریف میں خطا ہے اور مراد حاصل نہیں ہوتی اور مصنف کا کلام اللہ ہی کی طرف سے ہے مناظرہ کی تعریف اس حیثیت سے پیش کی کہ اس سے چاروں علتیں بھی سمجھ میں آگئیں پس بے شک توجہ علت صوری، متخاضمین علت فاعلی النسبہ علت مادی اور ظہار للصوصاب علت غائی ہے اور قید اخیر مجادلہ مکابرہ سے احتراز ہے۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں کا بیان ہے (۱) اعتراض (۲) علل اربع

(۱) اعتراض..... یہ ہے کہ کبھی مناظرہ مناظرہ کے باوجود درست باتوں کو نہیں مانتا یا کبھی چند امور کے پیش نظر حق ثابت نہیں ہوتا اول کبھی مدعی باطل دعویٰ کرتا ہے اور اسے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعویٰ غلط ہے لیکن اپنی لفاظی سے دعویٰ ثابت کرتا ہے۔ دوم مدعی کبھی دعویٰ حق باتوں کا کرتا ہے لیکن مد مقابل کو دلائل سے سمجھا نہیں سکتا۔ جس کی وجہ سے دعویٰ باطل کر دیا جاتا ہے حالانکہ دعویٰ صحیح تھا تو ان صورتوں میں مناظرہ غیر مصیب ہوتا ہے اور جب غیر مصیب ہوا تو اظہار اللصوصاب درست نہ ہوا۔

جواب..... شارح نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ضروری نہیں ہے کہ فعل کے بعد غرض لازمی طور پر پائی جائے کیونکہ کبھی دیکھا گیا ہے کہ باپ بیٹے کو ادب سکھانے کی خاطر مارتا ہے لیکن مار کے بعد بھی بیٹا بے ادب ہوا تو فعل سے انکار لازم نہیں آتا۔ اسی طرح استاد شاگرد کو سبق یاد کرنے کی خاطر مارتا ہے لیکن مار کے بعد بھی اگر سبق یاد نہ ہو تو مار سے انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ باپ اور استاد کی مار کی غرض ادب اور سبق ہے اگر یہ چیز نہ بھی پائی جائے تب بھی فعل سے انکار نہیں کر سکتے۔

(۲) علل اربع..... حد کے لئے چونکہ چار طرح کی علتوں کا ہونا ضروری ہے اور ماتن کی تعریف میں چاروں علتوں کا بیان ہے۔

اول	علت صوری	یہ لفظ توجہ سے حاصل ہو رہی ہے
دوئم	علت فاعلی	یہ لفظ متخاضمین سے حاصل ہو رہی ہے

سوئم	علت مادی	یہ لفظ نسبت سے حاصل ہو رہی ہے
چہارم	علت غائی	یہ کلمہ اظہاراً للصواب سے حاصل ہو رہی ہے
علل اربع کی وجہ حصر		

علت یا تو جزو شے ہوگی یا خارج، اول اگر شے کے ساتھ بالفعل قائم ہو جیسے تخت کی ہیئت تو علت صوری اور شے کے ساتھ بالقوہ قائم ہو جیسے لکڑی تو علت مادی دوم اگر شے کا وجود اس کے ساتھ قائم ہو جیسے نجار (بڑھی) تو علت فاعلی ہے اور شے اسی غرض کے لیے ہو جیسے جلوس (بیٹھنا) تو علت غائی ہے۔

ان چاروں علتوں میں سے دو علتیں ماہیت کے لئے ہیں (۱) علت صوری (۲) علت مادی اور دو علتیں غیر ماہیت کے لئے ہیں۔ (۱) علت فاعلی (۲) علت غائی

اعترض..... علت اور معلول میں علاقہ تباین کا ہوتا ہے اس لیے ان چاروں علتوں کے پیش نظر تعریف صحیح نہیں ہوگی۔

جواب..... یہ علتیں علی سبیل التشبیہ ہیں نہ کہ علی سبیل الحقیقت اس لیے اعتراض رفع ہو گیا

علامہ اور علام میں فرق

علامہ..... اس میں تا مبالغہ کے لیے ہے یعنی بہت جاننے والا۔ اصطلاحی طور پر علامہ اس کو کہتے ہیں جو عالم منقول اور عالم معقول دونوں ہو۔ اس لفظ کا اطلاق بندوں پر کیا جاتا ہے باری تعالیٰ کے لیے نہیں کیونکہ اس میں تا ہے جو کہ تانیث سے بھی مشابہ ہو سکتی ہے اس لیے ایسے الفاظ سے بچنے کا حکم ہے جس میں توحید پر کوئی خرابی آنے کا اندیشہ ہو۔

علام..... اس میں تا مبالغہ کے لیے نہیں ہے اور اس کا لغوی اور اصطلاحی معنی بھی وہی ہے جو اوپر گزر چکا ہے علام اور علامہ مبالغہ کا صیغہ فعال کے وزن پر ہے علام کا اطلاق خدا اور غیر خدا دونوں پر کیا جاسکتا ہے قرآن کریم میں علام کا استعمال اللہ عزوجل کے لیے آیا ہے رشیدیہ میں شارح نے ماتن کے لئے علام کا لفظ استعمال کیا ہے۔

قید آخر..... مناظرہ کی تعریف میں ماتن نے اظہاراً للصواب کی قید لگائی ہے اس قید سے

مکابہ اور مجادلہ نکل گیا کیونکہ ان دونوں میں اظہار الصواب کی بجائے الزام پایا جاتا ہے مکابہ اور مجادلہ کی بحث عنقریب آئے گی انشاء اللہ وہاں ان دونوں پر تفصیلی گفتگو ہوگی۔

وَلِلّٰهِ دَرُ الْمَصْنَفِ کلام عرب میں یہ جملہ کسی خوبی پر بولا جاتا ہے اللہ کو مقدم حصر کے لئے کیا ہے اس کا معنی یہ ہے اور اللہ ہی کے لئے مصنف کی خوبیاں ہیں چونکہ مناظرہ کی تعریف میں مصنف نے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے تمام اعتراضات بھی رفع ہو جاتے ہیں اور ہر اعتبار سے تعریف کی جامعیت اور مانعیت برقرار رہتی ہے اسی پر شارح نے وللہ در المصنف کہا۔

مناظرہ کی تعریف کا خلاصہ

ماتن نے مناظرہ کی جو تعریف پیش کی ہے منجملہ اس تعریف پر چھ اعتراضات وارد ہوئے اور ان چھ اعتراضات کے جوابات مع اعتراضات سابقہ اوراق میں گزر چکے ہیں۔

فالاول مافسره بقوله و المجادلة هي المنازعة لا لاظهار الصواب بل
لالزام الخصم فان كان المجادل مجيبا كان سعيه ان لا يلزم ويسلم عن
الزام الغير اياه وان كان سائلا كان سعيه ان يلزم الغير وقد يكون السائل
والمجيب كلاهما مجادلين فلذا قال قدس سره وهي المنازعة التي تدل
على المشاركة واما اذا كان المجادل احدهما فلما كان من شان غير
المجادل ان لا يتوجه الى قول المجادل ويعرض عنه غلب المجادل
واطلق صيغة المشاركة

ترجمہ..... پس اول کی تفسیر مصنف اپنے اس قول سے کرتے ہیں اور مجادلہ وہ جھگڑا ہے
اظہار صواب کے لیے نہیں بلکہ مد مقابل کو لا جواب کرنے کے لیے۔ پس اگر مجادل مجیب
ہو تو اس کی کوشش ہوگی کہ لا جواب نہ ہو اور مد مقابل کو لا جواب کر دے اور اگر سائل ہو
تو اس کی کوشش ہوگی کہ مد مقابل کو لا جواب کر دے اور کبھی مدعی اور سائل دونوں مجادل
ہوتے ہیں اس لیے ماتن نے کہا اور یہ منازعت ہے جو کہ مشارکت پر دلالت کرتی ہے۔
اور جب ان دونوں میں سے ایک مجادل ہو تو جو غیر مجادل ہوگا اسکی شان میں سے یہ ہے کہ

وہ مجادل کے قول کی جانب توجہ نہ کرے اور اس سے اعراض کرے کہ مجادل غالب آئے اور مشارکت کے صیغہ کا اطلاق کیا گیا ہے۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں پر بحث کی گئی ہے۔ (۱) مجادلہ کی تعریف۔ (۲) مجادلہ کس طرف سے واقع ہوتا ہے۔

مجادلہ کی تعریف..... مآتن نے مجادلہ کی تعریف میں خصوصیت کے ساتھ دو یا تین باتیں بتائی ہیں اول یہ بات کہ مجادلہ کسی چیز کو درست کرنے کے لیے نہیں ہوتا ہے دوم یہ بات کہ ہر ایک چاہتا ہے کہ مد مقابل کو لا جواب کر دیا جائے اس کے لئے کبھی جانہیں کی طرف سے ایسی واہیات باتیں رونما ہوتی ہیں جسے ایک شریف آدمی بالکل پسند نہیں کرتا۔

مجادلہ کس کی طرف سے واقع ہوتا ہے؟

مجادلہ واقع ہونے کی مندرجہ ذیل تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت..... مجادلہ مجیب یعنی مدعی کی جانب سے واقع ہو اس صورت میں مدعی اپنے دعویٰ کو دلائل سے ثابت کرنے کے بجائے مد مقابل یعنی سائل کو لا جواب کرنیکی کوشش کرتا ہے اور سائل پر الزام عائد کرتا ہے جس کے سبب کبھی دونوں فریق باہم دست و گریباں بھی ہو جاتے ہیں۔

دوسری صورت..... مجادلہ سائل کی طرف سے واقع ہو اس صورت میں مدعی نے اپنے دعویٰ پر جو دلائل قائم کئے ہوں۔ سائل اس کا نقض یا معارضہ کرنے کی بجائے مد مقابل یعنی مدعی پر الزامات عائد کرتا ہے اور لا جواب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

تیسری صورت..... مدعی اور سائل دونوں کی طرف سے واقع ہو اس صورت میں ہر دو فریق دلائل قائم کرنے کی بجائے ایک دوسرے کو لا جواب کرنے کی کوشش کرتا ہے دونوں طرف سے مجادلہ واقع ہونا لفظ منازعت سے حاصل ہوا کیونکہ یہ باب مفاصلہ کا مصدر ہے اور اس باب کی خصوصیات میں سے ایک مشارکت بھی ہے۔

مجادلہ کا حکم..... ہر قسم کے مجادلہ سے بچنا چاہئے ورنہ مجادل اپنے مشن میں کامیاب

ہو جاتا ہے اولاً اس لیے کہ مجادل سے بحث کی وجہ سے اسے بھی مجادل کہا جائیگا ثانیاً مجادل چاہتا تھا کہ فریق ثانی کو مجادل بنادے جس میں وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔

والثانی ما بینہ بقولہ والمکابرة هذه ای المنازعة لا لظہار الصواب الا انه لا لالزام الخصم ایضاً کما انه لیس لظہار الصواب وتذکیر الضمیر فی انه لان المصدر ذا التاء یذکر ویؤنث

ترجمہ..... اور ثانی جسے مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا اور مکابرہ یہی یعنی منازعت ہے اظہار صواب کے لیے نہیں اور مد مقابل کو لا جواب کرنے کے لیے بھی نہیں۔ جیسا کہ بے شک وہ اظہار صواب کے لئے نہیں ہے اور نہ میں ضمیر کا مذکر لانا اس لیے ہے کہ بے شک مکابرہ تا والا مصدر ہے مذکر اور مؤنث دونوں ہوتے ہیں۔

تشریح

طور مذکورہ میں دو چیزوں کا بیان ہے، ۱- مکابرہ کی تعریف ۲- انہ کی ضمیر کا مرجع ۱- مکابرہ کی تعریف..... ماتن نے مکابرہ کی جو تعریف پیش کی ہے اس تعریف کی روشنی میں مکابرہ اور مجادلہ میں یہ فرق معلوم ہوتا ہے کہ مجادلہ میں لا لظہار الصواب اور الزام خصم دونوں ہوتے ہیں جبکہ مکابرہ میں الزام خصم نہیں ہوتا۔ اس لحاظ سے مجادلہ عام ہے اور مکابرہ خاص ہے۔

مناظرہ، مجادلہ اور مکابرہ میں نسبت

اول..... مناظرہ، مکابرہ اور مجادلہ کے درمیان نسبت تباین کی ہے کیونکہ مناظرہ میں ضروری ہے کہ جانبین کی طرف سے اظہار صواب کے لئے ہو اسی طرح مجادلہ میں ضروری ہے کہ جانبین کی طرف سے ارادہ الزام کا ہو اور مکابرہ میں ضروری ہے کہ الزام نہ ہو اور اظہار صواب بھی نہ ہو۔

دوم..... ان تینوں میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔

(۲) انہ کی ضمیر کا مرجع..... انہ میں ضمیر مذکر ہے اور اس کا مرجع مکابرہ ہے جو کہ مؤنث ہے اس لیے ضمیر مذکر کا مؤنث کی طرف لوٹنا نا صحیح نہیں شارح اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے

ہیں کہ جب مصدر ذوالتاء ہو تو اس کو مذکر اور مؤنث دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں اس لیے مکابرہ کی طرف مذکر کی ضمیر کو لوٹا دیا۔

ثم لما فرغ من تعريف المناظرة و ضديها الذين بهما تبين حقيقتها كما قال المحققون حقائق الاشياء تبين باضدادها و كان النقل من الكتاب او من الشقة في زماننا اولى من الاثبات بالدليل لكونه مفضيا الى كثرة النزاع اردفه بتعريفه فقال والنقل هو الاتيان بقول الغير على ما هو عليه بحسب المعنى مظهرا انه قول الغير يريد انه لا يلزم في النقل الاتيان بقول الغير بحيث لا يتغير لفظه بل انما يلزم الاتيان به على وجه لا يتغير معناه مع ذالك يلزم اظهار انه قول الغير كان يقول مثلاً قال ابو حنيفة رحمة الله تعالى النية في الوضوء ليست بفرض واما الاتيان بقول الغير على وجه لا يظهر منه انه قول الغير لا صريحاً ولا ضمناً ولا كنايةً ولا اشارة فهو اقتباس والمقتبس مدع في اصطلاحهم

ترجمہ..... پھر جب فارغ ہوئے مناظرہ اور اس کی دونوں ضدوں کی تعریف سے جس سے مناظرہ کی حقیقت واضح ہو جائے جیسا کہ محققین نے کہا کہ چیزوں کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے اس کی ضدوں سے اور نقل قرآن اور ثقہ لوگوں کی کتاب سے ہمارے زمانے میں عقلی دلائل سے بہتر ہے کیونکہ عقلی دلائل کثرت نزاع کی طرف لے جاتے ہیں اس لیے مناظرہ کے بعد نقل کی تعریف کی۔ پس کہا اور نقل غیر کے قول کو اسی انداز میں لانا جس پر وہ ہے بحسب معنی ظاہر ہو کہ وہ غیر کا قول ہے ارادہ کرتے ہیں کہ نقل میں غیر کے قول کو اسی انداز میں لانا ضروری نہیں جس سے اس لفظ کے لفظ میں تبدیلی ہو بلکہ لازم ہے ایسے انداز میں لانا جس سے معنی تبدیل نہ ہو اور ساتھ ہی ظاہر ہو کہ یہ غیر کا قول ہے مثلاً کوئی شخص کہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وضو میں نیت فرض نہیں ہے اور غیر کے قول کو اس انداز سے لانا کہ ظاہر نہ ہو کہ یہ غیر کا قول ہے نہ صراحۃً نہ ضمناً نہ کنایۃً اور نہ اشارةً تو وہ اقتباس ہے اور اہل مناظر کی اصطلاح میں مدعی کو مقتبس کہتے ہیں۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں پر بحث کی گئی ہے (۱) ماقبل سے مطابقت (۲) نقل کی تعریف۔

(۱) ماقبل سے مطابقت جب مآتن مناظرہ اور اسکی دونوں ضدوں یعنی مجادلہ اور مکابرہ کی تعریف سے فارغ ہوئے تو نقل کی تعریف کی اس کے علاوہ اور چیزوں کی تعریف کیوں نہیں کی تو اس کا جواب دیتے ہوئے شارح کہتے ہیں کہ دلائل دو طرح کے ہوتے ہیں ایک نقلی جیسے قرآن و حدیث اور ثقہ کتابوں سے دوسرے عقلی جسے انسان اپنی عقل سے مطابقت کر کے سمجھاتا ہے ان دونوں دلیلوں میں سے اصل نقلی دلیل ہے بالخصوص ہمارے زمانے میں کیونکہ ہر آدمی عقلی دلیل کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتا لیکن قرآن و حدیث کے دلائل کو ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے لہذا عقلی دلیل پر نقلی دلیل مقدم ہے اور چونکہ مناظرہ کی حقیقت دلائل قائم کرنا ہے اس لیے مناظرہ کی تعریف کے بعد نقل کی تعریف پیش کی۔ یہ ہے ماقبل سے مطابقت کی صورت۔

(۲) نقل کی تعریف مآتن نے نقل کی جو تعریف کی ہے اس سے دو فائدے حاصل ہوئے اولاً بحسب المعنی کی قید سے یہ حاصل ہوا کہ قول غیر کو لفظ لانا ضروری نہیں جبکہ معنی میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہو ثانیاً مظہر ابنہ قول الغیر سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ قول غیر ایسی وجہ پر ہونا ضروری ہے جس سے ظاہر ہو کہ غیر کا قول ہے اس کی مثال یوں سمجھیں کہ ایک آدمی مناظرہ کرتا ہوا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتا ہے قال ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ النیۃ فی الوضوء لیست بفرض مذکورہ عبارت اگرچہ ان الفاظ کے ساتھ فقہ یا اصول فقہ کی کسی کتاب سے ثابت نہ ہو لیکن معنی کے اعتبار سے ثابت ہو تو اسے نقل کہا جائے گا سائل کا یہ اعتراض بے جا ہوگا کہ ان ہی الفاظ کے ساتھ امام صاحب کا قول دکھاؤ بلکہ سائل یہ کہہ سکتا ہے کہ کس کتاب میں ہے مدعی یہ کہے کہ ہذا یہ میں پھر سائل کہے ہذا یہ دکھاؤ مدعی دکھا دے گا نقل کی ذمہ داری ادا ہوگئی یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ ناقل کے ذمہ صرف کتاب دکھا کر نقل عبارت کی تصحیح ہے اس حکم کی علت نہیں ہے مثلاً: امام صاحب نے فرمایا کہ وضو میں نیت فرض نہیں ہے ناقل کے ذمہ صرف کتابوں سے اتنا ثابت کرنا کافی ہے نیت فرض کیوں نہیں ہے اس کی علت بیان کرنا نقل کی ذمہ داری نہیں ہے۔

اقتباس کی تعریف غیر کے قول کو اس انداز سے نقل کرنا جس سے صراحۃً، ضمناً، کنایۃً

اس اشارت سے یہ ثابت نہ ہو کہ غیر کا قول ہے اقتباس کہلاتا ہے۔

نقل پر تقریر آخر

جب انسان کلام کرتا ہے تو اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں اول مہملات جیسے جسق، مسق وغیرہ دوم موضوعات۔ اول بحث سے خارج ہے ثانی کی پھر دو صورتیں ہوں گی اول مفرد جیسے لفظ زید دوم مرکب۔ ثانی کی پھر دو صورتیں ہوں گی اول مرکب تام دوم مرکب غیر تام جیسے غلام زید اول کی دو صورتیں ہوں گی خبر جیسے زید قائم انشاء جیسے اضرب تو مار پس انسان اگر کلام تام خبری سے کرے تو دو حال سے خالی نہ ہوگا یا تو ناقل ہوگا یا مدعی اور مفرد، مرکب غیر تام میں حکم مفقود ہے اس لیے دعویٰ اور نقل جاری نہیں ہو سکتا لہذا اہل مناظرہ مرکب تام سے بحث کرتے ہیں خواہ نظری ہو یا بدیہی غیر اولی۔

ثم اعلم انه بعد ما نقل احد المتخاصمين قولاً ان كانت صحته وكونه مطابقاً للواقع معلومة للآخر فلا يصح طلب تصحيحه فانه مع العلم بذلك طلب تصحيحه كان مكابراً او مجادلاً وان لم تكن معلومة لا بد له من طلب التصحيح والالتم يكن مناظراً ولذا اردف قدس سره تعريف النقل بتعريف التصحيح فقال تصحيح النقل هو بيان صدق نسبة ما الى قول نسب الى المنقول عنه قوله تصحيح النقل اولي من قول القاضي العضد صحة النقل لان الظاهر منه كون النقل صحيحاً ولا يطلب ذالك بل يطلب التصحيح وهو اظهر ان مانسب الناقل الى المنقول عنه منسوب اليه في نفس الامر فافهم وترك العطف لان التصحيح من متعلقات النقل

ترجمہ..... پھر تو جان متخاصمین میں سے کسی ایک کی نقل کے بعد اگر اس کی صحت اور اس کا واقع کے مطابق ہونا دوسرے کو معلوم ہو تو طلب تصحیح صحیح نہیں ہے پس بے شک علم ہونے کے باوجود تصحیح طلب کرنا یا تو مکابرہ ہوگا یا مجادلہ اور اگر معلوم نہ ہو تو طلب تصحیح ضروری ہے ورنہ مناظرہ نہ ہوگا اس لیے مصنف نے نقل کی تعریف کے بعد تصحیح نقل کی تعریف کی۔ پس کہا تصحیح نقل وہ بیان ہے جس میں قول کی نسبت منقول عنہ کی

طرف صدق کیساتھ ثابت کرنا ہے اور مصنف کا تصحیح نقل کہنا بہتر ہے قاضی عضد الدین کے صحیح النقل کہنے سے۔ اس لیے کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے نقل کا صحیح ہونا اور اس سے یہ طلب نہیں کرتے بلکہ تصحیح طلب کرتے ہیں اور وہ ناقل کی نسبت منقول عنہ کی طرف منسوب الیہ نفس الامر میں ظاہر کرنا ہے پس اس پر غور کرو اور حرف عطف کو ترک کیا اس لیے کہ تصحیح نقل کے متعلقات میں سے ہے۔

تشریح

سطور مذکورہ میں تین چیزوں کا بیان ہے

(۱) ماقبل سے مطابقت (۲) قیودات کے فوائد (۳) حرف عاطفہ کا ترک

(۱) ماقبل سے مطابقت..... مدعی جب اپنے دعویٰ پر دلیل نقل کرے گا تو سائل کو حق حاصل ہے کہ نقل کی تصحیح طلب کرے مثلاً: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ فاسق معلن کی امامت مکروہ ہے سائل یہ سن کر کہے گا کہ امام صاحب کا یہ قول کس کتاب میں ہے؟ مدعی کہے گا حدایہ اولین میں ہے اب اگر ہدایہ اولین میں امام صاحب کا مذکورہ قول مل جائے تو تصحیح ہے اس مثال سے دو باتیں سامنے آئیں اول یہ کہ مدعی نے اپنے دعویٰ پر امام صاحب کا قول نقل کیا دوم یہ کہ قول کی تصحیح ہدایہ اولین سے کی چونکہ نقل کے بعد تصحیح نقل کی ضرورت پڑتی ہے اس لیے ماتن نے نقل کے بعد تصحیح نقل کی تعریف پیش کی۔

(۲) قیودات کے فوائد..... ماتن نے تصحیح کا لفظ استعمال کیا ہے جس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ منقول کو نفس الامر میں ثابت کیا جائے حالانکہ قاضی عضد الدین نے صحیحۃ النقل کہا ہے اور صحیحۃ النقل کہنے سے نقل کا صحیح ہونا ظاہر ہوتا ہے جو کہ اس مقام پر مطلوب نہیں ہے اس لیے صحیحۃ النقل سے بہتر ہے کہ تصحیح نقل کہا جائے اور ماتن نے یہی کہا ہے۔

(۳) حرف عاطفہ کا ترک..... ماتن نے نقل کی تعریف کے بعد تصحیح نقل کی تعریف کی تو درمیان میں حروف عاطفہ میں سے کوئی حرف نہیں لائے اس کی وجہ یہ ہے کہ تصحیح نقل دراصل نقل ہی کے متعلقات میں سے ہے اس لیے حرف عاطفہ لا کر تغایر پیدا نہیں کیا۔

والمدعی من هذا أولى من قول البعض مالا ن المناظرة انما تكون بين
ذوات العقول نصب نفسه لاثبات الحكم ای تصدی لان یثبت الحكم
الخبری الذی تکلم به من حیث انه اثبات فلا یرد ما قبل انه یرد صدق هذا
التعریف علی الناقض بالنقض الاجمالی والمعارض وهما لیسابمدعیین
فی عرفهم لانها لم یصدیا لاثبات الحكم من حیث انه اثبات بل من
حیث انه نفی لاثبات حکم تصدی باثباته الخصم ومن حیث انه معارضة
لدلیلة بالدلیل فیما اذا کان الحكم نظر یا والتنبیه فیما اذا کان بذیهیا
غیر اولی قال المصنف فیما نقل عنه فیہ مسامحة لان التنبیه لا یفید
الاثبات کما سیجئنی تم کلامه

ترجمہ..... اور مدعی وہ ہے جو یہ بہتر ہے ان بعض کے قول سے جس میں کہا گیا ہے ما
اس لیے کہ مناظرہ ذوی العقول کے درمیان ہوتا ہے اپنے آپ کو حکم کے اثبات کے لئے
نصب کرے یعنی روک لے اس لیے کہ وہ حکم خبری کو ثابت کرتا ہے وہ جس میں کلام کرے
گا اس حیثیت سے کہ یہ ثابت ہے پس اعتراض نہیں وارد ہوگا جو کہ کہا گیا ہے کہ یہ تعریف
ناقض بالنقض الاجمالی اور معارض پر صادق آرہی ہے حالانکہ یہ دونوں اہل مناظرہ کی
اصطلاح میں مدعی نہیں ہے اس لیے کہ دونوں نے اپنے آپ کو مقرر نہیں کیا ہے ایسے حکم
کے اثبات کے لئے جس کو ثابت کرنا ہے بلکہ وہ اپنے آپ کو مقرر کرتے ہیں اس حیثیت
سے کہ بے شک وہ نفی ہے اثبات حکم کے لئے مد مقابل نے اپنے آپ کو نصب کیا اس کے
اثبات کے لئے اور اس حیثیت سے کہ بے شک وہ معارض ہے دلیل سے دلیل کے لئے
ان میں جب حکم نظری ہو یا تنبیہ ان میں جب حکم بدیہی غیر اولی ہو اور مصنف نے اس
میں کہا جو ان سے نقل ہے اس میں تسامح ہے اس لیے کہ تنبیہ اثبات کا فائدہ نہیں دیتی جیسا
کہ عنقریب آئے گا مصنف کا کلام مکمل ہوا۔

تشریح

سطور مذکورہ میں تین چیزوں پر بحث کی گئی ہے۔

(۱) مدعی کی تعریف پر تبصرہ (۲) اعتراض (۳) مناظرہ کن امور میں ہونا چاہئے

(۱) مدعی کی تعریف پر تبصرہ..... مدعی کی تعریف ماتن نے ان الفاظ میں کی ہے۔ والحمدی من نصب نفسه لاثبات الحكم بالدلیل او التنبیه اس تعریف میں من کا لفظ ماتن نے استعمال کیا جبکہ بعض لوگوں نے من کے بجائے ما کا لفظ استعمال کیا ہے من ذوی العقول کے لئے اور ما غیر ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتا ہے مناظرہ چونکہ ذوی العقول کے مابین ہوتا ہے اس لئے شارح کہتے ہیں کہ یہ تعریف اولیٰ ہے دوسروں کی تعریف سے ما کا استعمال اگرچہ مجازی طور پر ذوی العقول کے لئے آتا ہے لیکن حقیقی استعمال غیر ذوی العقول میں ہی ہے اس لیے جب حقیقت سمندر نہ ہو تو مجاز کی طرف جانا جائز نہیں ہے اس لیے من کا استعمال بہ نسبت ما کے اولیٰ ہے۔

(۲) اعتراض..... یہاں پر ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ مدعی کی یہ تعریف ناقض بالنقض الاجمال اور معارض پر صادق آتی ہے۔

جواب..... اس کا جواب شارح کی کتاب میں موجود ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ناقض بالنقض الاجمالی اور معارض نے اپنے آپ کو کسی حکم کے اثبات کے لئے نصب نہیں کیا بلکہ یہ دونوں حکم کی نفی کرنا چاہتا ہے اس لیے مدعی کی تعریف ان دونوں پر صادق نہیں آتی نقض اجمالی اور معارضہ کی تعریف انشاء اللہ عنقریب آئے گی۔

(۳) مناظرہ کن امور میں ہونا چاہئے..... مناظرہ دو ہی پر ہو سکتا ہے اول نظری مجہول۔ مثلاً العالم متغیر و کل متغیر حادث نتیجہ العالم حادث یعنی عالم متغیر ہے اور ہر وہ جو متغیر ہے حادث ہوتا ہے نتیجہ یہ نکلا کہ عالم حادث ہے حکماء کے دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ العالم مستغن عن المؤثر و کل ما هذا شأنه فهو قديم نتیجہ العالم قدیم یعنی عالم اثر قبول کرنے سے مستغنی ہے اور ہر وہ جس کی یہ شان ہو وہ قدیم ہوتا ہے نتیجہ یہ نکلا کہ عالم قدیم ہے اب اس نظریہ پر مناظرہ ہوگا کیونکہ ہر ایک دوسرے سے متصادم ہے دوم بدیہی غیر اولیٰ مثلاً حقائق الاشياء ثابتة یعنی اشیاء کی حقیقتیں ثابت ہیں سوفسطائی کہے کہ ہم نہیں مانتے کہ اشیاء کی حقیقت ثابت ہے اور یہ کس تنبیہ سے ثابت ہوتا ہے چونکہ دونوں بدیہی غیر اولیٰ میں مختلف ہو گئے اس لیے اب اس میں مناظرہ ہوگا۔

بدیہی غیر اولی..... بدیہی غیر اولی ایسی چیزوں کو کہتے ہیں جس میں کوئی خفا ہو عقل اگر معمولی توجہ ڈالے تو خفاء دور ہو جائے مثال گزر چکی ہے۔

بدیہی اولی..... بدیہی اولی ایسی چیزوں کو کہتے ہیں جس میں کوئی خفا نہ ہو اور عقل بغیر غور و فکر کے اسے حاصل کرے مثلاً: سورج نکلا ہوا ہو۔ اب سورج نکلنے پر مناظرہ نہیں ہوگا کیونکہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کو آدمی غور و فکر کے بعد حاصل کرتا ہے۔

انتباہ..... مناظرہ اگر نظری مجہول پر ہو تو مدعی اسے دلائل سے ثابت کرے گا اور اگر بدیہی غیر اولی پر ہو تو مدعی تنبیہ سے ثابت کریگا اس لیے ماتن نے تعریف میں بالدلیل اور التنبیہ فرمایا۔

فان قلت لما كان التنبيه غير مفيد للاثبات لا يصح تعلق قوله بالتنبيه بقوله
لا ثبات للحكم فكيف حكم بالمسامحة التي هي ارادة خلاف الظاهر قلت
يمكن تصحيح التعلق بارادة عموم المجاز في الاثبات بان يراد بالاثبات
تمكين الحكم في ذهن المخاطب وذلك قد يكون بالاثبات وقد يوجد
بالاظهار ثم عرف مولانا عصام الملة والدين في شرحه للرسالة العضدية
المدعى بقوله هو من يفيد مطابقة النسبة للواقع وقيل فيه نظر اذ هو يصدق
على كل من قال بجمل لا فادتها كلها الصديق بالاتفاق ولكن بعضها لا يدعى
بها الصديق كاطراف الشرطيات فلا يكون التعريف مطردا اقول معنى كلامه
ان المدعى من تصدى نفسه لافادة مطابقة النسبة الخبرية للواقع على ان
اطراف الشرطيات حين كونها اطرافا لها ليست بجمل ثم المدعى ان شرع
في الدليل الانبي يسمى مستدلا وان شرع في الدليل اللمی يسمى معللا قد
يستعمل كل منهما مقام الآخر بمعنى المتمسك بالدليل مطلقا

ترجمہ..... پس اگر تو کہے کہ تنبیہ اثبات کے لئے غیر مفید ہے اس لیے ماتن کے قول او
نسبہ کو لا ثبات الحکم کے متعلق بتانا درست نہیں تو کیسے مسامحت کے ساتھ حکم کا
فائدہ ہوگا اور وہ ظاہر کے خلاف ارادہ کرنا ہے میں کہتا ہوں اثبات میں عموم مجاز کے ارادہ
کے ساتھ تعلق کا صحیح ہونا ممکن ہے اثبات سے مراد مخاطب کے ذہن میں حکم کو قائم رکھنا ہے

اور یہ کبھی اثبات ہوتا ہے اور کبھی یہ اظہار کیساتھ پایا جاتا ہے پھر مولانا عصام الدین نے اپنے رسالے عضد یہ میں مدعی کی تعریف اس قول کے ساتھ کی کہ مدعی وہ ہے جو واقع کے لیے نسبت کے مطابق ہونے کا فائدہ دے اور کہا گیا ہے کہ اس میں غور و فکر ہے جبکہ یہ تعریف ہر اس شخص پر صادق آتی ہے جو چند جملے کہے اس کے لئے جس میں سب کے سب بالاتفاق صادق ہوں لیکن اس کے بعض کے بارے میں صدق کا دعویٰ نہیں کیا گیا ہے جیسے شرطیات کے اطراف۔ پس تعریف دخول غیر سے مانع نہیں میں کہتا ہوں ان کے کلام کا معنی یہ ہے کہ بے شک مدعی وہ ہے جس نے اپنے آپ کو پابند کیا واقع کے لیے نسبت خبریہ کے مطابق ہونا اس پر کہ بے شک اطراف شرطیات اس حیثیت سے کہ اطراف جمل نہیں پھر مدعی اگر دلیل انی شروع کرے تو اس کا نام مستدل ہے اور اگر دلیل لمی شروع کرے اس کا نام معلل ہے اور کبھی ان میں ہر ایک دوسرے مقام میں استعمال ہوتا ہے یعنی مطلق دلیل پکڑنے کے معنی میں۔

تشریح

سطور مذکورہ میں تین چیزوں پر بحث کی گئی ہے

(۱) اعتراض (۲) مولانا عصام صاحب کی تعریف (۳) دلیل کی قسمیں

(۱) اعتراض..... اس اعتراض کا جواب مصنف نے خود دیا ہے اور اعتراض ہذا مصنف کی

حاشیہ منہیہ سے منقول ہے رشیدیہ کی عبارت میں اعتراض مع جواب منقول ہے۔

تساح کی تعریف..... ظاہر کے خلاف معنی کا ارادہ کرنا تساح کہلاتا ہے۔

عموم مجاز کی تعریف..... عموم مجاز اس مجاز کو کہتے ہیں جس میں حقیقت کے افراد بھی شامل

ہوں مثلاً: اگر کوئی آدمی حلف اٹھائے کہ گندم نہیں کھائے گا تو ایسی صورت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ

علیہ کے نزدیک عین گندم کھانے سے حانت ہوگا اور روٹی کھانے سے حانت نہیں ہوگا۔ صاحبین

کے نزدیک روٹی کھانے سے بھی حانت ہوگا کیونکہ یہاں عموم مجاز پایا جا رہا ہے۔

(۲) مولانا عصام کی تعریف..... رسالہ عضد یہ میں مولانا عصام نے مدعی کی جو تعریف کی

ہے اس تعریف پر ایک اعتراض واقع ہوتا ہے شارح نے اعتراض نقل کر کے اس کا جواب دیا ہے جو کہ رشیدیہ کی عبارت میں موجود ہے۔

اطراف شرطیات..... اطراف شرطیات سے مراد مقدم اور تالی ہے جیسے کانت الشمس طالعة اس مثال میں شمس مقدم ہے اور طالعة تالی کیونکہ قضیہ شرطیہ میں پہلے جزء کو مقدم اور دوسرے جزء کو تالی کہتے ہیں

(۳) دلیل کی قسمیں..... دلیل کی قسمیں حسب ذیل ہیں۔

اول عقلی..... یہ اس دلیل کو کہتے ہیں جس میں صغریٰ اور کبریٰ دونوں عقلی ہوں جیسے العالم متغیر و کل متغیر حادث اس مثال میں العالم متغیر صغریٰ ہے اور کل متغیر حادث کبریٰ ہے۔

دوم عقلی نقلی..... یہ اس دلیل کو کہتے ہیں جس میں صغریٰ یا کبریٰ دونوں میں سے ایک عقلی ہو اور ایک نقلی جیسے شواہد کا کہنا۔ النیۃ فی الوضوء شرط لانہ عمل وانما الاعمال بالنیات اس مثال میں النیۃ فی الوضوء شرط لانہ عمل صغریٰ ہے انما الاعمال بالنیات کبریٰ ہے صغریٰ عقلی ہے اور کبریٰ نقلی ہے یا اس کے عکس۔

سوم نقلی..... یہ اس دلیل کو کہتے ہیں جس میں صغریٰ اور کبریٰ دونوں نقلی ہوں جیسے تارك المأمور عاص و کل عاص يستحق العقاب اس مثال میں تارك المأمور عاص صغریٰ ہے اور یہ اللہ کے فرمان افْعَصَيْتَ اَمْرِي سے ماخوذ ہے۔ کل عاص يستحق العقاب کبریٰ ہے اور یہ اللہ کا فرمان وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ سے ماخوذ ہے۔

دلیل عقلی کی دو قسمیں ہیں (۱) دلیل لمی (۲) دلیل انی

(۱) دلیل لمی..... یہ اس دلیل کو کہتے ہیں جس میں علت سے معلول پر استدلال کیا گیا ہو جیسے هذا متعفن الاخلاط و کل متعفن الاخلاط فهو محموم فهذا محموم اس مثال میں هذا محموم معلول ہے اور متعفن الاخلاط علت ہے علت سے معلول پر استدلال کیا۔

(۲) دلیل انی..... یہ اس دلیل کو کہتے ہیں جس میں معلول سے علت پر استدلال کیا گیا ہو جیسے هذا محموم و کل محموم متعفن الاخلاط فهذا متعفن الاخلاط اس مثال کو سمجھنے

کے لئے دلیل لمی کو عکس کر کے سمجھیں دوسرے الفاظ میں یوں کہیں کہ استاد شاگرد سے کہتا ہے کہ مدرسہ کیوں نہیں آتے شاگرد کہتا ہے کہ مدرسہ میں پڑھائی نہیں ہوتی اس لیے نہیں آتا اب استاد عکس کر کے یوں کہے کہ جب تم نہیں آؤ گے تو پڑھائی کیا ہوگی۔

انتباہ: مدعی اگر دلیل لمی قائم کرے تو اسے معلل کہا جاتا ہے اور اگر دلیل انی قائم کرے تو مستدل کہا جاتا ہے۔

والسائل من نصب نفسه لنفي اي لنفي الحكم الذي ادعاه المدعي
بلا نصب دليل عليه فعلى هذا يصدق على المناقض فقط وقد يطلق
ما هو اعم وهو كل من تكلم على ما تكلم به المدعي اعم من ان يكون
مانعا او ناقضا او معارضا

ترجمہ..... اور سائل وہ ہے جس نے اپنے آپ کو پابند بنایا ہو اس کی نفی کے لئے یعنی ایسے حکم کی نفی کے لیے جس کا دعویٰ مدعی نے کیا ہو اس پر بغیر دلیل قائم کئے۔ پس اس تعریف پر صرف مناقض صادق آتا ہے اور کبھی عمومی طور پر اس کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوتا ہے جس نے مدعی کے خلاف کلام کیا ہو یا خواہ وہ مانع ہونا مقصود ہو یا معارض ہو۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں پر بحث کی گئی ہے (۱) سائل کی تعریف (۲) اعتراض

- ۱۔ سائل کی تعریف:- سائل کی تعریف متن کتاب میں موجود ہے یعنی سائل وہ ہے جو اپنے آپ کو مدعی کے دعویٰ میں جو حکم ہے اسکی نفی کا پابند بنالے سائل اور مدعی کی تعریف سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مدعی کے ذمہ اپنے دعویٰ کے حکم پر دلیل قائم کرنا ہے اور سائل کے ذمہ تین باتیں ہیں،
- ☆ اول نفی..... یعنی مدعی نے جو دلیل قائم کی ہے اس دلیل کو باطل کرے۔
- ☆ دوم منع..... یعنی مدعی نے جو دعویٰ کیا ہے اس دعویٰ کے حکم پر دلیل طلب کرے۔
- ☆ سوم معارضہ..... یعنی مدعی نے جو دعویٰ کیا ہے جس قسم کی دلیل قائم کی ہے اسی قسم کی دلیل سائل قائم کرے ان تینوں پر تفصیلی گفتگو انشاء اللہ عنقریب کی جائے گی۔

☆ اعتراض..... جیسا کہ اوپر کی بحث سے معلوم ہو چکا ہے کہ سائل کے ذمہ تین چیزیں ہیں لیکن سائل کی مذکورہ تعریف سے صرف اس کا منقض ہونا ثابت ہو رہا ہے باقی دو پر اس کا اطلاق نہیں ہو رہا ہے۔

جواب..... شارح علیہ الرحمۃ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کبھی عمومی طور پر مطلق سائل کا لفظ ایسے شخص پر بولا جاتا ہے جو بغیر کسی قید کے مدعی کے دعویٰ کے حکم کی نفی کرتا ہو ایسی صورت میں سائل کا اطلاق متذکرہ تینوں چیزوں پر یعنی ناقض، معارض اور مانع پر ہو جائے گا جو اعتراض وارد ہوا تھا وہ رفع ہو گیا۔

والدعوی ما ی قضیۃ ی شتمل علی الحکم اشتمال الكل علی الجزء المقصود اثباته بالدلیل او اظهاره بالتنبیه وفيه انه قد یكون الحکم المدعی بدیهیا اولیا ویمكن ان یقال اذا کان الحکم کذا لک لم یتحقق المناظرۃ لانه لم ینکره الامجادل او مکابر ویسمی ذالک من حیث انه یرد علیہ او علی دلیلہ السؤال او البحث مسئلة و مبحثاً ومن حیث انه یستفاد من الدلیل نتیجة ومن حیث انه قد یكون کلیاً قاعدة وقانوناً

ترجمہ..... اور دعویٰ وہ قضیہ ہے جو ایسے حکم پر مشتمل ہوتا ہے جسے کل کا جزء مقصود پر مشتمل ہونا اس کا ثبوت دلیل سے ہو گا یا اس مقصود کا اظہار تنبیہ سے ہو گا اور اس میں غور و فکر ہے کہ بے شک کبھی مدعی کا حکم بدیہی اولی ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ کہا جائے کہ جب ایسا ہو مناظرہ متحقق نہیں ہو گا اس لیے کہ اس کا انکار مجادل یا مکابر ہی کرے گا اور اس حیثیت سے کہ اس پر اعتراض وارد ہو یا اس کی دلیل پر اعتراض وارد ہو یا اس پر بحث کی جائے مسئلہ اور بحث کہا جاتا ہے اور اس حیثیت سے کبھی بے شک وہ کلی ہوتا ہے قاعدہ اور قانون کہا جاتا ہے۔

شرح

سطور مذکورہ میں عمومی طور پر دو چیزوں پر بحث کی گئی ہے۔

۱- دعویٰ کی تعریف ۲- چند اصطلاحات کی تقریر

دعویٰ کی تعریف..... میں ماتن نے مقصود بیان کرنے کے لیے دو طریقے بتائے ہیں۔

☆ طریقہ اول..... اگر دعویٰ نظری مجہول ہو تو اس کا اثبات دلیل سے ہوگا مثلاً اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرنے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفتوں میں سے ایک صفت قرآن مجید میں یہ بتائی گئی ہے کہ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ دوسری جگہ اللہ فرماتا ہے وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ پہلی آیت صغریٰ اور دوسری آیت کبریٰ ان دونوں کو ملا کر نتیجہ اخذ کیا کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کی طرف سے رحمت بن کر آئے اور اللہ کی رحمت ہر چیز پر محیط ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر و ناظر ہیں اس کو مصنف نے المقصود اثباتہ بالدلیل سے تعبیر کیا ہے۔

☆ طریقہ ثانی..... اور دعویٰ بدیہی غیر اولیٰ ہو تو اس کا ثبوت تنبیہ سے ہوگا مثلاً: حقائق الاشیاء ثابتہ یعنی تمام اشیاء کی حقیقتیں ثابت ہیں سو فسطائی کہے کہ میں نہیں مانتا کہ تمام چیزوں کی حقیقتیں ثابت ہیں ایسا کیوں نہیں ہو سکتا کہ جس طرح سراب دیکھنے والا یہ سمجھے کہ پانی ہے لیکن قریب جا کر جب دیکھتا ہے تو پانی کا وجود نہیں ہے اس اعتراض پر اہل حق اس تنبیہ سے دعویٰ ثابت کر رہے ہیں کہ جب اہل اشیاء کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں تو اس کی کچھ نہ کچھ حقیقت ضرور ہے مصنف نے اس کی طرف او اظہارہ بالتنبیہ کہہ کر اشارہ کیا۔

☆ اعتراض..... اگر مدعی بدیہی اولیٰ ہو تو اس کو کس دلیل سے ظاہر کیا جائیگا کیونکہ ماتن کی تعریف سے یہ معلوم ہوا کہ مدعی اگر نظری ہو تو دلیل سے ثابت کریں گے اور بدیہی غیر اولیٰ ہو تو تنبیہ سے ثابت کریں گے۔

☆ جواب..... مدعی اگر بدیہی اولیٰ ہو تو مناظرہ نہیں ہوگا کیونکہ ایسے دعویٰ پر انکار وہی شخص کرے گا جو مجادل یا مکار ہوگا اور یہاں مناظرہ کی بات ہو رہی ہے۔

چند اصطلاحات کی تعریفات

مسئلہ: اگر دعویٰ اس حیثیت سے ہو کہ اس پر یا اس کی دلیل پر اعتراض وارد ہو تو اسے مسئلہ کہتے ہیں۔

بحث: اگر دعویٰ اس حیثیت سے ہو کہ اس پر بحث کی جاتی ہو بحث کہتے ہیں۔

نتیجہ: اگر دعویٰ اس حیثیت سے ہو کہ وہ دلیل سے مستفاد ہو تو نتیجہ کہتے ہیں

قاعدہ قانون: اگر دعویٰ اس حیثیت سے ہو کہ کلی ہو قاعدہ یا قانون کہتے ہیں۔ دعویٰ اس حیثیت سے ہو کہ اس میں صدق اور کذب کا احتمال ہو خبر کہتے ہیں۔

مقدمہ: اگر دعویٰ اس حیثیت سے ہو کہ دلیل کا جزء ہو مقدمہ کہتے ہیں۔ پیش کردہ اصطلاحات کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کیونکہ مناظرہ میں اس کی ضرورت ہوتی ہے۔

والمطلوب اعم من الدعوی تصوری كما هيبة الانسان مثلاً او تصديقي مثل العالم حادث ويسمى من حيث انه موضع الطلب كانه يقع فيه الطلب مطلباً ايضاً وقديقال المطلب دون المطلوب لما يطلب به التصورات مثل قولهم الانسان ماهو والتصديقات كما يقال هل العالم حادث ولما كان اكتساب المطلوب التصوري بالتعريف واكتساب التصديقي بالدليل

ترجمہ..... اور مطلوب دعویٰ سے عام ہے تصوری جیسے انسان کی ماہیت یا تصدیقی جیسے عالم حادث ہے اور اس حیثیت سے طلب کی جگہ ہو گویا کہ اس میں طلب واقع ہوتی ہو مطلب کہا جاتا ہے اور مطلوب کے علاوہ مطلب بھی کہتے ہیں جب اس سے تصورات طلب کئے جائیں جیسے انسان کیا ہے؟ اور تصدیقات طلب کی جائیں جیسے کیا عالم حادث ہے؟ اور مطلوب تصوری کا اکتساب تعریف سے ہوگا اور مطلوب تصدیقی کا اکتساب دلیل سے۔

تشریح

طور مذکورہ میں مطلوب یا مطلب پر بحث کی گئی ہے جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

مطلوب کا استعمال..... مطلوب کبھی تصوری ہوتا ہے جیسے اشیاء کے حقائق اور اسکی ماہیت

وغیرہ مطلوب جب تصوری ہو تو تعریف کرنے سے حاصل ہوگا۔ مثلاً ماہیت انسان وغیرہ مطلوب ہو تو انسان کی تعریف کرنے سے حاصل ہوگا جیسے حیوان ناطق اور کبھی مطلوب تصدیقی ہوتا ہے جیسے قضایا۔ مطلوب جب تصدیقی ہو تو اس وقت دلیل دینے سے حاصل ہوگا مثلاً عالم کے حادث اور قدیم کی تصدیق اگر مطلوب ہو تو فقط عالم اور حدوث یا قدیم کی تعریف سے حاصل نہیں ہوگا بلکہ اس کے واسطے دلیل کی ضرورت پڑے گی اور وہ یہ ہے العالم متغیر و کل متغیر حادث فالعالم حادث العالم مستغن عن المؤثر و کل ما هو شانه فهو قدیم فالعالم قدیم۔

دعویٰ کا استعمال..... دعویٰ فقط تصدیقات میں استعمال ہوتا ہے اس حیثیت سے جہاں دعویٰ صادق آئے گا وہاں مطلوب بھی صادق آئے گا لیکن یہ ضروری نہیں کہ جہاں مطلوب صادق آئے وہاں دعویٰ بھی صادق آئے۔

مطلوب اور دعویٰ میں نسبت..... متذکرہ تشریح کی روشنی میں ان دونوں کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت پائی جا رہی ہے یعنی مطلوب عام ہے اور دعویٰ خاص ہے۔

تصور کی تقسیم..... اس کی دو قسمیں ہیں (۱) تصور معدوم الوجود (۲) تصور بحسب الوجود

(۱) تصور معدوم الوجود..... یہ وہ تصور ہے جس میں شے کا صرف تصور ہوتا ہے لیکن خارج میں اس کا وجود معدوم ہوتا ہے جیسے غناء یہ ایک پرندہ تھا اب اس کا وجود دنیا میں نہیں ہے لیکن اس کا تصور پایا جاتا ہے اس تصور کے بارے میں تشریح طلب کی جائے گی۔

(۲) تصور بحسب الوجود..... یہ وہ تصور ہے جس میں شے کا تصور بھی ہوتا ہے اور شے خارج میں بھی پائی جاتی ہے مثلاً زید اس تصور کے بارے میں حقیقت طلب کی جائے گی۔

تصدیق کی تقسیم..... (۱) تصدیق وجود شے فی نفسہ (۲) تصدیق وجود شے علی صفتہ اخریٰ

(۱) تصدیق وجود شے فی نفسہ..... یہ وہ تصدیق ہے جس میں فی نفسہ شے کا وجود پایا جاتا ہے مثلاً زید موجود۔ اس مثال میں موجود کا اطلاق صرف زید پر ہوگا اس تصدیق میں صرف بسائط طلب کئے جاتے ہیں۔

(۲) تصدیق وجود شے علی صفتہ اخریٰ..... یہ وہ تصدیق ہے جس میں ایک کے وجود سے

دوسرے کا وجود مستلزم ہو مثلاً جب بیٹا کہا جائے گا تو باپ کی تصدیق لازم آئے گی اس تصدیق میں مرکبات طلب کئے جاتے ہیں۔

وكانت التصورات مقدمة على التصديقات قدم تفصيل التعريف بحيث يعلم منه تعريف اقسامه —

ترجمہ..... اور تصورات تصدیقات پر مقدم ہیں اس لیے تعریف کی تفصیل کو مقدم کیا اس حیثیت سے کہ اس کے جاننے سے اس کی اقسام کی تعریف بھی حاصل ہوگی۔

تشریح

مطور مذکورہ میں مابعد اور ماقبل کی مناسبت کو بیان کیا گیا ہے جس کی تفصیل یوں ہے کہ تصورات تصدیقات پر مقدم ہیں اور یہ تقدم بھی طبعی ہے اس لیے اولاً تصور کی تعریف اس کی تقسیم کی معرفت پر کلام کریں گے اس کے بعد تصدیقات پر یہی مناسبت ہے۔ علم نحو میں کلمہ کو کلام پر مقدم اس لئے رکھتے ہیں کہ اس میں تقدم طبعی ہے کیونکہ کلام دو کلموں سے مرکب ہوتا ہے تو جب تک کلمہ کا وجود نہ ہوگا اس وقت تک کلام مرکب نہیں ہو سکتا۔

تقدم کی تقسیم

تقدم کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں (۱) تقدم ذاتی (۲) تقدم طبعی (۳) تقدم رتبی (۴) تقدم زمانی (۵) تقدم مکانی (۶) تقدم وضعی

☆ تقدم ذاتی..... یہ وہ تقدم ہے جس میں متاخر تاثیر میں مقدم کی طرف محتاج ہو اس حیثیت سے کہ مقدم متاخر کے لیے علت ہو جیسے ہاتھ کی حرکت مفاح کی حرکت سے ذاتی طور پر مقدم ہے کیونکہ اولاً حرکت ہاتھ پر واقع ہوگی اور ہاتھ چابی کو حرکت دے گا۔

☆ تقدم طبعی..... یہ وہ تقدم ہے جس میں متاخر محتاج ہو مقدم کی طرف لیکن علت نہ ہو جیسے ایک کا تقدم دو پر کیونکہ جب تک ایک کا وجود نہیں ہوگا اس وقت تک دو کا وجود نہیں ہوگا لیکن ایک نے دو پر کوئی اثر نہیں ڈالا اس لیے مقدم متاخر کے لئے علت نہیں ہے۔

☆ تقدم رتبی یہ وہ تقدم ہے جس میں متاخر تقدم سے درجہ میں اعلیٰ ہو جیسے ہمارے پیارے نبی ﷺ سارے انبیاء سے متاخر ہیں لیکن رتبہ میں مقدم ہیں۔

☆ تقدم زمانی یہ وہ تقدم ہے جس میں مقدم متاخر سے زمانے کے اعتبار سے مقدم ہو جیسے باپ بیٹا پر زمانے کے اعتبار سے مقدم ہوتا ہے۔

☆ تقدم مکانی یہ وہ تقدم ہے جس میں مقدم متاخر سے صرف مکانی اعتبار سے مقدم ہو جیسے امام اور مقتدی، اگر بیٹا امام ہو اور باپ مقتدی تو بیٹا فقط مکان کے اعتبار سے باپ پر مقدم ہے۔

☆ تقدم وصفی یہ وہ تقدم ہے جس کو متکلم اپنے کلام میں متاخر اور مقدم رکھتا ہے جیسے بسملة اور تحمید ان دونوں میں تقدم بحسب وضع ہے۔

انتباہ مذکورہ تقدم سہ میں تصورات اور تصدیقات کی تقدیم بحسب طبعی ہے اس لیے شارح نے تقدم طبعی کہا۔

فقال ثم التعريف اما حقيقي يقصد به تحصيل صورة غير حاصلية فان علم وجودها فبحسب الحقيقة اي فهو تعريف بحسب الحقيقة والا فبحسب الاسم واما لفظي يقصد به تفسير مدلول اللفظ اعلم ان التعريف اما ان يحصل في الذهن صورة غير حاصلية او يفيد تمييز صورة حاصلية عما عداها الثاني لفظي اذ فائدته معرفة كون اللفظ بازاء معنى معين كقولنا الغضنفر الاسد ۵

ترجمہ پس کہا پھر تعریف یا حقیقی ہوگی اس سے غیر حاصل صورت کی تحصیل کا ارادہ کیا گیا ہو پس اگر اس کے وجود کے اعتبار سے جانا گیا ہو۔ تو وہ حسب حقیقت ہے یعنی پس وہ تعریف بحسب حقیقت ہوگی ورنہ بحسب اسم اور لفظی اس سے لفظ کے مدلول کی تفسیر کا ارادہ کیا گیا ہو تو جان کہ بے شک تعریف سے غیر حاصل صورت ذہن میں حاصل ہوگی یا صورت حاصل کا اس کے علاوہ سے تمیز کا فائدہ ہوگا ثانی لفظی جب اس کا فائدہ لفظ کا معنی معین کے مقابلے میں ہونے کی معرفت ہے جیسے ہمارا کہنا غضنفر یعنی اسد۔

تشریح

طور مذکورہ میں دو چیزوں پر بحث کی گئی ہے (۱) تعریف کی قسم (۲) تعریف کا فائدہ

(۱)..... تعریف کی قسم

تعریف حقیقی کی تعریف..... جس سے کسی شے کی صورت غیر حاصلہ کے حاصل کرنے کا ارادہ کیا جائے جیسے کسی کو شیر کا علم نہ ہو۔ اس کے سامنے شیر کی تعریف کرنا حیوان مفترس۔ شیر کی صورت غیر حاصلہ اس تعریف سے اس کو حاصل ہو جائے گی۔

فائدہ..... تعریف حقیقی کی دو قسمیں ہیں اول تعریف بحسب الحقیقت دوم تعریف بحسب الاسم۔

تعریف حقیقی بحسب الحقیقت..... جس سے کسی شے کی موجود فی الخارج ہونے کا علم حاصل ہو۔ مثال گزر چکی ہے۔

تعریف حقیقی بحسب الاسم..... جو حقیقت اعتباریہ اصطلاحیہ کی معرفت کا فائدہ دے جیسے اسم کی تعریف مادل علی معنی فی نفسہ اس تعریف سے ایک حقیقت اعتباریہ اصطلاحیہ کی معرفت کا فائدہ حاصل ہوا ہے۔

تینوں تعریف میں فرق..... تعریف حقیقی بحسب الحقیقت اور تعریف بحسب الاسم میں فرق یہ ہے کہ جو تعریف کسی شے کی ماہیت کی معرفت کا فائدہ دے قطع نظر کہ وہ ماہیت موجود ہو یا نہیں؟ یہ تعریف حقیقی ہے اور جس تعریف سے نفس الامر میں ماہیت کے موجود ہونے کا فائدہ حاصل ہو وہ تعریف حقیقی بحسب الحقیقت ہے اور جو تعریف حقیقیہ اعتباریہ اصطلاحیہ کی معرفت کا فائدہ دے وہ تعریف بحسب الاسم ہے تمام اصطلاحات کی تعریف اسی آخری قسم میں شامل ہے۔

تعریف لفظی میں مذاہب

☆ پہلا مذہب..... علامہ تفتازانی کہتے ہیں کہ تعریف لفظی مطالب تصور یہ میں سے ہے

اور یہی مذہب علامہ صدر الشیرازی اور محقق دوانی کا ہے لیکن تینوں کی علتیں مختلف ہیں۔

☆ دوسرا مذہب..... علامہ سید شریف کہتے ہیں کہ تعریف مطالب تصدیقیہ میں سے ہے۔

تعریف کا فائدہ

- (۱) اگر کسی چیز کی صورت پہلے سے حاصل نہ ہو تو تعریف کے بعد وہ صورت حاصل ہوگی۔
- (۲) اگر صورت پہلے سے حاصل ہو تو ایک دوسرے میں تمیز کا فائدہ ہوگا
- (۳) اگر لفظ کا معنی مبہن شے پر دلالت کرے تو معاونت کا فائدہ حاصل ہوگا۔

وذلك قد يكون مفردا كما ذكرنا وهو الاكثر وقد يكون مركباً
كتعريفات الوجود حيث صرح العلماء بانها لفظية والاول امان يحصل
في الذهن صورة علم وجودها بحسب نفس الامر كتعريف الانسان بانه
حيوان ناطق اولابان لا يحصل الاصورية لا وجود لها الا بحسب
الاصطلاح من الماهيات الاعتبارية كتعريف الكلمة بانها لفظ وضع
لمعنى مفردا فالاول تعريف بحسب الحقيقة والثاني بحسب الاسم

ترجمہ..... اور تعریف کبھی مفرد ہوتی ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور یہ اکثر ہے اور تعریف
کبھی مرکب ہوتی ہے جیسے وجود کی تعریفات اس حیثیت سے علماء نے صراحت کی کہ بے
شک یہ لفظی ہے اور اول یہ کہ جو صورت ذہن میں حاصل ہو اس کا وجود بحسب نفس الامر
کے جانا گیا ہے جیسے انسان کی تعریف کہ بے شک وہ حیوان ناطق ہے یا نہیں یہ کہ حاصل
نہیں ہوگی مگر صورت اس کا وجود نہیں ہوگا مگر بحسب اصطلاح مہیات اعتباریہ میں سے جیسے
کلمہ کی تعریف کہ بے شک یہ وہ لفظ ہے جو مفرد معنی کے لیے وضع کیا گیا ہو اول تعریف
بحسب حقیقت ہے اور ثانی بحسب اسم۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں پر بحث کی گئی ہے۔ (۱) تعریف باعتبار مفرد یا مرکب (۲) تعریف
کی تقسیم۔

- (۱) تعریف باعتبار مفرد یا مرکب: تعریف کے بارے میں اکثر رائے یہ ہے کہ مفردات کی
تعریف کی جاتی ہے لیکن مرکبات کی تعریف بھی ہوتی ہے مرکبات کی مثال شارح نے وجود

کی دی ہے وجود کی تعریف متکلمین الثابت العین سے کرتے ہیں اور عدم کی تعریف المنفی العین سے کرتے ہیں الثابت کے بعد العین کا لفظ تنبیہ کے طور پر ہے کیونکہ متکلمین ایسے وجود سے بحث نہیں کرتے جو خارج میں موجود نہ ہو یہاں پر وجود کی تقسیم ہو رہی ہے اول وجود خارجی جس کی تعریف الثابت العین سے ہوگی دوم وجود ذہنی اس کی تعریف میں العین کی قید نہیں لگائی جائیگی۔

☆ اعتراض..... شارح نے وجود کی جس تعریف کی طرف اشارہ کیا ہے اس تعریف سے تعریف الشئی بنفسہ لازم آرہا ہے کیونکہ ثبوت اور وجود مرادف ہیں اسی طرح عدم کی تعریف میں بھی کیونکہ منفی اور عدم مرادف ہیں۔

☆ جواب..... وجود کی تعریف کبھی الوجود مایمکن ان تخبر عنه یعنی وجود وہ ہے جس سے خبر دینا ممکن ہو اور عدم کی تعریف یوں کی جاتی ہے العدم مالا یمکن ان تخبر عنه یعنی عدم وہ ہے جس سے خبر دینا ممکن نہ ہو۔ ان دونوں تعریفوں سے تعریف الشئی بنفسہ لازم نہیں آتی۔

☆ اعتراض..... پیش کردہ تعریف سے بھی تعریف الشئی بنفسہ لازم آتا ہے کیونکہ تعریف میں یمکن اور لایمکن کے الفاظ آرہے ہیں اور یہ دونوں امکان سے ماخوذ ہیں اور امکان عدم و وجود دونوں جانب سے سلب ضروری کا نام ہے لہذا امکان کی تعریف امکان ہی سے لازم آرہی ہے۔

☆ جواب..... بعض لوگوں نے وجود کی تعریف میں امکان کا لفظ استعمال نہیں کیا اس لئے انکی تعریف پر مذکورہ اعتراض نہیں ہو سکتا لیکن انکی تعریف پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر وجود اور عدم کی تعریف میں امکان کی قید نہیں لگائی جائے گی تو تعریف ہی غلط ثابت ہوگی کیونکہ ایسی صورت میں اسکا واجب ہونا ثابت ہوگا جو کہ صحیح نہیں ہے۔

خلاصہ جواب

ان تمام اعتراضات کو ایک ہی جواب سے رفع کیا جاسکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ تعریف مرکب درحقیقت تعریف لفظی ہے جیسے غنفر کی تعریف اسد سے کی جائے۔ اسی طرح وجود کی تعریف الثابت العین سے کی جائے تو باعتبار لفظ یہ تعریف مرکب ہے۔ اب اسی جواب پر نہ دور لازم آرہا

ہے اور نہ ہی تعریف الشئی بنفسہ۔

(۲) تعریف کی تقسیم..... اس تقسیم پر مفصل بحث گزر چکی ہے سابقہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیں۔

وقد اشار المحقق الطوسي الى ان التعريف اللفظي يناسب باللغة والحقيقي بغيرها لا يقال تقسيم الحقيقي الى ماهو بحسب الحقيقة والى ماهو بحسب الاسم تقسيم الى نفسه والى غيره لانا نقول اراد المصنف قدس سره بالحقيقي ما يفيد معرفة ماهية الشئی اعم من ان تكون تلك الماهية موجودة اولا بما هو بحسب الحقيقة ما يفيد معرفة الحقيقة الموجودة و بما هو بحسب الاسم ما يفيد معرفة الحقيقة الاعتبارية الاصطلاحية كما يظهر لك من وجه الضبط

ترجمہ..... اور تحقیق محقق طوسی نے اشارہ کیا کہ بے شک تعریف لفظی لغت سے مناسبت رکھتی ہے اور حقیقی اس کے غیر سے نہیں کہا جائے گا کہ حقیقی تقسیم ہو رہی ہے اس کی طرف جو بحسب حقیقت ہو اور جو بحسب اسم ہو۔ حقیقت کی طرف اور غیر کی طرف اس لیے ہم کہتے ہیں کہ مصنف نے حقیقی سے ارادہ کیا جو شئی کی ماہیت کا فائدہ دے عام ازیں کہ وہ ماہیت خارج میں موجود ہو یا نہیں اور اس کے ساتھ جو بحسب حقیقت ہو ایسی حقیقت کی معرفت کا جو موجود ہو اور اس کے ساتھ جو بحسب اسم ہو جو فائدہ دے ایسی حقیقت کا جو اعتبار اصطلاحی ہو جیسا کہ یاد کرنے کی وجہ سے تمہارے واسطے ظاہر ہوگا۔

تشریح

سطور مذکورہ میں تقسیم تعریف پر ایک اعتراض اور اس کا جواب دیا گیا ہے۔

○ اعتراض..... تعریف کی تقسیم باعتبار حقیقت اور باعتبار اسم سے تقسیم الشئی الى نفسه

والى غيره لازم آ رہا ہے کیونکہ تعریف حقیقی کی تقسیم میں بحسب حقیقت سے تقسیم

الشئی الى نفسه اور بحسب اسم کہنے سے تقسیم الشئی الى غيره لازم آ رہا ہے

○ جواب..... مصنف نے حقیقی سے مراد ما يفيد معرفة ماهية الشئی لی ہے یعنی جو ماہیت

شے کی معرفت کا فائدہ دے اگر وہ ماہیت خارج میں موجود نہ ہو تو بحسب اعتبار یہ اصطلاحیہ ہے۔ اول کی مثال حیوان ناطق یہ انسان کی تعریف ہے اور اس کی ماہیت نفس الامر میں موجود ہے دوسرے کی مثال الکلمۃ لفظ وضع لمعنی مفرد یہ کلمہ کی تعریف ہے لیکن اس کے افراد خارج میں موجود نہیں ہیں لہذا ماتن کی پیش کردہ تعریف سے تقسیم الشئی الی نفسہ لازم نہیں آتا اس لیے اعتراض رفع ہو گیا۔

ثم الشيخ ابن الحاجب ذكر في تعريف التعريف اللفظي قوله بلفظ اظهر مرادف فيرد عليه ان تعريفات الوجود لفظية مع انها لا توصف بالترادف لان الترادف من اوصاف المفرد والجواب عنه انه اذا قصد التمييز بلفظ مركب لا يقصد به تفصيله بل يعتبر المجموع من حيث هو مجموع فيوصف بالترادف حكماً ولا يخفى ما فيه من التكلف فظهر بذلك وجه العدول من ذلك الى ما ذكره قدس سره

ترجمہ..... پھر شیخ ابن حاجب نے تعریف لفظی کی تعریف میں ذکر کیا ان کا کہنا لفظ اظہر کے ساتھ مرادف پس اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ وجود کی تعریف لفظی ہے ساتھ اس کے کہ ترادف سے موصوف نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ترادف مفرد کے اوصاف میں سے ہے جواب ان کی طرف سے یہ ہے کہ جب لفظ مرکب سے تمیز لا تعد ہو اس کی تفصیل کا قصد اس کے ساتھ نہ ہو بلکہ مجموع من حیث مجموع کا اعتبار کیا جائے گا پس ترادف سے حکماً موصوف کر سکتے ہیں اس میں جو تکلفات ہیں وہ مخفی نہیں ہے پس اس تعریف سے عدول کی وجہ، دوسرے قول کی طرف ظاہر ہو گئی۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں کا بیان ہے:-

(۱) ابن حاجب کی تعریف پر اعتراض (۲) ماتن کے عدول کی وجہ۔

(۱) ابن حاجب کی تعریف پر اعتراض..... چونکہ علامہ ابن حاجب تعریف لفظی میں ترادف

کے قائل ہیں اس لیے یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ترادف کا تعلق مفردات سے ہے جبکہ تعریف لفظی میں وجود کی جو تعریف پیش کی گئی ہے یعنی الثابت العین یہ مرکب ہے۔

☆ جواب..... یہ اعتراض اس وقت قائم ہو سکتا ہے جب ثابت اور عین کو جدا جدا تسلیم کریں لیکن اس کی صورت عبد اللہ کی طرح ہے جس کی تفصیل یوں ہے کہ عبد اللہ کو جب کسی کی صفت تسلیم کریں گے تو یہ مرکب ہے کیونکہ عبد اللہ دونوں مل کر صفت بنے جس کا ترجمہ اللہ کا بندہ یعنی مضاف اور مضاف الیہ بن کر لیکن اگر علم تسلیم کر لیں تو یہ مفرد ہے مجموعہ من حیث المجموع کے اعتبار سے پس اسی طرح الثابت العین مجموعہ من حیث المجموع مفرد ہے لہذا اعتراض رفع ہو گیا۔

(۲) ماتن کے عدول کی وجہ..... علامہ ابن حاجب کی پیش کردہ تعریف میں تکلفات زیادہ ہیں جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے اسی وجہ سے ماتن نے ابن حاجب کی تعریف سے عدول کیا۔

ثم عرف الدليل وقال والدليل هو المركب من قضيتين للتأدي الى مجهول نظري وهذا التعريف اولي من التعريف المشهور وهو ما يلزم من العلم به العلم بشئ اخر فانه يرد على ظاهره الملزومات بالنسبة الى اللوازمها البينة وان يمكن توجيه بان المراد بالعلم التصديقي والمعنى ما يلزم من التصديق به التصديق بشئ آخر بطريق الاكتساب كما يستفاد من كلمة من فان حمل ذالك التعريف على تعريف الدليل القطعي البين الانتاج فمعنى الاستلزام ظاهر وان اريد به التعميم كما هو الظاهر حمل الاستلزام على المناسبة المصححة للانتقال لاعلى امتناع الانفكاك كما صرح به المصنف قدس سره في حاشية شرح المختصر

ترجمہ..... پھر دلیل کی تعریف کی اور کہا دلیل وہ ہے جو دو قضیوں سے مرکب ہو مجہول نظری تک پہنچانے کے لیے اور یہ تعریف بہتر ہے اس مشہور تعریف سے اور وہ یہ ہے کہ ایک علم سے دوسری شے کا علم لازم آئے پس اس کے ظاہر پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ایسے ملزومات جو اپنے لوازم بینہ کی طرف سے نسبت کے لحاظ سے ہو اور ممکن ہے اس کی توجیہ ان الفاظ سے

کرنا کہ بے شک علم سے مراد تصدیقی ہے اور معنی یہ ہوگا کہ ایک چیز کی تصدیق سے دوسری چیز کی تصدیق بطریق اکتساب لازم آئے جیسا کہ کلمہ من سے مستفاد ہوا پس اگر اس تعریف کو دلیل قطعی بین انتاج کی تعریف پر محمول کیا جائے تو استلزام کا معنی ظاہر ہوگا اور اگر تقسیم کا ارادہ کیا جائے تو استلزام کو مناسب معنی لانا انتقال پر محمول کیا جائے گا نہ کہ امتناع انفکاک جیسی کہ مصنف نے شرح مختصر کی حاشیہ میں صراحت کی ہے۔

تشریح

طور مذکورہ میں دلیل کی تعریف پر بحث کی گئی ہے۔

○ اعتراض..... ماتن نے دلیل کی جو تعریف رقم کی ہے یہ تعریف غیر مشہور ہے۔

○ جواب..... ماتن کی پیش کردہ تعریف مشہور تعریف سے بہتر ہے کیونکہ مشہور تعریف پر اعتراض ہوتا ہے کہ جب ایک علم سے دوسری چیز کا علم لازم آتا ہے تو یہ تصور ہے اور دلیل تصور نہیں ہوتی اس لیے ماتن نے مشہور تعریف سے اعتراض کیا۔

العلم بہ العلم سے کیا مراد ہے؟..... علم کا اطلاق کبھی منقسم پر ہوتا ہے یعنی تصور اور تصدیق دونوں پر اور کبھی تصدیق کا اطلاق تصدیق مطلق پر ہوتا ہے اور کبھی تصدیق یقینی پر لیکن علم سے مراد علم تصدیق یقینی ہے شارح نے بطریق اکتساب کہہ کر ایک اعتراض کا جواب دیا ہے اور وہ یہ کہ جب تصدیق سے تصدیق حاصل ہو تو یہ تنبیہ کے قبیل سے ہے اور مدعی جب نظری مجہول ہو تو دلیل کی ضرورت پڑتی ہے شارح نے بطریق اکتساب کہہ کر یہ رفع کیا کلمہ من سے تصدیق کی تقسیم حاصل ہوئی کیونکہ من تبعضیہ ہے۔

☆ اعتراض..... جب اس تعریف کو دلیل قطعی بین انتاج پر محمول کیا جائے تو ایسی صورت میں شکل اول پر اس کا اطلاق ہو سکتا ہے لیکن باقی اشکال ثلثہ پر نہیں۔

☆ جواب..... جب دلیل شکل ثانی میں ہو تو اسے شکل اول کی طرف پھیر کر نتیجہ اخذ کیا جائے گا جب شکل ثالث میں ہو تو شکل ثالث کو شکل ثانی کی طرف اور شکل ثانی کو شکل اول کی طرف پھیر کر نتیجہ اخذ کیا جائے گا جب شکل رابعہ میں ہو تو شکل ثالث کی طرف اور شکل ثالث کو شکل ثانی کی

طرف اور ثانی کو شکل اول کی طرف پھیر کر نتیجہ اخذ کیا جائیگا لہذا طریقہ مذکورہ کو اپنانے سے
اعتراض رفع ہو جائے گا اسی کو المناسبتہ المصححة للانتقال کہتے ہیں۔

اشکال اربع کی مختصر تشریح

☆ شکل اول..... شکل اول کے لیے شرائط نتیجہ یہ ہیں (۱) ایجاب صغریٰ (۲) کلیت کبریٰ

مثال	صغریٰ	کبریٰ	نتیجہ
۱	کل انسان حیوان	وکل حیوان جسم	فکل انسان جسم
۲	کل انسان حیوان	ولاشئ من الانسان بحجر	فلاشئ من الانسان بحجر
۳	بعض الحيوان انسان	وکل انسان ناطق	فبعض الحيوان ناطق
۴	بعض الحيوان انسان	ولاشئ من الانسان بحجر	فبعض الحيوان ليس بحجر

اس کے علاوہ بارہ صورتیں اور ہیں لیکن شکل اول کی شرط نہ ہونے کی وجہ سے متروک ہیں ان
چاروں مثالوں کو بغور پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ صغریٰ میں چاروں ایجابی شکل میں ہیں اور کبریٰ میں
چاروں کلیت میں ہیں واضح رہے کہ موجب کلیہ کا سور کل ہے اور موجب جزئیہ کا سور بعض ہے سالبہ
کلیہ کا سور لاشئ ہے اور سالبہ جزئیہ کا سور ليس بعض ہے۔

☆ شکل ثانی..... شکل ثانی کے لیے شرائط نتیجہ یہ ہیں۔

(۱) بحسب کیف..... یعنی صغریٰ اگر موجب ہو تو کبریٰ سالبہ یا اس کے عکس۔

(۲) بحسب کم..... یعنی صغریٰ اگر کلیت میں ہو تو کبریٰ جزئیت میں یا اس کے عکس۔

☆ شکل ثالث..... شکل ثالث کے لیے شرائط یہ ہیں۔

(۱) صغریٰ کا ایجاب میں ہونا۔

(۲) کبریٰ یا صغریٰ دونوں میں سے کسی ایک کا کلیت میں ہونا۔

☆ شکل رابع..... شکل رابع کے لیے شرائط یہ ہیں

(۱) صغریٰ اور کبریٰ ہر ایک کا ایجاب و سلب اور کلیت میں مختلف ہونا۔

(۲) صغریٰ اور کبریٰ دونوں موجب ہوں اور صغریٰ کلیت میں ہو۔

چونکہ اشکال اربعہ میں سے بحث صرف شکل اول سے ہے اس لیے شکل اول کی مثالیں پیش کی گئیں اور باقی اشکال کی شرائط پراکتفا کیا گیا۔

نتیجہ نکالنے کا طریقہ..... حد اوسط کو نکالنے سے نتیجہ نکل جاتا ہے مثلاً کل انسان حیوان و کل حیوان جسم، نتیجہ کل انسان جسم اس مثال میں لفظ حیوان حد اوسط ہے کیونکہ صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں ہے اب حیوان کو نکال دینے سے انسان اور جسم بچتا ہے لہذا نتیجہ کل انسان جسم آئے گا۔ حد اوسط..... حد اوسط اسے کہتے ہیں جو صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں پائی جائے۔

شرح مختصر..... علامہ ابن حاجب نے کتاب ”المختصر“ لکھی اس کی شرح ایچی نے لکھی اور اس پر ماتن نے حاشیہ لکھا اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شارح کہتے ہیں صرح به المصنف قدس سرہ فی حاشیہ شرح المختصر واضح رہے کہ ماتن کے اسی حاشیہ کو منہیہ کہتے ہیں۔

ولا یرد شی من ذالک علی هذا التعریف حتی یحتاج فی الجواب الی التکلف لکن بقی انه لا یتناول الدلیل الفاسد حیث لا یكون مودیا الی المطلوب وانه قد یتربکب الدلیل من اکثر من قضیتین ولا یتناولہ التعریف وجواب الاول ان اللام فی التادی للغرض ای مایکون ترکیبہ لغرض التادی اعم من ان یکون ذالک الغرض بعد التركيب حاصلًا اولًا جواب الثانی ان الدلیل المركب من اکثر من قضیتین فی الحقیقة دلیلان او ادلة اذ التحقیق ان الدلیل لا یتربکب الا من قضیتین فحسب وقولہ من قضیتین اولی من قول البعض من مقدمتین اذ المقدمة فی المشهور مفسرة بما جعل جزء الدلیل فیوهم الدور

ترجمہ..... اور اس تعریف پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا ہے یہاں تک کہ جواب میں التکلف کا محتاج ہو لیکن یہ باقی ہے کہ وہ دلیل فاسد کو شامل نہیں ہے اس حیثیت سے کہ وہ مطلوب تک نہیں پہنچاتی اور کبھی دلیل دو سے زیادہ قضیوں سے مرکب ہوتی ہے اور تعریف

اس کو شامل نہیں ہے اور اول کا جواب یہ ہے کہ بے شک لام تادی میں غرض کے لئے ہے یعنی اس کی ترکیب تادی کی غرض سے ہو عام ہے کہ وہ غرض ترکیب کے بعد حاصل ہو یا نہیں دوسرے کا جواب یہ ہے کہ بے شک ایسی دلیل جو دو قضیوں سے زائد سے مرکب ہو حقیقت میں دو دلیلیں ہیں یا اولہ ہیں جبکہ تحقیق یہ ہے بے شک مرکب نہیں ہوتی۔ مگر دو قضیوں سے پس گمان کیا اور ماتن کا قضیتین کہنا بعض کے قول مقدمتین سے بہتر ہے جبکہ مقدمہ کی تفسیر ما جعل جزء الدلیل مشہور ہے پس دور کا وہم ہوگا۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں پر بحث کی گئی ہے (۱) دوا اعتراض (۲) قضیتین کہنا۔

دوا اعتراض..... دونوں اعتراضات شارح نے نقل کئے ہیں اولاً جب شارح ماتن کی پیش کردہ تعریف کی خوبیاں بیان کر چکے اور مشہور تعریف پر جو اعتراضات قائم ہوئے ان اعتراضات کو بھی بیان کر چکے تو فرمایا کہ ماتن کی تعریف پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا البتہ دوا اعتراض کا وہم باقی ہے۔

☆ اعتراض اول..... دلیل فاسد جو مطلوب تک نہ پہنچائے ماتن کی تعریف میں شامل نہیں ہے اور جب یہ شامل نہیں ہے تو تعریف جامع نہ ہوئی کیونکہ حد سے محدود کے افراد کا خروج لازم آتا ہے۔

☆ جواب..... لنادی میں لام غرض کے لیے ہے جس کا معنی یہ بنے گا کہ دو دلیلیوں کی ترکیب کسی غرض کے لئے ہو اور جب دو دلیلیوں کو مرکب کیا جائے تو ضروری نہیں کہ بعد ترکیب غرض حاصل ہو لہذا جب غرض حاصل نہ ہو تو اس وقت دلیل فاسد بھی شامل ہوگی۔

☆ اعتراض ثانی..... دلیل کبھی دو سے زائد قضیوں سے مرکب ہوتی ہے اور ماتن نے دلیل کے لیے دو قضیوں سے مرکب ہونا بتایا ہے اس لیے تعریف جامع نہیں ہے کیونکہ حد میں محدود کے تمام افراد شامل نہیں ہیں۔

☆ جواب..... دلیل دو سے زائد قضیوں سے مرکب ہو تو حقیقت میں وہ دو دلیلیں ہیں یا دو سے زائد یعنی اولہ ہیں اور ماتن نے ایک دلیل کی تعریف پیش کی ہے اور تحقیق سے یہ بات ثابت

ہے کہ ایک دلیل دو قضیوں ہی سے مرکب ہوتی ہے اس لیے دلیل کی تعریف میں محدود کے تمام افراد شامل ہیں اور تعریف جامع ہے۔

☆ قضیتین کہنا..... ماتن نے دلیل کی تعریف میں قضیتین کہا ہے حالانکہ بعض لوگوں نے قضیتین کی بجائے مقدمتین کہا ہے لیکن ماتن نے جو لفظ استعمال کیا ہے وہ تعریف دلیل پر موقوف ہے اور مقدمہ کی معرفت دلیل پر موقوف ہے لہذا بہتر ہے کہ ماتن نے قضیتین کہا۔

☆ مقدمہ کا استعمال..... شروع فی العلم اس پر موقوف ہو (یہ کتاب کے شروع میں آتا ہے) مقدمہ اسے کہتے ہیں جو قیاس کا جزء ہو (یہ مباحثہ قیاسہ استعمال ہوتا ہے) مقدمہ اسے کہتے ہیں جس پر دلیل کی صحت موقوف ہو (یہ مناظرہ میں استعمال ہوتا ہے) مقدمہ کی چاروں قسمیں سمجھ لینے کے بعد اب یہ اعتراض سمجھنا آسان ہوگا کہ جب مقدمہ مختلف الاستعمال ہے تو فقط صحیحہ الدلیل پر محمول کیوں کیا۔

☆ جواب..... مختلف المعانی الفاظ کے لیے قاعدہ ہے کہ جس معنی پر قرینہ ہوگا اسی معنی میں استعمال ہوگا چونکہ مقدمہ کی صحیحہ الدلیل معنی پر قرینہ موجود ہے اس لیے یہاں یہ معنی مراد لیا جا رہا ہے۔

دور کی تعریف..... شے کا ایسی دوسری شے پر موقوف ہونا جو شے پہلی شے پر موقوف ہو۔

ثم اعلم ان هذا التعريف على رأي الحكماء واما على رأي الاصوليين فهو ما يمكن التوصل بصحيح النظر في احواله الى مطلوب خبري كالعالم مثلاً فانه من تامل في احواله بصحيح النظر بان يقول انه متغير و كل متغير حادث وصل الى مطلوب خبري وهو قولنا العالم حادث فعند الاصوليين العالم دليل وعند الحكماء مجموع العالم متغير و كل متغير حادث

ترجمہ۔۔۔ پھر تو جان لے کہ بے شک یہ تعریف حکماء کی رائے پر ہے اور بہر حال اصولیین کی رائے پر۔ پس دلیل وہ ہے جس سے صحیح نظر کے ساتھ اس کے احوال میں مطلوب

خبری کی طرف توصل ممکن ہو جیسے عالم پس جس نے اس کے احوال میں صحیح نظر کے ساتھ غور و فکر کیا تو اس نے کہا کہ بے شک عالم متغیر ہے اور جو چیز متغیر ہو حادث ہے مطلوب خبری کی طرف پہنچا اور وہ ہمارا کہنا عالم حادث ہے پس اصولین کے نزدیک فقط عالم دلیل ہے اور حکماء کے نزدیک العالم متغیر و کل متغیر حادث پورا مجموعہ دلیل ہے۔

تشریح

طور مذکورہ میں حکماء اور اصولین کے مابین اختلاف کا ذکر ہے حکماء کے نزدیک دلیل کی جو تعریف ہے وہ بھی گزر چکی ہے مایلزم من العلم به العلم آہ اصولین کے نزدیک دلیل کی تعریف یوں ہے کسی چیز کے احوال میں غور و فکر کرنے سے مطلوب خبری تک پہنچنا ممکن ہو دونوں کے اختلاف کا ثمر یہ نکلا کہ جب ہم عالم کے احوال پر غور و فکر کرتے ہیں تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عالم متغیر ہے اور جو متغیر ہو وہ حادث ہے لہذا عالم حادث ہے اس مثال میں دلیل صرف عالم ہے اس کے علاوہ حدوث اور تغیر عالم پر غور و فکر کرنے سے حاصل ہوا جبکہ حکماء کے نزدیک العالم متغیر و کل متغیر حادث دلیل ہے کیونکہ المركب من قضیتین کا تقاضا ہے کہ دونوں قضیہ دلیل ہیں۔

وان ذکر ذالک المركب من قضیتین لازالة خفاء البديهي الغير الاولى
يسمى تنبيهها وقد يقال لملزوم العلم اى مایلزم من التصديق به التصديق
التصديق اليقيني بغيره دليل وملزوم الظن اماره وينبغي ان يلاحظ ان
المراد بالا ستلزام هي المناسبة المصححة للانتقال كما ذكرنا لتلا يرد
عليه عدم صدقه على الاقسية الغير البين الانتاج كالشكل الرابع مثلا
وترك المصنف قدس سره لفظ الشئ المذكور في كلام المتقدمين
من قولهم مایلزم من العلم به العلم بشئ اخر لتلا يرد ان المدلول
قد يكون عدميا فكيف يطلق عليه لفظ الشئ فيحتاج الى ان ايجاب بان
المراد بالشئ ما يمكن ان يعلم ويخبر عنه ٥

ترجمہ..... اور اگر وہ مرکب من قضیتین بدیہی غیر اولی کے خفاء کے ازالہ کے لئے ذکر کیا گیا ہو تو اسے تنبیہ کا نام دیا جاتا ہے اور کبھی علم کے ملزوم کو دلیل کہتے ہیں یعنی

تصدیق سے تصدیق یقینی لازم آئے۔ اور ظن کے ملزوم کو امارہ کہتے ہیں اور چاہئے کہ یہ ملاحظہ میں رہے کہ بے شک استلزام سے مراد المناسبة المصححة للانتقال ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا تا کہ افسہ غیر بین انتاج پر عدم صدق کا اعتراض وارد نہ ہو جیسے شکل رابع اور مصنف قدس سرہ نے شئی کا لفظ چھوڑ دیا جو کہ متقدمین کے کلام میں مذکور ہے مایلزم من العلم به العلم بشئی اخر تا کہ اعتراض وارد نہ ہو کہ بے شک مدلول کبھی عدمی ہوتا ہے تو لفظ شئی کا اطلاق اس پر کیسے ہوگا پس محتاج ہوئے اس طرف کہ جواب دیا جائے کہ بے شک شئی سے مراد وہ ہے جس سے علم اور اخبار عنہ ممکن ہو۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں پر بحث کی گئی ہے (۱) تنبیہ (۲) لفظ شئی کا ترک

(۱) تنبیہ..... ماتن نے دلیل کی تعریف المركب من قضیتین آہ سے کی اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بدیہی غیر اولیٰ کے بعد دو دلیلیں پائی جاتی ہیں تو کیا یہ بھی دلیل کی طرف شامل ہے اگر شامل ہے تو تعریف غیر مانع ہے اور اگر نہیں تو کس قرینہ کے سبب؟

جواب..... جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ مناظرہ نظری مجہول یا بدیہی غیر اولیٰ میں ہوتا ہے اسی وجہ سے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں لازالة خفا البدیہی غیر الاولیٰ یسمیٰ تنبیہا شارح نے البدیہی کے بعد غیر اولیٰ کا لفظ اضافہ کیا تا کہ بدیہی اولیٰ نکل جائے کیونکہ بدیہی اولیٰ پر مناظرہ نہیں ہوتا۔

وہاں... کبھی علم کے ملزوم کو دلیل کہتے ہیں یہ دلیل کی دوسری تعریف ہے۔

امارہ... ظن کے ملزوم کو امارہ کہتے ہیں مثلاً کوئی شخص بادل دیکھ کر گمان کرے کہ بارش ہوگی تو اس ظن کا ملزوم بادل ہے لہذا بادل امارہ ہے

لفظ شئی کا ترک..... متقدمین نے دلیل کی تعریف میں شئی کا لفظ لایا ہے یعنی مایلزم من العلم به العلم بشئی اخر اور ماتن نے اپنی پیش کردہ تعریف میں شئی کا لفظ نہیں استعمال کیا یعنی المركب من قضیتین تو اس کا جواب یہ ہے کہ شئی کا اطلاق موجود پر ہوتا ہے

اور مدلول کبھی عدی ہوتا ہے تو ایسی صورت میں شئی کی تاویل کی جائے گی یا پھر شئی کو حقیقی معنی کی بجائے مجاز کی طرف لوٹائیں گے یعنی شئی کو علم اور اخبار عنہ کے معنی میں۔ تو اس سے بہتر ماتن نے یہ سمجھا کہ لفظ شئی کے بغیر دلیل کی تعریف کر دی جائے۔

ثم لما كان الدليل لا بدله في التاوي الى العلم من التقريب ذكر تعريف التقريب بعد تعريفه بهذا التقريب فقال التقريب سوق الدليل على وجه يستلزم المطلوب فان كان الدليل يقينياً يستلزم اليقين به وان كان ظنياً يستلزم الظن به والمراد بالاستلزام ما عرفت

ترجمہ..... پھر جب دلیل کے لیے ضروری ہے تاوی الی العلم میں تقریب تو تقریب کی تعریف کی اس کے ذکر کے بعد کیا پس کہا تقریب کہتے ہیں دلیل کو ایسے انداز سے چلانا جو مطلوب کو مستلزم ہو پس دلیل اگر یقینی ہو تو اس سے یقین مستلزم ہوگا اور اگر دلیل ظنی ہو تو اس سے ظن مستلزم ہوگا اور ظن سے مراد وہی ہے جسے آپ نے پہلے پہچانا۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں پر بحث کی گئی ہے (۱) ماقبل سے مناسبت (۲) تقریب کی تعریف۔

(۱) ماقبل سے مناسبت..... چونکہ دلیل سے مقصود مدعی کا ثبوت ہے اور مدعی کا ثبوت اسی وقت ممکن ہوگا جب دلیل کو ایسے انداز سے چلایا جائے جس سے مدعی ثابت ہو جائے اور اس کے لیے تقریب کا جاننا ضروری ہے اسی وجہ سے ماتن نے دلیل کی تعریف کے بعد تقریب کی تعریف پیش کی۔

(۲) تقریب کی تعریف..... تقریب کی ایک تعریف تو یہی ہے کہ جسے ماتن نے پیش کیا ہے لیکن بعض لوگ تقریب کی دوسری تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ تقریب اسے کہتے ہیں جس میں دلیل کی تطبیق مدعی پر ہو ان دونوں تعریف پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ دونوں کا مال ایک ہے صرف لفظی نزاع ہے۔

دلیل کا حصول..... دلیل کا حصول یہ ہے کہ جیسی دلیل ہوگی ویسا ہی استلزام ہوگا یعنی اگر

دلیل یقینی ہوگی تو استلزام بھی یقینی ہوگا اگر ظنی ہوگی تو استلزام ظنی ہوگا یعنی اگر دلیل یقینی ہوگی تو استلزام بھی یقینی ہوگا اگر ظنی ہوگی تو استلزام بھی ظنی واضح رہے کہ یہاں استلزام سے مراد المناسبتة المصحصة للانتقال ہے امتناع انفکاک نہیں۔

فائدہ جلیلہ..... شرعی احکام میں جواز کی جو صورتیں ہیں وہ یہ ہیں فرض، واجب، سنت، مستحب اور مباح ان احکام کی روشنی میں اگر کوئی شخص نماز کی فرضیت کا مقرر ہو تو فرضیت کے ثبوت کے لیے جس قسم کی دلیل کی ضرورت ہوگی اسے پیش کرنا پڑے گا اگر وتر کے وجوب کا قائل ہو تو واجب کے ثبوت کے لیے جس قسم کی دلیل کی ضرورت ہوگی اسے پیش کرنا پڑے گا اگر سنت کا قائل ہو تو سنت کے ثبوت کے لیے جس قسم کی دلیل کی ضرورت ہوگی اسے پیش کرنا پڑے گا اگر کسی کام کے مستحب ہونے کا قائل ہو تو ثبوت مستحب کے لیے جس قسم کی دلیل کی ضرورت ہوگی پیش کرنا ضروری ہے علی هذا القیاس یہاں یہ بات ضرور یاد رہے کہ مستحب کام پر فرض والی دلیل طلب نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح سنت کام پر واجب والی دلیل طلب نہیں کی جاسکتی۔ علی هذا القیاس مثال سے یوں سمجھیں کہ ایک شخص اذان سے قبل صلوٰۃ و سلام مستحب سمجھ کر پڑھتا ہے اور دوسرا شخص اس سے انکار کرتا ہے تو پہلے شخص کے ذمہ وہ دلائل ہیں جو کسی کام کو مستحب ثابت کرے دوسرے شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ پہلے شخص سے ایسے دلائل کا مطالبہ کرے جو فرضیت یا سنت کے ثبوت کے لیے ہوں اسی پر باقی کو قیاس کریں اور اس مسئلے پر غور کریں تاکہ نزاع دور ہو جائے۔

التعلیل تبیین علة الشئ والمراد بالعلة العلة التامة بقريضة التبیین باعتبار ان المقصود الاصلی من التبیین العلم بالمطلوب و ذالا يحصل بغير العلة التامة فسقط ما قبل انه لا یصح ههنا ارادة العلة التامة ولا ارادة العلة الناقصة ولا ارادة اعم منهما اما الاولان فلان العام لا یدل علی خاص معین واما الثالث فلان العلة بالمعنی الاعم لا توجب العلم بالمعلول والمقصود ذالك وما اجاب بعضهم من ان المراد الاول بقريضة ان العلم لا یحصل الا به لا یخلو عن شئ لان مجرد كونه كذلك لا یحسن كونه قريضة وقد یجاب بان المطلق ینصرف الی الكامل والكامل فی العلة هی التامة ثم اللام فی قوله الشئ للعهد والمعهود الشئ الذی

هو الدعوى لان العلة انما تبين لاثباتها

ترجمہ..... تعلیل شئی کی علت کو بیان کرنا اور علت سے مراد علت تامہ ہے تبیین کے قرینہ سے اس اعتبار سے کہ تبیین سے مقصد اصلی علم بالمطلوب ہے اور یہ بغیر علت تامہ کے حاصل نہیں ہوتا پس وہ جو کہا گیا اس جگہ علت تامہ کا ارادہ صحیح نہیں اور نہ ہی علت ناقصہ اور نہ ان دونوں کا ارادہ وہ ساقط ہو گیا بہر حال اول کے دونوں، پس اس لیے کہ عام خاص معین پر دلالت نہیں کرتا اور ثالث پس اس لیے کہ علت بالمعنی اعم معلول سے علم واجب نہیں ہوتا اور مقصود ہے ہی یہی اور بعض لوگوں نے جو جواب دیا وہ یہ ہے کہ اول کے مراد پر قرینہ پایا جا رہا ہے بے شک علم حاصل نہیں ہوتا مگر علت تامہ ہی سے۔ شئی اس سے خالی نہیں ہوگی اس لیے تبیین کا مجرد ہونا قرینہ کے لیے مستحسن نہیں ہے اور بعض نے یہ جواب بھی دیا ہے بے شک مطلق کو کامل کی طرف پھیرتے ہیں اور علت میں کامل علت تامہ ہی ہے اور ماتن کا قول الشئی میں لام عہد کے لیے ہو اور معہود شئے وہ ہے جو دعویٰ ہے اس لیے کہ علت صرف ظاہر ہوتی ہے اس کے اثبات کیلئے۔

تشریح

سطور مذکورہ میں تعلیل کی تعریف پیش کر کے علت پر بحث کی گئی ہے۔ علت کو علت تامہ، ناقصہ اور ان دونوں کی طرف پھیرنا ممکن ہے لیکن تعلیل کی تعریف میں علت سے مراد علت تامہ ہے اس کی دو وجہیں ہیں اولاً اس لیے کہ تبیین سے علم بالمطلوب علت تامہ ہی سے حاصل ہوتا ہے اور یہاں اس پر تبیین کا لفظ قرینہ کے طور پر وجود ہے ثانیاً اس لیے کہ علت کو مطلق رکھا اور یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ مطلق کو فرد کامل کی طرف پھیرتے ہیں اور علت میں فرد کامل علت تامہ ہے اس کے علاوہ ناقصہ یہاں پر مراد نہیں ہے کیونکہ علت ناقصہ سے علم بالمطلوب حاصل نہیں ہوتا شارح نے انما تبين لاثباتها کہہ کر حصر کر دیا حالانکہ دعویٰ تبیین علت سے ثابت ہے اور کبھی منقول سے لہذا اس مقام پر حصر سے مراد اضافی ہے نہ کہ حقیقی۔

حصر کی تقسیم..... حصر کے لغوی معنی ہے منع کرنا یعنی روکنا اسی وجہ سے قلعہ کو حصار کہتے ہیں کیونکہ دشمن کے غلبہ سے روکتا ہے اس کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) حصر عقلی (۲) حصر قطعی (۳) حصر استقرائی (۴) حصر جعلی

(۱) حصر عقلی..... یہ وہ حصر ہے جو کسی استغانت کے بغیر فقط ملاحظہ سے حاصل ہو جیسے شے کا حصر موجود اور معدوم پر۔

(۲) حصر قطعی..... یہ وہ حصر ہے جو کسی دلیل سے حاصل ہو جیسے شے کا حصر واجب، ممکن اور ممتنع پر۔

(۳) حصر استقرائی..... یہ وہ حصر جو استقرائاً اور تتبع سے حاصل ہو جیسے ثلاثی مجرد کے چھ ابواب۔

(۴) حصر جعلی..... یہ وہ حصر ہے جو تماز کے ملاحظہ سے حاصل ہو جیسے دو شخصوں کے درمیان جو امتیاز ہو۔

والعلة اعم من ان تكون قريبة او بعيدة ما يحتاج اليه الشئ في ماهيته بان لا يتصور ذلك الشئ بدون كمال القيام والركوع والسجود والقعدة الاخيرة للصلاة ويسمى ركنا اوفى وجوده بان كان مؤثراً فيه اوفى مؤثره ولا يوجد بدونه كالمصلي لها وجميعه اى مجموع ما ذكرنا مما يحتاج اليه في وجوده او ماهيته يسمى علة تامة بقى ههنا كلام وهو انه ان كان المراد بما يحتاج اليه في وجوده ما يكون مؤثراً فيه كما ذكرنا يصح تعريف العلة المطلقة ولا يصدق على الشرط كالمؤثر للصلاة لكن لا يصدق تعريف العلة التامة على مجموع العلل والشروط الا ان يدعى كون الشروط خارجة عن العلة التامة

ترجمہ..... اور علت عام ازیں کہ علت قریبہ ہو یا بعیدہ شے اس کی طرف ماہیت میں محتاج ہو اس اعتبار سے کہ اس کے علاوہ شے کا تصور نہ ہو جیسے نماز کے لیے قیام، رکوع، سجود اور قعدہ اخیرہ۔ اسے رکن کہتے ہیں یا شے وجود میں محتاج ہو اس اعتبار سے کہ اس میں مؤثر ہو اس کے بغیر شے کا وجود نہ ہو جیسے نماز کے لئے پڑھنے والے کا ہونا یا شے ماہیت اور وجود دونوں میں محتاج ہو یعنی مجموع جوہم نے ذکر کیا اس میں سے جو وجود یا ماہیت میں اس کی طرف محتاج ہو اس کا نام علت تامة ہے اس جگہ کلام باقی ہے اور وہ یہ

ہے کہ بے شک اگر وجود میں محتاج ہونے سے مراد مؤثر فیہ ہو جیسا کہ ہم نے ذکر کیا تو علت مطلقہ کی تعریف صحیح ہوگی اور تعریف شرط پر صادق نہیں آئے گی جیسے نماز کے لئے وضو۔ لیکن علت تامہ تمام علتوں اور شرائط پر صادق نہیں آئے گی مگر جب یہ دعویٰ کیا جائے کہ شرائط علت تامہ سے خارج ہے۔

تشریح

سطور پر مذکورہ میں دو چیزوں کا بیان ہے۔ ۱۔ علت کی تعریف ۲۔ علت کی تقسیم۔

(۱)۔ علت کی تعریف..... ماتن نے علت کی جو تعریف پیش کی ہے یہ تعریف حکماء کے نزدیک ہے اصولین کے نزدیک علت صرف فاعل کو کہتے ہیں۔

فائدہ:- جو شے کے ساتھ تعلق رکھے اگر وہ شے میں داخل ہو تو رکن ہے جیسے رکوع اور اگر خارج ہو تو شے میں مؤثر ہوگی یا نہیں؟ اول جیسے نکاح حلت کے لیے دوم کی پھر دو صورتیں ہیں اگر شئی کی طرف موصل ہو تو سبب جیسے نماز کے لیے وقت اگر موصل نہ ہو تو اس کی پھر دو قسمیں ہیں شئی اگر اس پر موقوف ہو تو شرط جیسے نماز کے لیے طہارت اور اگر شئی موقوف نہ ہو تو علامت جیسے نماز کیلئے اذان۔

علت کی تقسیم..... علت کی تقسیم گزر چکی ہے اور اس مقام پر اعتراض کا جواب نقل کیا جا رہا ہے۔

اعتراض..... ماتن نے علت کی تعریف میں کہا کہ شے اس کی طرف محتاج ہو۔ اگر محتاج سے مراد مؤثر فیہ ہے تو یہ تعریف علت مطلقہ پر صادق آتی ہے لیکن علت تامہ پر نہیں اور اسی طرح شرط پر بھی صادق نہیں آرہی ہے کیونکہ علت کا اثر صرف معلول میں بلا واسطہ ظاہر ہوتا ہے جیسے طلوع شمس پس یہ وجود نہار کے لیے علت ہے مزید کسی اور امر کی ضرورت نہیں ہے جبکہ شرط کا یہ حال نہیں جیسے ایک آدمی وضو کرتا ہے اور وضو نماز کے لئے شرط ہے تو صرف اس شرط سے نماز ادا نہیں ہو جائے گی بلکہ وضو کے بعد اس کی ادائیگی ضروری ہے لہذا یہ تعریف شرط پر صادق نہیں آرہی ہے۔

جواب..... شرط چونکہ علت تامہ میں داخل نہیں ہے اور علت تامہ مطلقہ میں داخل ہے اس لیے تعریف ان دونوں پر صادق آرہی ہے مذکورہ اعتراض اس وقت ہوگا جب شرط کو علت تامہ میں داخل مانا جائے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شارح کہتے ہیں الا ان بدعی کون الشروط

خارجة عن العلة التامة۔

ولما كان التعليل قد يكون بصورة القياس الاستثنائي المتضمن للملازمة احتاج الى تفسير الملازمة فقال الملازمة هي والتلازم والا متلازمان في اصطلاحهم بمعنى واحد وهو كون الحكم مقتضيا لآخر اي لحكم اخر بان يكون اذا وجد المقتضى وجد المقتضى وقت وجوده ككون الشمس طالعة وكون النهار موجودا فان الحكم بالاول مقتض للحكم بالآخر ولا يصدق معنى الاقتضاء على المتفقين في الوجود ككون الانسان ناطقا والحصار ناهقا فلا حاجة الى تقييد الاقتضاء بالضرورة

ترجمہ..... اور جب تعلیل کبھی قیاس استثنائی کی صورت میں ہو جو متضمن ہو ملازمت کے لیے ملازمت کی تفسیر کی حاجت ہوئی پس کہا ملازمت یہ اور تلازم اور استلزام ان کی اصطلاح میں ایک ہی معنی ہے اور وہ یہ ہے کہ حکم کا مقتضی ہونا دوسرے حکم کے لئے اس حیثیت سے کہ جب مقتضی پایا جائے اس کے وجود کے وقت مقتضی بھی پایا جائے جیسے سورج کا طلوع ہونا اور دن کا موجود ہونا۔ پس حکم اول مقتضی ہے حکم آخر کے ساتھ اور اقتضاء کا معنی متفق فی الوجود میں صادق نہیں آتا جیسے انسان کا ناطق ہونا اور گدھے کا ناطق ہونا پس اقتضاء بالضروری کے قید کی حاجت نہیں۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں کا بیان ہے۔ (۱) قیاس استثنائی (۲) ملازمہ کی تعریف۔

(۱) قیاس استثنائی..... وہ قیاس جس میں نتیجہ یا نقیض نتیجہ بعینہ مذکور ہو جیسے کلمات الشمس طالعة فالنهار موجود لکن النهار موجود نتیجہ ہوگا فالشمس طالعة۔

فائدہ: حرف استثناء کے مذکور ہونے کی وجہ سے اس کو قیاس استثنائی کہتے ہیں قیاس کی دوسری قسم قیاس اقترانی ہے یہ اس قیاس کو کہتے ہیں جس میں نتیجہ یا نقیض نتیجہ بعینہ مذکور نہ ہو بلکہ نتیجہ یا نقیض نتیجہ کا مادہ مذکور ہو جیسے کل انسان حیوان و کل حیوان جسم نتیجہ ہوگا فکل

انسان جسم۔

قیاس کی تیسری قسم قیاس برہان ہے یہ وہ قیاس ہے جو مقدمات یقینیہ سے مرکب ہو قیاس برہانی کی چھ قسمیں ہیں (باعتبار مادے کے)

(۱) اولیات (۲) فطریات (۳) تجربات (۴) مشاہدات (۵) متواترات (۶) حدسیات

(۱) اولیات..... یہ وہ قضایا ہیں جن کی طرف توجہ کرتے ہی عقل کو یقین ہو جائے اور حصول یقین کے لیے کسی واسطہ کی ضرورت نہ ہو جیسے الکمل اعظم من الجزء یعنی کل جز سے بڑا ہوتا ہے۔

(۲) فطریات..... یہ وہ قضایا ہیں جن کے یقین کرنے کے لئے ایک ایسے واسطے کی ضرورت ہو جو موضوع محمول اور نسبت کے ساتھ ذہن میں آئے اور وہ ذہن سے غائب نہ ہو جیسے اربع کا زوج ہونا جو شخص اربع اور زوج کے مفہوم کو سمجھے گا وہ یقیناً یہی حکم کرے گا کہ الاربع زوج۔

(۳) تجربات..... یہ وہ قضایا ہیں جس کی تصدیق عقل چند بار مشاہدے سے کرے جیسے شریر لڑکا ذہین ہوتا ہے۔

(۴) مشاہدات..... یہ وہ قضایا ہیں جن پر حکم مشاہدہ اور احساس کے بعد کیا جائے اس کی دو قسمیں ہیں حسیہ جیسے: آسمان ہمارے اوپر ہے اور وجدانیہ جیسے خوشی اور غم۔

(۵) متواترات..... یہ وہ قضایا ہیں جن کو اس قدر افراد نقل کریں جس کا جھوٹ پر اتفاق نہ ہو سکے جیسے محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

(۶) حدسیات..... حرکت فکر یہ کے دفعہ مبادی کا ظاہر ہونا جسے اردو میں تاثر لینا کہتے ہیں۔

ملازمہ کی تعریف..... ایک حکم کا کسی دوسرے حکم کے لئے مقتضی ہونا۔ اس کو ملازم اور استلزام بھی کہتے ہیں طلوع شمس اور وجود نہار میں ملازمہ ہے کہ جب طلوع شمس ہوگا وجود نہار اس کو لازم ہوگا۔

فائدہ: جو لزوم کا تقاضا کرے اسے ملزوم اور جس کے لزوم کا تقاضا کرے اسے لازم کہنے میں جیسے مثال مذکور ہمیں طلوع شمس ملزوم اور وجود نہار لازم آئے۔

اعتناء: ملازمہ اور ملازم اہل لغت کے نزدیک امتناع انفکاک کا معنی طرفین کی جانب سے ہو لزوم

اور استلزام امتناع انفاک کا معنی فقط ایک جانب سے ہو۔

ثم انه خص الملازمة بالحكم وان كانت قد تحقق بين المفردات ايضا
امالا نها مختصة في الاصطلاح بالقضايا واما لان التلازم بين المفردات
في الحقيقة تلازم بين الاحكام كما يظهر بادننى تامل والحكم الاول
يعنى المتقضى اسم الفاعل يسمى ملزوما والحكم الثانى يعنى المتقضى
اسم مفعول يسمى لازما وقد يكون الاستلزام من الجانبين فای يتصور
مقتضيا يسمى ملزوما وای يتصور مقتضى يسمى لازما ثم اعلم انه قدس
سره بين الملزوم واللازم ولم يبين المدلول مع الدليل لانه
كثيرا ما يرد المنع على بطلان اللازم كما يرد على اصل
الملازمة ولهذا اردف تعريفها بتعريف المنع

ترجمہ..... پھر ملازمہ کو حکم سے خاص کیا اگرچہ دو مفردات کے درمیان بھی متحقق ہوتا ہے
یا اس لیے کہ ملازمہ اہل مناظرہ کی اصطلاح میں قضایا کے ساتھ خاص ہے یا دو مفردات
کے درمیان درحقیقت احکام کے درمیان تلازم ہے جیسا کہ ادنیٰ غور و فکر سے ظاہر ہوگا
اور حکم اول یعنی مقتضى اسم فاعل کو ملزوم کہتے ہیں اور حکم ثانی یعنی مقتضى اسم مفعول کو لازم
کہتے ہیں اور کبھی تلازم دونوں جانب سے ہوتا ہے پس اس وقت جس کو مقتضى تصور کریں
گے اس کا نام ملزوم ہوگا اور جس کو مقتضى تصور کریں گے اس کا نام لازم ہوگا پھر آپ جان
لیں کہ بے شک ماتن قدس سرہ نے دونوں کو بیان کیا جبکہ دلیل کے ساتھ مدلول کو بیان
نہیں کیا اس لیے کہ جس طرح منع بطلان لازم پر کثرت سے وارد ہوتی ہے اسی طرح
اصل ملازمہ پر بھی۔ اس لئے اسکی تعریف کے بعد منع کی تعریف کی۔

تشریح

متذکرہ عبارت میں تین مسئلے بیان کئے گئے ہیں:-

(۱) ملازمہ کی تعریف پر اعتراض (۲) حکم اول اور حکم ثانی کا نام (۳) لازم اور ملزوم دونوں کو کیوں بیان کیا؟

(۱) ملازمہ کی تعریف پر اعتراض..... اس تعریف پر یہ اعتراض قائم ہوا ہے کہ ملازمہ کو حکم

کے ساتھ خاص کیا اور حکم قضایا میں پایا جاتا ہے جبکہ ملازم / ملازمہ دو مفردات کے درمیان بھی پایا جاتا ہے جیسے انسان ضاحک اب جہاں انسان ہوگا وہاں ضاحک ہوگا اور جہاں ضاحک ہوگا وہاں انسان ہوگا لہذا تعریف جامع نہ ہوئی۔

جواب..... شارح علیہ الرحمۃ اس کے دو جواب دیتے ہیں اولاً ملازم کا حکم کے ساتھ خاص ہونا اہل مناظرہ کے نزدیک ہے ثانیاً دو مفردات کے درمیان ملازم درحقیقت حکم میں ملازم ہے مثلاً انسان ضاحک میں جہاں انسان ہوگا وہاں ضاحک ہوگا خواہ ضاحک بالفعل ہو یا بالقوۃ اور جہاں ضاحک ہوگا وہاں انسان ہونا پایا جائے گا یہاں ملازمہ مفردات میں نہیں ہے بلکہ حکم میں ہے۔

(۲) حکم اول اور حکم ثانی کا نام..... عبارت سے ظاہر ہے کہ حکم اول کو ملزوم اور حکم ثانی کو لازم کہتے ہیں مثلاً الشمس طالعة فالنہار موجود میں الشمس طالعة حکم اول ہے اس لیے اسے ملزوم کہیں گے فالنہار موجود حکم ثانی ہے اس لیے اسے لازم کہیں گے اگر ملازم دونوں جانب سے ہو تو ان میں سے جسے مقتضی بنائیں گے وہ ملزوم کہلائے گا اور جسے مقتضی بنائیں گے وہ لازم کہلائے گا۔

(۳) لازم اور ملزوم دونوں کو کیوں بیان کیا..... اعتراض یہ ہوتا ہے کہ ماتن قدس سرہ نے ملزوم اور لازم کو بیان کیا جبکہ دلیل کے ساتھ مدلول کو بیان نہیں کیا۔

جواب..... اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جس طرح اصل ملازمہ پر منع وارد ہوتی ہے اسی طرح بطلان لازم پر بھی مثلاً کوئی کہے کہ میں تمہارے ملازمہ کو نہیں مانتا اس صورت میں منع بطلان لازم پر وارد ہوئی جبکہ دلیل کے ساتھ مدلول میں یہ بات نہیں ہے اس لئے دلیل کیساتھ مدلول کو بیان نہیں کیا شارح علیہ الرحمۃ اس کی جانب ولہذا اردف تعریفها بتعریف المنع کہہ کر اشارہ کر رہے ہیں کیونکہ لازم اور ملزوم کی تعریف سے فارغ ہو کر منع کی تعریف شروع کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ منع دونوں پر وارد ہوتی ہے۔

وقال المنع طلب الدلیل علی مقدمة معينة ویسمی ذالک الطلب مناقضة ونقضا تفصیلاً ایضا کما یسمی منعاً ترک اضافة المقدمة الی ضمیر الدلیل لانه یوهم ظاہرہ ان المطلوب طلب دلیل علی مقدمة

ذلک الدلیل المطلوب ولیس الامر كذلك وقیدها بالمعینۃ لتلا یرد
النقض الایضالی

ترجمہ..... اور کہا کہ منع مقدمہ معینہ پر دلیل طلب کرنا ہے اور جیسے اسے منع کہتے ہیں اسی
طرح اس طلب کا نام مناقضہ اور نقض تفصیلی بھی ہے ضمیر دلیل کی طرف مقدمہ کی
اضافت کو ترک کیا تاکہ اس کا ظاہر یہ وہم نہ پیدا کرے کہ طلب دلیل سے مطلوب مقدمہ
پر دلیل مطلوب ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اور مقدمہ کو معینہ کے ساتھ مقید کیا تاکہ نقض
اجمالی اس پر وارد نہ ہو۔

تشریح

متذکرہ عبارت میں تین مسئلے بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) منع کی تعریف (۲) اعتراض اور اس کا جواب (۳) تعریف منع میں لفظ معینہ کا فائدہ

(۱) منع کی تعریف..... مقدمہ معینہ پر دلیل طلب کرنا منع کہلاتا ہے مثلاً یہ کہا جائے کہ نبی
کریم ﷺ مطلع علم غیب ہیں تو سائل اس پر منع وارد کرتا ہوا کہے گا اس پر دلیل دو مدعی دلیل
کے لیے مَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ
يَشَاءُ پیش کرے گا جب سائل کو مذکورہ آیت سے نبی کریم ﷺ کا مجتبیٰ ہونا مسلم ہے
تو دوسرا مقدمہ مطلع علم غیب بھی مسلم ہونا چاہئے۔

اعتباہ: منع کو مناقضہ اور نقض تفصیلی بھی کہتے ہیں۔

(۲) اعتراض اور اس کا جواب..... اعتراض یہ ہے کہ علی مقدمہ معینہ کہا علی مقدمہ
معینہ کیوں نہ کہا؟

جواب..... اگر مقدمہ ضمیر اضافت کے ساتھ پیش کرتے تو اس کا ظاہر یہ وہم پیدا کرتا کہ منع
دلیل مطلوب کو کہتے ہیں جبکہ ایسا نہیں کیونکہ مقدمہ معینہ پر جب اعتراض وارد ہوگا تو اس اعتراض
کو رفع کرنے کے لیے جو دلیل دی جاتی ہے اسے دلیل مطلوب کہتے ہیں اس تعریف سے یہ بات
واضح ہوگئی کہ منع دلیل مطلوب سے پہلے وارد ہوتی ہے اور دلیل مطلوب منع کے بعد لہذا ان دونوں

کو شامل ہے اور وہ نبی کریم ﷺ کا فرمانا۔ تم سب اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرو۔ اور ہر وہ جو متناول النص ہو وہ جائز الارادہ ہوتا ہے اور ہر وہ جو جائز الارادہ ہو پس وہ مراد ہے نتیجہ نکلتا ہے کہ محل نزاع مراد ہے پس سائل کہتا ہے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ محل نزاع متناول النص ہے اور اگر اسے تسلیم بھی کر لیں تب بھی یہ تسلیم نہیں کرتے کہ جو متناول النص ہو وہ جائز الارادہ ہوتا ہے اور اگر ہم یہ تسلیم کر لیں تب بھی یہ تسلیم نہیں کرتے کہ جو جائز الارادہ ہوتا ہے وہ مراد ہے اور آپ پر مخفی نہ رہے کہ یہ کئی معنی ہیں نہ کہ منع واحد ہے پس ماتن قدس سرہ نے اسکے ذکر کو ملحق کیا اور یہ اس لیے کہ تعریف منع میں مقدمہ ماخوذ ہے تو ضروری ہوا کہ مقدمہ کا معنی بیان کیا جائے۔

تشریح

مذکورہ عبارت میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں

(۱) تعریف منع پر اعتراض (۲) مابعد سے مطابقت

(۱) تعریف منع پر اعتراض..... اعتراض یہ ہے کہ منع کبھی دلیل کے دونوں مقدموں پر وارد ہوتی ہے آپ نے کہا ہے کہ منع کسی ایک مقدمہ پر وارد ہوتی ہے مثلاً: اگر کوئی کہے کہ عورتوں کے زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے اور دلیل یہ دے کہ لانہ متناول النص۔

کل متناول النص فهو جائز الارادة و کل جائز الارادة فهو مراد
(صغریٰ) (کبریٰ)

پیش کردہ دلیل میں سے اولاً ہم یہ نہیں مانتے کہ ہر متناول النص جائز الارادہ ہوتا ہے اس صورت منع صغریٰ پر وارد ہوئی۔ ثانیاً ہم یہ نہیں مانتے ہیں کہ ہر جائز الارادہ مراد ہوتا ہے اس صورت میں منع کبریٰ پر وارد ہوئی لہذا ثابت ہوا کہ منع ایک مقدمہ سے زائد پر بھی وارد ہو سکتی ہے۔

جواب..... پیش کردہ صورت میں منع واحد نہیں ہے بلکہ کئی معنی ہیں جو یکے بعد دیگرے وارد ہوئی ہیں اس طرف شارح علیہ الرحمۃ نے اس عبارت سے اللہ کی ہے ولا یذهب علیک ان ذلك منوع لا منع واحد لہذا ثابت ہوا کہ منع دلیل کے ایک مقدمہ پر ہی وارد ہو سکتی ہے۔

(۲) مابعد سے مطابقت..... چونکہ منع کی تعریف میں لفظ مقدمہ گزرا ہے اس لیے ماتن قدس سرہ نے تعریف منع کے بعد مقدمہ کی تعریف کی تاکہ مقدمہ کی تعریف منع کی تعریف کے لیے تہہ ہو جائے۔

قال المقدمة مايتوقف عليه صحة الدليل اعم من ان يكون جزء من الدليل او لا فكان تعريف المقدمة من تنمة تعريف المنع ولا شك في ان قيد الحثيات يعتبر في التعريفات فكان حاصل تعريف المنع طلب الدليل على مقدمة معينة من حيث هي مقدمة فلا يرد النقص بطلب الدليل على مدعى هو في نفس الامر جزء دليل

ترجمہ..... کہا کہ مقدمہ وہ ہے جس پر دلیل کی صحت موقوف ہو عام ازیں کہ وہ دلیل کا جزء ہو یا نہ ہو پس مقدمہ کی تعریف منع کی تعریف کے لیے تہہ ہوئی۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تعریفات میں حیثیات کی قید معتبر ہے پس منع کی تعریف سے معنی حاصل یہ ہوا کہ مقدمہ معینہ پر اس حیثیت سے دلیل طلب کرنا کہ وہ مقدمہ ہے پس نقص وارد نہیں ہوتا دلیل طلب کرنے سے حالانکہ وہ نفس الامر میں دلیل کا جزء ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں ذومسکے بیان کئے گئے ہیں:-

(۱) مقدمہ کی تعریف (۲) اعتراض۔

(۱) مقدمہ کی تعریف..... مقدمہ وہ ہے جس پر دلیل کی صحت موقوف ہو۔

(۲) اعتراض..... اعتراض یہ ہے کہ منع مقدمہ معینہ پر دلیل طلب کرنے کو کہتے ہیں اس اعتبار سے مدعا پر بھی طلب کی جاتی ہے تو چاہئے کہ مدعا پر دلیل طلب کرنا بھی منع کہلانے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

جواب..... شارح علیہ الرحمۃ نے اس کا جواب یہ دیا کہ تعریفات میں چونکہ حیثیات معتبر ہیں اس لیے مدعا پر دلیل طلب کرنے کو منہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ مدعا پر بحیثیت مدعا ہونے کے دلیل طلب کی جاتی ہے جبکہ منع میں مقدمہ معینہ کی حیثیت سے دلیل طلب کی جاتی ہے لہذا اس حیثیت

کے اعتبار سے دونوں ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں شارح علیہ الرحمۃ نے اس کی جانب اس عبارت سے اشارہ کیا ہے "ولاشک فی ان قید الحیثیات یعتبر فی التعریفات

ثم قيل فی هذا المقام ان الاولی ان یفسر المنع بمعنی المبنى للمفعول یكون المقدمة بحيث یطلب علیها الدلیل والباعث له علی العدول عن كونه مبني للفاعل كما هو الظاهر انه لا یظهر معنی قول المانع هذه المقدمة ممنوعة ولا یذهب علیک ان معناه انها مطلوب علیها الدلیل

ترجمہ..... پھر اس مقام پر کہا گیا ہے کہ بے شک منع کی تفسیر مبنی للمفعول کرنا بہتر ہے مقدمہ کا اس حیثیت سے ہونا کہ اس پر دلیل طلب کی جائے اور ماتن قدس سرہ کے عدول کا سبب اس کا مبنی للفاعل ہونا ہے جیسا کہ ظاہر ہے بے شک وہ ظاہر نہیں ہوتا مانع کا کہنا یہ مقدمہ ممنوعہ ہے آپ پر مخفی نہ رہے کہ بے شک اس کا معنی مقدمہ پر دل طلب کرنا ہے۔

تشریح

مذکورہ عبارت میں منع کے معنی پر بحث کی گئی ہے چونکہ مصدر کبھی مبنی للفاعل ہوتا ہے جیسے زید عدل بمعنی زید عادل اور کبھی مبنی للمفعول ہوتا ہے جیسے خلق بمعنی مخلوق۔ منع کو مبنی للفاعل ماننے سے یہ مانع کی صفت بنے گی اور اگر مبنی للمفعول مانا جائے تو یہ دلیل کی صفت ہوگی ماتن قدس سرہ کے کلام سے ظاہر ہے کہ یہ مانع کی صفت ہے جبکہ علامہ صادق حلوائی شارح رسالہ عضد یہ کا کہنا ہے کہ منع کو مبنی للمفعول لینا بہتر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل علم کا یہ قول ہے ہذہ مقدمة ممنوعة اب یہاں کسی صورت بھی منع کی صفت نہیں بن سکتی ہے ماتن اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ منع اس مقام پر مبنی للفاعل ہے۔

اسم مصدر کی تعریف..... وہ لفظ جو کسی کام کے ہونے پر دلالت کرے یا جو معنی حدثی پر دلالت کرے اور مشتق منہ نہ ہو جیسے: الضرب (مارنا)

☆ مصدر میسی کی تعریف..... وہ مصدر جو مفعول کے وزن پر ہو جیسے معنی

☆ مصدر اسم فاعل کے معنی میں..... جیسے زید عدل (بمعنی عادل)

☆ مصدر اسم مفعول کے معنی ہیں..... جیسے زید خلق (بمعنی مخلوق)

☆ مصدر مضارع کے معنی میں..... جیسے حسبی (معنی بحسبی)

☆ مضارع مصدر کے معنی میں..... جیسے ان یفسر (بمعنی تفسیر)

وقیل ان تعریف المقدمة علی هذا الوجه یوجب ان یشب المانع توقف صحة الدلیل علی ما یمنعه حتی یكون منعه مسموعا وفی كثير مما شاع فی المنع ذلك مشكل کانتاج الدلیل وایجاب الصغری وکلیة الكبرى فان توقف الصحة علیها غیر مسلم لجواز ان یكون الصحة موقوفة علی اندراج الاصغر تحت الاوسط ویكون هذه الامور من لوازمه ذلك الاندراج ولا زم الموقوف علیه لایجب ان یكون موقوفا علیه واثبات التوقف دونہ خرط القتاد۔

ترجمہ..... اور کہا گیا ہے کہ اس طریقے پر مقدمہ کی تعریف سے یہ لازم آتا ہے کہ مانع یہ ثابت کرے کہ دلیل کی صحت اس منع پر موقوف ہے تاکہ منع قابل مسموع ہو اور کثیر منع ہے جس میں ثابت کرنا مشکل ہے جیسے دلیل کا نتیجہ اور ایجاب صغریٰ کلیت کبریٰ۔ پس دلیل کی صحت اس پر موقوف ہونا غیر مسلم ہے اس جواز کے تحت کہ صحت موقوف ہو اصغر کے حد اوسط کے تحت اندراج پر اور یہ امور اس اندراج کے لوازم میں سے اور موقوف علیہ کا لازم ضروری نہیں ہے کہ موقوف علیہ ہو اور توقف کا ثابت کرنا خاردار درخت کا چھیلنا ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں ایک اعتراض اور اس کا جواب دیا گیا ہے اعتراض یہ ہے کہ مقدمہ کی تعریف سے یہ لازم آتا ہے کہ مانع جب منع وارد کرے تو ضروری ہے کہ جس مقدمہ پر منع وارد ہو دلیل کی صحت اسی پر موقوف ہو حالانکہ ایسا ثابت کرنا مشکل ہے جیسا کہ شکل اول میں نتیجہ کے لئے ضروری ہے کہ ایجاب صغریٰ اور کلیت کبریٰ مگر یہ ثابت کرنا مشکل ہوگا کہ نتیجہ کی صحت اسی پر موقوف ہے اس کا جواب دیتے ہوئے شارح علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ اثبات التوقف دونہ خرط القتاد

ثم انه قد يذكر مع المنع السند فذكره بقوله السند هو في اللغة وكذا المستند وما استندت اليه من حائط او غيره وفي اصطلاح اهل المناظرة ما يذكر لتقوية المنع ويسمى مستندا ايضاً سواء كان مفيداً في الواقع او لا ويسلج فيه الصحيح والفاقد والاول انما يكون اخص او مساو بالنقيض المقدمة الممنوعة والثاني انما هو الاعم منه مطلقاً او من وجه

ترجمہ..... پھر کبھی منع کے ساتھ سند ذکر کی جاتی ہے پس ماتن قدس سرہ نے اپنے اس قول سے سند کی تعریف کی۔ سند اور استناد لغت میں دیوار کی طرف یا اسی جیسی اور چیز کی طرف ٹیک لگانا ہے اور اہل مناظرہ کی اصطلاح میں سند اسے کہتے ہیں جو منع کی تقویت کے لیے ذکر کیا جائے اس نام مستند بھی رکھا گیا ہے عام ازیں کہ وہ سند مفید ہو یا نہ ہو اور اس میں سند صحیح اور سند فاسد دونوں شامل ہیں اول مقدمہ ممنوعہ کی نقیض سے خاص ہو یا مساوی ہو اور یہ ثانی مقدمہ ممنوعہ کی نقیض سے عام مطلق ہو یا عام من وجہ ہو۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں تین مسئلے بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) ما قبل سے مناسبت (۲) سند کی تعریف (۳) سند کی تقسیم

(۱) ما قبل سے مناسبت..... منع کی تعریف کے بعد مقدمہ کی تعریف ہے کیونکہ منع کی تعریف میں مقدمہ کا لفظ آیا تھا۔ اب مقدمہ کی تعریف کے بعد سند کی تعریف کر رہے ہیں کیونکہ منع کو کبھی تقویت پہنچانے کے لیے سند ذکر کرتے ہیں (بحث خاص میں تفصیلاً موجود ہے) اس لیے سند کی تعریف پیش کر رہے ہیں شارح علیہ الرحمۃ نے ثم انه قد ذکر مع المنع السند کہہ کر اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

(۲) سند کی تعریف..... سند کا لغوی معنی کسی چیز پر ٹیک لگانا اور اہل مناظرہ کی اصطلاح میں سند وہ ہے جو منع کی تقویت اور مضبوطی کیلئے ذکر کیا جائے اسے استناد بھی کہتے ہیں۔

(۳) سند کی تقسیم..... سند کی دو قسمیں ہیں (۱) سند صحیح (۲) سند فاسد

الف:- سند صحیح..... جو مقدمہ ممنوعہ کی نفیض کے مساوی یا اخص یا اس کے مباین ہو اس کی چار قسمیں ہیں (۱) سند مساوی (۲) سند اخص (۳) سند عین (۴) سند مباین۔

☆ سند مساوی..... جو مقدمہ ممنوعہ کی نفیض کے مساوی ہو جیسے معلل کہے ہذا انسان سائل کہے لانسلم انه انسان اس لیے کہ یہ کیوں جائز نہیں ہے؟ کہ یہ لا ناطق ہو تو لا ناطق لا انسان کے لئے سند مساوی ہے جو مقدمہ ممنوعہ ہذا انسان کی نفیض ہے۔

☆ سند اخص..... جو مقدمہ ممنوعہ کی نفیض سے اخص ہو جیسے معلل کہے ہذا انسان سائل کہے لانسلم انه انسان۔ اس لیے کہ یہ کیوں جائز نہیں؟ یہ فرس ہو تو فرس مقدمہ ممنوعہ کی نفیض سے خالص ہے۔

☆ سند عین..... جو مقدمہ ممنوعہ کی نفیض کا عین ہو جیسے معلل کہے ہذا انسان سائل کہے لانسلم انه انسان اس لیے کہ یہ کیوں جائز نہیں؟ کہ یہ لا انسان ہو تو اس صورت میں لا انسان مقدمہ ممنوعہ کی نفیض کا عین ہے۔

☆ سند مباین..... جو مقدمہ ممنوعہ کی نفیض کا مباین ہو جیسے معلل کہے ہذا لیسر بانسان سائل کہے لانسلم انه لیسر بانسان اس لیے کہ یہ کیوں جائز نہیں؟ کہ یہ فرس ہو تو اس صورت میں فرس مقدمہ ممنوعہ کی نفیض انسان کا مباین ہے۔

(۲) سند فاسد..... جو مقدمہ ممنوعہ کی نفیض سے مطلقاً اعم ہو یا من وجہ عام ہو اس کی دو قسمیں ہیں۔
(۱) سند اعم مطلقاً (۲) سند اعم من وجہ

☆ سند اعم مطلقاً..... جو مقدمہ ممنوعہ کی نفیض سے مطلقاً اعم ہو جیسے معلل کہے ہذا انسان سائل کہے لانسلم انه انسان اس لیے کہ یہ کیوں جائز نہیں؟ کہ وہ غیر ضاحک ہو تو غیر ضاحک ہونا۔ مقدمہ ممنوعہ کی نفیض لا انسان سے اعم ہے۔

☆ سند من وجہ..... جو مقدمہ ممنوعہ کی نفیض سے من وجہ اعم ہو جیسے معلل کہے ہذا انسان سائل کہے لانسلم انه انسان۔ اس لیے کہ یہ کیوں جائز نہیں؟ کہ ابیض ہو اور ابیض مقدمہ ممنوعہ کی نفیض لا انسان سے اعم من وجہ ہے۔

وقیل ان الاعم لیس بسند مصطلح وهذا یقولون فیہ ان هذا لا یصلح
للسندیۃ و فیہ ان معنی قولہم ان ما ذکر ت للتقویۃ لیس بمفید لہا لانہ
لیس بسند ثم لما فرغ من بیان النقض التفصیلی الذی هو المنع
وبیان ما یدکر للتقویۃ اراد ان یبین النقض الاجمالی

ترجمہ..... اور کہا گیا ہے کہ بے شک اہل مناظرہ کی اصطلاح میں اعم سند نہیں ہے اور یہ
اس میں کہتے ہیں کہ بے شک یہ سندیت کے لئے مصلح نہیں ہے اور اس میں ان کے کہنے
کا معنی یہ ہے کہ جس تقویت کے لیے ذکر کرتے ہیں یہ اس کے لیے مفید نہیں ہے نہ یہ کہ
بالکل یہ سند نہیں ہے پھر جب ماتن قدس سرہ نقض تفصیلی کے بیان سے فارغ ہوئے جو
کہ منع ہے اور اس کے بیان سے جو منع کے لیے تقویت کا باعث ہو ارادہ کیا کہ نقض
اجمالی بیان کیا جائے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں۔

(۲) مناسبت

(۱) سند اعم پر تبصرہ

(۱) سند اعم پر تبصرہ..... اسے چونکہ اہل مناظرہ کی اصطلاح میں سند کا درجہ نہیں دیا گیا ہے اس
لیے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ سند اعم سند ہی نہیں ہے اس کے ازالہ کے لیے شارح علیہ الرحمۃ
نے فرمایا کہ سند اعم تقویت کے اعتبار سے سند نہیں ہے ورنہ اسکے سند ہونے سے انکار نہیں
کیا جاسکتا ما ذکر ت للتقویۃ لیس بمفید لہا کہہ کر اس کی جانب اشارہ کیا۔

(۲) مناسبت..... مابعد کی قبل سے مناسبت یہ ہے کہ منع کو نقض تفصیلی بھی کہا جاتا ہے اس لیے
نقض تفصیلی کے بعد نقض اجمالی بیان کیا۔

فقال النقض وهو فی اللغة الکسر وفي اصطلاح النظار ابطال الدلیل ای
دلیل المعلل بعد تمامہ متمسکا بشاہد یدل علی عدم استحقاقہ للا
ستدلال بہ وهو ای عدم استحقاقہ استلزامہ فسادا اما اعم من ان یکون

تخلف المدلول عن الدلیل بان یوجد الدلیل فی موضع ولم یوجد المدلول فیہ او فسادًا اخر مثل لزوم المحال علی تقدیر تحقق المدلول ویوضح ذلک من قوله وفصل ای النقص بدعوی التخلف اولزوم محال

ترجمہ..... پس ماتن قدس سرہ نے کہا کہ نقص اور وہ لغت میں کسر کے معنی میں ہے اور اہل مناظرہ کی اصطلاح میں دلیل کا باطل کرنا یعنی معطل کی دلیل کے مکمل ہونے کے بعد کسی شاہد کو پکڑتے ہوئے جو معطل کے استدلال کے لئے عدم استحقاق پر دلالت کرے اور وہ یعنی اس کا عدم استحقاق فساد کو لازم ہونا ہے عام ازیں کہ مدلول کا تخلف دلیل سے ہو کہ کسی جگہ دلیل پائی جائے لیکن مدلول نہ پایا جاتا ہو یا کسی دوسرے فساد سے مثل لزوم محال، مدلول کے تحقق ہونے کی تقدیر پر اور اس کی وضاحت ان کے اس قول سے ہوتی ہے اور نقص کو تقسیم کیا گیا ہے تخلف دعویٰ سے یا لزوم محال سے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں۔

(۲) نقص کا طریقہ

(۱) نقص کی تعریف

(۱) نقص کی تعریف..... متدل کی دلیل پوری ہونے پر اس کو ایسی بات پیش کر کے باطل کرنا جس سے متدل کا دلیل سے استدلال کرنے کا فساد واضح ہو جائے کہ وہ دلیل فساد کو مستلزم ہے یا محال کو لازم ہے۔

(۲) نقص کا طریقہ..... نقص کے دو طریقے ہیں (الف) تخلف (ب) لزوم محال۔

(الف) - تخلف..... دلیل ہو اور مدلول نہ پایا جاتا ہو اس کی صورت یہ ہے کوئی شخص یہ کہے کہ یہ انسان ہے اس لیے کہ حیوان ہے سائل کہے کہ یہاں دلیل پائی جا رہی ہے لیکن مدلول نہیں ہے کیونکہ یہ فرس ہے اس لیے کہ یہ حیوان ہے وہی دلیل یہاں پائی جا رہی ہے لہذا تخلف المدلول عن الدلیل کی صورت ہوئی۔

(ب) - لزوم محال..... لزوم محال کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کہے۔

”اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی و ولی جن و فرشتے جبرئیل اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے“

ناقض لزوم محال کی صورت میں کہے کہ نبی کریم ﷺ کی ذات ستودہ صفات سے تمام اوصاف و کمالات میں برابری رکھنے والے ایک شخص سے بھی تکوین کے تعلق کا صحیح ہونا باطل ہے کیونکہ ایسا ایک شخص بھی موجود ہوا تو نص قرآنی کا کذب لازم آئے گا اور اللہ تعالیٰ کا کذب محال بالذات ہے اور جس سے محال بالذات لازم ہو اس سے تکوین کا تعلق صحیح نہیں ہوتا۔

قیاس اقترانی حملی کی صورت

- ☆ کمالات میں نبی کریم ﷺ کے برابر موجود ہونا۔ محال بالذات کو مستلزم ہے (موضوع)
- ☆ اور جو محال بالذات کو مستلزم ہو اس سے تکوین کا تعلق صحیح نہیں ہے (محمول)
- ☆ کمالات میں نبی کریم ﷺ کے برابر موجود ہونا اس سے تکوین کا تعلق صحیح نہیں ہے (نتیجہ)

قیاس استثنائی کی صورت

- ☆ اگر کمالات میں نبی کریم ﷺ کے برابر تکوین کا تعلق صحیح ہوتا (مقدم)
- ☆ تو اللہ تعالیٰ کا کذب بھی صحیح ہوتا (تالی)
- ☆ کذب باطل ہے لہذا تکوین کے تعلق کا صحیح ہونا بھی باطل (نتیجہ)

یہ ہے لزوم محال کی صورت اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے برابر کا موجود ہونا کذب الہی کو مستلزم ہے کیونکہ آپ کی ایک صفت خاتم النبیین ہے اب اگر کوئی اور آئے گا تو وہ خاتم النبیین ہوگا یا نہیں نفی کی صورت میں تساوی باطل ہے اور اثبات کی صورت میں نص قرآنی کا کذب لازم آئے گا اور نص قرآنی کا کذب محال ہے لہذا نبی کریم ﷺ کی نظیر کا آنا بھی محال ہے اس لیے مدعی کا یہ قول کہ اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے انا محال کو مستلزم ہے۔

و یسمی نقضاً اجمالاً ایضاً یعنی کما انہ یطلق لفظ مطلق النقض علی
المدکور یطلق النقض المقید بالاجمالی ایضاً علیہ بخلاف المنع فانہ

لا یطلق علیہ الامقیداً بالتفصیلی

ترجمہ..... اور اس کا نام نقض اجمالی بھی ہے یعنی جیسا کہ فقط لفظ کا اطلاق ہوتا ہے ویسے اجمالی کی قید بھی لگائی جاتی ہے بخلاف منع کے اس کا اطلاق تفصیلی کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے۔

تشریح

مذکورہ عبارت میں نقض اجمالی اور نقض تفصیلی کا فرق بیان کیا گیا ہے:-

پہلا فرق..... نقض بغیر شاہد کے قابل قبول نہیں ہوتا جبکہ منع بغیر سند کے بھی قابل قبول ہوتی ہے۔
دوسرا فرق..... منع میں طلب پائی جاتی ہے کیونکہ سائل یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ مقدمہ ہمارے نزدیک غیر ثابت ہے لہذا تم اپنی طرف سے دلیل دو۔ جبکہ نقض میں ابطال پایا جاتا ہے اور ابطال میں دعویٰ ہے اور دعویٰ بغیر دلیل کے قابل مسموع نہیں ہوتا ہے لہذا نقض بھی بغیر دلیل کے قابل قبول نہیں ہوگا۔

تیسرا فرق..... منع دلیل کے مکمل ہونے سے پہلے دلیل کے کسی جزء پر وارد ہوتی ہے جبکہ نقض دلیل کے مکمل ہونے کے بعد دلیل پر وارد ہوتا ہے۔

چوتھا فرق..... نقض کو بغیر قید اجمالی کے بولنا بھی جائز ہے جبکہ منع کے لئے نقض کے ساتھ تفصیلی کی قید ضروری ہے۔

پانچواں فرق..... سائل جب منع وارد کرتا ہے تو معلل کو اس وقت سوچنے کا موقع مل جاتا ہے کیونکہ منع مقدمہ معینہ پر وارد ہوتی ہے جبکہ نقض تمام دلیل پر وارد ہوتا ہے اور مستدل کو دفعتاً یہ معلوم نہیں ہو سکتا ہے کہ نقض دلیل کے کسی حصہ پر وارد ہوا ہے اس لیے نقض کے بعد مستدل حیران و پریشان ہو جاتا ہے۔

فالشاهد ما يدل على فساد الدليل للتخلف او لاستلزامه محالاً ثم اعلم ان التعريف المشهور للنقض وهو تخلف الحكم عن الدليل عدل المصنف

عنه لانه يرد عليه ان النقص لا يختص بالتخلف كما عرفت وان النقص
صفة الناقض والتخلف صفة الحكم ويمكن الجواب عن الاول بان
المراد بالحكم المدلول اعم من ان يكون مدعى او غيره فيكون المعنى
انتفاء المدلول مع وجود الدليل وذاك يكون بوجهين احدهما ان
يوجد الدليل في صورة ولم يوجد المدلول فيها كالتخلف المشهور
والثاني ان يوجد ولا يوجد مدلوله اصلاً كما اذا استلزم المح غايته انه
ليس بظاهر ملائم الارادة في التعريف وعن الثاني بان المعروف هو
النقص الاصطلاحي دون اللغوي الذي هو صفة الناقض مع انه يجوز ان
يكون مصدراً مبنياً للمفعول

ترجمہ..... پس شاید وہ ہے جو تخلف یا اس کے استلزام کیلئے از روئے محال دلیل کے
فساد پر دلالت کرے پھر آپ جان لیں کہ بے شک نقض کی مشہور تعریف یہ ہے کہ حکم
کا تخلف دلیل سے ما بن نے اس تعریف سے عدول کیا اس لیے کہ اس تعریف پر اعتراض
ہے کہ نقض تخلف ہی کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ آپ نے اس تعریف سے جان لیا
اور بے شک نقض ناقض کی صفت ہے اور تخلف حکم کی صفت ہے اور ممکن ہے کہ اول کا یہ
جواب دیا جائے کہ حکم سے مراد مدلول ہے عام ازیں کہ وہ مدعا ہو یا اس کے علاوہ پس اس
وقت اس کا معنی یہ ہوگا کہ دلیل پائے جانے کے باوجود مدلول منطقی ہو اور یہ دو صورتوں
میں ہے پہلی صورت یہ ہے کہ دلیل پائی جائے اور اس میں مدلول نہ ہو جیسے تخلف مشہور
اور ثانی یہ ہے کہ دلیل پائی جائے اور مدلول کسی بھی صورت میں نہ پایا جائے جیسے استلزام
محال زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ بے شک تعریف میں ظاہر معنی کا ارادہ مفقود ہے اور ثانی کی
طرف سے جواب یہ ہے کہ بے شک نقض کی تعریف اصطلاحی ہے نہ کہ لغوی جو ناقض کی
صفت ہے اس کے ساتھ کہ مصدر کو مبنی للمفعول لینا جائز ہے

تشریح

عبارت مذکورہ میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں :-

(۱) شاہد کی تعریف (۲) نقض کی مشہور تعریف سے عدول کی وجہ

شاہد کی تعریف..... جو چیز دلیل کے فساد پر دلالت کرے مثلاً: مغلل کی دلیل مکمل ہونے کے بعد جب سائل یہ ثابت کرے کہ یہاں دلیل پائی جا رہی ہے لیکن مدلول نہیں پایا جا رہا ہے اب سائل جس چیز سے یہ ثابت کرے گا وہ شاہد ہے اور جو ثابت ہو وہ تخلف المدلول ہے اسی طرح لزوم محال میں ہے سائل یہ ثابت کرے گا وہ شاہد ہے اور جو چیز ثابت ہو وہ لزوم محال ہے دونوں کی مثالیں گزر چکی ہیں۔

نقض کی مشہور تعریف سے عدول کی وجہ..... ماتن نے مشہور تعریف سے عدول کر کے نقض کی جو تعریف کی ہے اس عدول کی وجہ بتاتے ہوئے شارح علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ مشہور تعریف پر دو اعتراض قائم ہوتے ہیں اولاً مشہور تعریف تخلف الحکم عن الدلیل ہے اس تعریف سے لازم آتا ہے کہ نقض صرف تخلف میں ہے جبکہ ایسا نہیں ہے ثانیاً اس تعریف میں نقض ناقض کی صفت ہے اور تخلف حکم کی صفت ہے۔

جواب اول..... حکم کو مدلول کے معنی میں لیں گے عام ازیں کہ وہ مدعا ہو یا غیر مدعا اس صورت میں تخلف کا معنی یہ ہوگا کہ دلیل پائی جائے لیکن مدلول منطقی ہو مدلول کی انتفاء کی دو صورتیں ہیں۔

الف: دلیل ہو مدلول نہ ہو یہ صورت تخلف المدلول عن الدلیل کی ہے۔

ب: دلیل ہو مدلول اصلاً نہ ہو یہ صورت لزوم محال کی ہے۔

جواب ثانی..... نقض کی تعریف میں نقض باعتبار اصطلاحی ہے نہ کہ لغوی اور یہ بھی جائز ہے کہ نقض مبنی للمفعول ہو۔

ویرد علی التعریفین ان النقض بحسب الاصطلاح قد يطلق علی معینین
آخرین احدهما نقض المعارف طرداً وعكساً والثانی المناقضة التي
سبق ذكرها ولا يخفى عليك ان المعارف هو النقض المقابل للمنع
السابق ذكره الوارد علی دلیل المغلل فلا ضير في خروج النقوض

الواردة على التعريفات من التعريف

ترجمہ..... اور ان دونوں تعریفوں پر کہ بے شک نقض بحسب اصطلاح ہے اعتراض وارد ہوتا ہے کہ کبھی اس کا اطلاق دوسرے دو معانی پر بھی ہوتا ہے اس میں سے ایک یہ ہے کہ نقض کی تعریف از روئے طرد و عکس ہے اور ثانی مناقضہ جس کا ذکر گزر چکا ہے اور آپ پر مخفی نہ رہے کہ نقض کی تعریف منع کے مقابلے میں ہے معطل کی دلیل پر اس کو ذکر کرتے ہیں تعریف سے تعریفات پر واردہ نقض کو نکالنے میں کوئی تنگی نہیں ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں ایک اعتراض اور اس کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ نقض کو اگر بحسب اصطلاح لیں تب بھی دونوں تعریفوں پر (تعریف مشہور اور ماتن کی تعریف) اعتراض وارد ہوتا ہے کیونکہ دیگر دو معانی میں بھی مستعمل ہے یعنی طرد و عکس اور مناقضہ شارح علیہ الرحمۃ اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نقض کی تعریف منع کے مقابلے میں ہے اور جو چیز کسی کے مقابلے میں ہو ان دونوں کو ایک ماننا خطا ہے لہذا نقض مطلق کو مناقضہ کے معنی میں نہیں لے سکتے اس کی جانب ولا یخفی علیک ان المعروف هو النقض المقابل للمنع السابق کہہ کر اشارہ کیا۔

☆ طرد کی تعریف..... طرد تلازم فی الثبوت کو کہتے ہیں یعنی جس پر حد صادق آئے اس پر محدود بھی صادق آئے گا اسے جامعیت بھی کہتے ہیں۔

☆ عکس کی تعریف..... عکس تلازم فی الابطال کو کہتے ہیں یعنی جس پر حد صادق نہ آئے اس پر محدود بھی صادق نہ آئے گا اسے مانعیت بھی کہتے ہیں۔

ثم الاسئلة المسموعة الواردة على دليل المعلل ثلاثة المنع والنقض والمعارضة فالاول لان ما عرفت والثالث ما فسرہ بقوله والمعارضة اقامة الدليل على خلاف ما اقام الدليل عليه الخصم والمراد بالخلاف ما ينافي مدعى الخصم سواء كان نقيضه او مساوى نقيضه او اخص منه لا ما يغايره مطلقا كما يشعر به لفظ الخصم لانه انما يتحقق المخاصمة

لو کان مدلول دلیل احدهما منافی مدلول دلیل الاخر

ترجمہ..... پھر دلیل پر تین سوالات قابل مسموع ہیں منع، نقض اور معارضہ پس اول کے دو آپ نے پہچان لئے اور تیسرے کی تفسیر اس قول سے کی اور معارضہ خصم کے خلاف دلیل قائم کرنا ہے جو خصم نے اس پر قائم کی ہو اور خلاف سے مراد جو خصم کے مدعا کے منافی ہو عام ازیں کہ وہ اس کی نقیض ہو یا اس کی نقیض کے مساوی ہو یا اس کی نقیض سے انحصار ہو نہ کہ مطلقاً مدعا کے مغایر ہو جیسا کہ لفظ خصم سے سمجھ میں آتا ہے اس لیے خلاصت وہاں متحقق ہوتی ہے جہاں ایک کی دلیل دوسرے کی دلیل کے مدلول کے منافی ہو۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں:-

(۲) معارضہ کی تعریف

(۱) مناسبت

(۱) مناسبت..... سائل کی طرف سے مدعی کی دلیل پر جو باتیں قابل مسموع ہیں وہ یہ ہیں منع، نقض اور معارضہ ان تینوں میں سے دو یعنی منع اور نقض کی تعریف مع ملحقات بیان کر چکے ہیں اور اب معارضہ کی تعریف اور تقسیم بیان کریں گے جو یکے بعد دیگرے سائل وارد کرتا ہے۔

(۲) معارضہ کی تعریف..... فریق مخالف کے دعویٰ کے خلاف دلیل پیش کرنا معارضہ ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں (۱) معارضہ فی المقدمہ (۲) معارضہ فی الحکم۔

الف: معارضہ فی المقدمہ..... فریق مخالف کی دلیل کے مقدمات میں سے کسی مقدمہ کی نفی پر دلیل قائم کرنا۔

ب: معارضہ فی الحکم..... فریق مخالف کے مطلوب حکم کی نقیض پر دلیل قائم کرنا۔

شارح علیہ الرحمۃ معارضہ کی تعریف میں لفظ خلاف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہاں خلاف سے مراد مدعا کے منافی ہونا ہے نہ کہ وہ دلیل مدعا کے مغایر ہو پھر فرماتے ہیں اس تثنائی

کی چند صورتیں ہیں (۱) عین نقیض (۲) مساوی نقیض (۳) نقیض سے انحصار۔

(۱) عین نقیض..... عین نقیض کی صورت یہ ہے کہ مدعی کہے ہذا انسان لانه ضاحك سائل اس کے جواب میں کہے ہذا انسان لانه لا ناطق اس مثال میں ہذا انسان کی نقیض لا انسان ہے جو کہ عین نقیض ہے۔

(۲) مساوی نقیض..... اس کی صورت یہ ہے کہ مدعی کہے ہذا انسان لانه ضاحك سائل کہے لا نسلم ہذا انسان بل هو لا ناطق لانه غیر ضاحك اس مثال میں ہذا انسان کی نقیض لا ناطق مساوی نقیض ہے۔

(۳) نقیض سے انحصار..... اس کی صورت یہ ہے کہ مدعی کہے ہذا انسان لانه حیوان سائل کہے لا نسلم ہذا انسان بل هو فرس لانه حیوان اس کی مثال میں انسان کی نقیض لا انسان ہے اور فرس لا انسان سے انحصار ہے۔

فان اتحد دلیلا ہما بان اتحد فی المادۃ والصورة جمیعاً کما فی المغالطات العامة الوردیة و صورتهما فقط بان اتحد فی الصورة فقط بان یکونا علی الضرب الاول من الشکل الاول مثلاً مع اختلافهما فی المادۃ فمعارضۃ بالقلب ان اتحد دلیلا ہما معارضۃ بالمثل ان اتحد صورتهما والا ای وان لم يتحد الا صورة ولا مادة فمعارضۃ بالغير

ترجمہ..... پس اگر دونوں دلیلیں متحد ہوں۔ اس حال میں کہ مادہ اور صورت میں اتحاد ہو جیسے مغالطات عامہ یا دونوں دلیلیں صرف صورت میں متحد ہوں دونوں شکل اول کی ضرب اول سے ہوں یا دونوں میں اختلاف ہو پس معارضۃ بالقلب جو صورت اور مادہ میں متحد ہو اور معارضۃ بالمثل اگر صرف صورت میں متحد ہو ورنہ یعنی اگر دونوں میں اتحاد نہ ہو پس وہ معارضۃ بالغير ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں معارضۃ کی تقسیم کا بیان کی گئی ہے۔ (۱) معارضۃ بالقلب (۲) معارضۃ

بالمثل (۳) معارضہ بالغیر۔

(۱) معارضہ بالقلب..... فریقین کی دلیلیں صورت اور مادہ دونوں میں متحد ہوں۔

(۲) معارضہ بالمثل..... فریقین کی دلیلیں مادہ میں مختلف اور صورت میں متحد ہوں۔

(۳) معارضہ بالغیر..... فریقین کی دلیلیں مادہ اور صورت دونوں میں مختلف ہوں۔

انتباہ:- ان تینوں کی مثالیں اگلی عبارت میں آئیں گی۔

قال المصنف قدس سرہ فیما نقل عنه المعارضة بالقلب توجد في
المغالطات العامة الورود كما يقال المدعى ثابت لانه لو لم يكن المدعى
ثابتا لكان نقيضه ثابتا وعلى تقدير ان يكون نقيضه ثابتا كان شئ من
الاشياء ثابتا فلزم من هذه المقدمات هذه الشرطية ان لم يكن المدعى ثابتا
لكان شئ من الاشياء ثابتا وينعكس بعكس النقيض الى هذا ان لم يكن
شئ من الاشياء ثابتا لكان المدعى ثابتا تم كلامه ففي قوله توجد في
المغالطات اشارة الى انها لا توجد في الدلائل العقلية الصرفة وقد يقع في
القياسات الفقهية ايضا كما اذا قال العنفي مسح الرأس ركن من اركان
الوضوء فلا يكفي اقل ما يطلق عليه اسم المسح كفصل الوجه فيقول
الشافعي معارضا للمسح ركن منها فلا يقدر بالربع كفصل الوجه واما
المعارضة بالمثل فكما اذا قال المعلن العالم محتاج الى المؤثر وكل
محتاج اليه حادث فهو حادث يقول المعارض العالم مستغن عن المؤثر
وكل مستغن عنه قديم فهو قديم فالدليلان متحدان في الصورة لكونهما
من ضرب واحد من الشكل الاول واذا قال المعارض لو كان العالم حادثا
لما كان مستغنيا لكنه مستغن فليس بحادث كانت معارضة بالفيسر

ترجمہ..... مصنف قدس سرہ نے (منہیہ) میں کہا ہے کہ معارضہ بالقلب مغالطات عامہ
میں پائے جاتے ہیں جیسا کہ کہا جائے نہ عا ثابت ہے اگر مدعا ثابت نہ ہو تو اس کی نقیض
ثابت ہوگی اور اس تقدیر پر کہ اس کی نقیض ثابت ہوگی اشیاء میں سے کون سے شے ثابت

ہوگی۔ پس اس مقدمات سے یہ شرطیت لازم آتی ہے اگر مدعا ثابت نہ ہو تو اشیاء میں سے کوئی شے ثابت ہوگی اور عکس نقیض کا الٹ کرتے ہیں اس کی طرف کہ شئی من الاشیاء اگر ثابت نہ ہو تو مدعا ثابت ہے مصنف کا کلام مکمل ہوا اس کی طرف تو وجد فی المغالطات کہہ کر اشارہ کیا دلائل عقلیہ میں معارضہ بالقلب نہیں پایا جاتا اور کبھی فقہی قیاسات میں بھی پایا جاتا ہے جیسے جب حنفی حضرات کہیں کہ سر کا مسح ارکان وضو میں سے ایک رکن ہے پس یطلق علیہ اسم المسح سے کم کفایت نہیں کرتا جیسے چہرہ دھونا، پس شافعی حضرات کہیں کہ سر کا مسح ارکان وضو میں سے ایک رکن ہے پس اسے ریع کے ساتھ مقید نہیں کر سکتے جیسے چہرہ دھونا اور معارضہ بالمثل جیسے معلل کہے دنیا موثر کی طرف محتاج ہے اور جو محتاج ہو وہ حادث ہوتا ہے پس عالم حادث ہے معارض کہے کہ عالم اثر سے مستغنی ہے اور جو اثر سے مستغنی ہو وہ قدیم ہوتا ہے پس عالم قدیم ہے پس دونوں دلیلیں صورت میں متحد ہیں اس لئے کہ دونوں شکل اول کی ضرب اول سے ہیں اور جب معارض کہے کہ عالم حادث ہے لیکن وہ اثر سے مستغنی ہے اس لئے وہ حادث نہیں ہے یہ معارضہ بالغیر ہے۔

تشریح

سابقہ عبارت میں پیش کردہ معارضہ ثلثہ کی مثالیں بیان کی گئیں ہیں۔

مثال اول..... پہلی مثال مغالطات کی ہے یعنی ہمارا مدعا اگر ثابت نہیں ہے تو شئی من الاشیاء ثابت ہے اور اس کے الٹ میں یعنی اگر شئی من الاشیاء ثابت نہیں ہے تو مدعا ثابت ہے یہ معارضہ بالقلب کی مثال ہے اس کے علاوہ مزید تین مثالیں اور ہیں۔

مثال ثانی..... احناف نے چوتھائی سر کے مسح کے وجوب پر استدلال کیا ہے کہ مسح الراس رکن من ارکان الوضوء (صغریٰ) و کل رکن لا یکفی فیہ اقل ما یطلق علیہ اسمہ (کبریٰ) نتیجہ نکلا فلا یکفی فی المسح اقل ما یطلق علیہ اسمہ

شافعی کے نزدیک چونکہ ایک یا دو بال کا مسح کرنا بھی جائز ہے اس لئے انہوں نے احناف کا معارضہ بالقلب کیا کہ المسح رکن من ارکان الوضوء (صغریٰ) و کل رکن لا یقدر

بالربع (کبری) نتیجہ نکلا کہ فلا بقدر مسح الراس بالربع احناف اور شوافع کے اولہ میں صورتاً بھی اتحاد ہے کیونکہ صغری اقترانی ہے اور شکل اول کی ضرب اول پر ہے اور بعض مادہ میں بھی اتحاد دے کیونکہ صغری دونوں دلیلوں میں بعینہ ایک ہے کبری کے محمول میں اختلاف ہے یہ مثال معارضہ بالقلب کی ہے۔

مثال ثالث..... متکلمین عالم کے حدوث پر دلیل پیش کرتے ہیں کہ العالم محتاج الی المؤثر (صغری) و کل ما هو محتاج الی المؤثر حادث (کبری) نتیجہ نکلا عالم حادث ہے۔ سوفسطائی معارضہ کرتے ہوئے دلیل دیتا ہے کہ العالم مستغن عن المؤثر فهو قدیم (کبری) نتیجہ نکلا عالم قدیم ہے اس مثال میں فریقین کی دلیلیں مادہ میں مختلف ہیں لیکن صورت میں متحد کیونکہ دونوں قیاس اقترانی ہے اور شکل اول کے ضرب اول پر ہے یہ معارضہ بالمثل کی مثال ہے۔

مثال رابع..... مذکورہ دلائل کو پیش کر کے عالم کے حدوث پر دلیل قائم کرے اور فریق مخالف عالم کے قدیم ہونے پر دلیل دے کہ..... لو كان العالم حادثا لما كان مستغنيا لكنه مستغن فليس بحادث اس میں فریقین کی دلیلیں مادہ اور صورت دونوں میں مختلف ہیں مادہ کا اختلاف تو واضح ہے صورت میں اختلاف یہ ہے کہ پہلی دلیل قیاس اقترانی اور دوسری دلیل قیاس استثنائی ہے یہ مثال معارضہ بالغیر کی ہے۔

ثم قيل يصدق التعريف على تعليل المعلل الاول بعد ما عارضه السائل والجواب عنه انه معارضة على اختيار المص كما ينبغي ولو سلم عدم كونه معارضة كما هو مختار يمكن ان يقال ان المراد بالخصم المعلل الاول المثبت لمدعاه بالدليل الا المعارض

ترجمہ..... پھر کہا گیا کہ سائل کے معارضہ کے بعد یہ تعریف معلل اول پر صادق آتی ہے اور جواب یہ ہے کہ ماتن کے اختیار کردہ قول پر وہ معارضہ ہی ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا اور اگر اس کا عدم تسلیم کیا گیا جیسا کہ غیر کا مختار قول ہے ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ خصم سے مراد معلل اول ہے جو اپنے مدعا کو دلیل سے ثابت کرے نہ کہ معارض۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں معارضہ کی تعریف پر ایک اعتراض اور پھر ماتن کا مذہب بیان کیا گیا ہے
 اعتراض یہ تھا کہ معارضہ کی تعریف معلل اول یعنی مستدل پر صادق آتی ہے کیونکہ جب سائل
 معارضہ کرتا ہے تو اس کے جواب میں مستدل بھی سائل کا معارضہ کرتے ہوئے جواب دیتا ہے اس
 کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ماتن کے نزدیک ایسا ہی پسندیدہ ہے جیسا کہ آپ نے اعتراض میں کہا
 ہے ماتن کے علاوہ کا مختار قول ہے کہ یہاں خصم سے مراد معلل اول ہی ہے جو دلیل سے اپنے
 دعویٰ کو ثابت کرتا ہے جبکہ معارض کا مقصد دعویٰ کو ثابت کرنا نہیں بلکہ مستدل کی دلیل کا صرف
 معارضہ کرنا ہے۔

ثم لا بد في المناظرة من التوجيه فلا بد من بيانه ولذلك قال والتوجيه ان
 يوجه المناظر كلامه منعا او نقضا او معارضة الى كلام الخصم والغصب
 اخذ منصب الغير وهو غير مستحسن كما اذا قال احد ناقل قال ابو حنيفة
 ومحمد رضى الله عنهما اذا جامع المظاهر في خلال صيام الكفارة
 استأنف ثم استدل بانه قال سبحانه وتعالى قُلْ اِنْ يَتَمَنَّاهُ فَذَلِك
 يقتضى تقديم الكفارة على المسيس ومن ضرورة التقديم الاخلاء عن
 الجماع فلما فات بالمجامعة التقديم يلزم ان يستأنف ليو جدا الاخلاء
 عملا بقدر الامكان فانه كان منصب الناقل تصحيح النقل فحسب فلما
 شرع في الاستدلال اخذ منصب المدعى

ترجمہ..... پھر مناظرہ میں توجیہ ضروری ہے پس توجیہ کا بیان ضروری ہوا اور ماتن نے کہا
 اور توجیہ مناظر کا کلام کی طرف متوجہ کرنا از روئے منع، نقض یا معارضہ کے خصم کے کلام کی
 طرف اور غصب غیر کے منصب کو لینا ہے اور یہ غیر مستحسن ہے جیسا کہ کوئی از روئے نقل
 کے کہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد نے فرمایا کہ جب مظاہر کفارہ کے روزے کے درمیان
 وطی کرے تو دوبارہ روزہ نئے سرے سے رکھے پھر اس کی دلیل پیش کرے کہ اللہ تعالیٰ نے
 فرمایا ”قبل ان يتماسا“ یعنی چھونے سے پہلے اس کا تقاضہ ہے کہ کفارہ کی تقدیم مسیس

پر ہو اور تقدیم کی ضروریات میں سے ہے کہ وحی سے خالی رہا جائے پس جب مجامعت پر تقدیم فوت ہوگئی تو استیناف لازم ہوتا کہ بقدر امکان خالی ہونا عملاً پایا جائے پس بے شک ناقل کا منصب صرف تصحیح نقل تھا اور اتنا کافی تھا پس جب ناقل نے دلیل شروع کر دی تو اس نے مدعی کے منصب کو لے لیا۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں (۱) توجیہ کی تعریف (۲) غصب کی تعریف۔
توجیہ کی تعریف..... مناظر کا اپنے کلام کو فریق مخالف کی طرف از روئے منع، نقض اور معارضہ کے متوجہ کرنا۔

اعتراض..... مذکورہ تعریف پر اعتراض ہوتا ہے کہ توجیہ کو منع، نقض اور معارضہ کے ساتھ خاص کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ توجیہ ان ہی تینوں پر منحصر ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔
جواب..... توجیہ کی تعریف میں ان تینوں کو ہی باعتبار اعم اور اغلب کے بیان کیا ہے تخصیص کے لئے نہیں۔

غصب کی تعریف..... غیر کے منصب کو لینا جیسے کوئی شخص امام صاحب کے قول کو نقل کرے کہ اگر مسئلہ ظہار میں روزے سے کفارہ ادا کرے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ساٹھ روزے مکمل ہونے کے بعد بیوی سے ہمبستری کرے اس کے برعکس اگر کوئی دوران کفارہ بیوی سے وحی کرے تو نئے سرے سے ساٹھ روزے رکھے ناقل کا کام صرف اتنا ہی نقل کرنا تھا اگر ناقل اسی مسئلہ پر دلیلی پہلو کو اپنائے تو یہ غصب ہے کیونکہ مسئلہ خدا میں استیناف کا دعویٰ ناقل کا نہیں ہے بلکہ امام صاحب کا ہے اس لئے دلیل پیش کرنا امام صاحب کا منصب ہے ناقل کے ذمہ فقط اس نقل کی تصحیح تھی۔

ظہار کی تعریف..... اپنی بیوی کو کسی ایسی عورت سے تشبیہ دینا (بہ نیت حرمت) جو ہمیشہ کیلئے اس پر حرام ہو اس کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا، پے در پے دو ماہ کے روزے رکھنا یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا۔

اعتراض..... غصب ضرورت کے وقت جائز ہے اور بلا ضرورت ناجائز جبکہ اسولہ نمین پر منحصر

ہے یعنی منع، نقض اور معارضہ ان میں سے آخر کے دو بھی غصب کی طرح ناجائز ہونا چاہئے کیونکہ سائل کا کام حاجت کے وقت معلل سے طلب ہے اور یہ صرف منع میں ہے نقض اور معارضہ میں دعویٰ ہے اور دعویٰ مدعی کا منصب ہوتا ہے نہ کہ سائل کا اس لئے چاہئے کہ جس طرح غصب بلا ضرورت جائز نہیں ہے تو اسی طرح نقض اور معارضہ میں بھی ہو اگر یہ دونوں بلا ضرورت جائز ہونگے تو غصب بھی جائز ہونا چاہئے۔

جواب..... ان دونوں کا جواز بھی عند الضرورت ہے کیونکہ سائل کبھی مقدمہ معینہ میں دلیل کے خلل کو نہیں جانتا اور نقض یا معارضہ کی طرف مضطر ہوتا ہے بس اسی طرح عندا کفیین غصب بھی عند الضرورت جائز ہے۔

ولما فرغ من المقدمة وکان موضوع هذا الفن هو البحث حيث يبحث فيه عن كيفية ارادان بشرع في الابحاث فبين اولاً اجزاء البحث فقال ثم البحث ثلاثة اجزاء مبادی تعین المدعی اذا كان فيه خفاء لانه اذا لم یکن متعیناً لم یعلم ان دلیل المعلل هل هو مثبت له ام لا واساط هی الدلائل انما سمیت واساطاً تاخرها عن تعین المدعی و تقدمها علی ما ینتھی البحث الیه ومقاطع هی المقدمات التي ینتھی البحث الیها من الب ضروریات و الظنیات المسلمة عند الخصم مثل الدور والتسلسل واجتماع النقیضین وغیرها فانہ اذا ینتھی البحث الی المقدمات الب ضروریة او الظنیة المسلمة عند الخصم انقطع وتم

ترجمہ..... اور جب مقدمہ سے فارغ ہوئے اور بحث جو اس فن کا موضوع ہے اس حیثیت سے کہ اس میں بحث کی جائے اس کی کیفیات سے پس ارادہ کیا کہ بحث کو شروع کرے اور اولاً بحث کے اجزاء کو بیان کیا پس کہا کہ پھر بحث کے لئے تین اجزاء ہیں مبادی یہ مدعا کا تعین ہے جبکہ اس میں خفا ہو اس لئے جب متعین نہیں ہوگا تو کیا معلوم کہ معلل کی دلیل مثبت ہے یا نہیں اور واساط یہ دلائل ہیں اس کا نام واساط اس لئے رکھا کہ یہ تعین مدعا کے بعد اور جس کی طرف بحث انتہا کو پہنچتی ہے اس سے پہلے ہے اور مقاطع یہ وہ مقدمات ہیں جن کی طرف بحث منتہی ہوتی ہے خواہ ضروریات میں سے ہو یا ظنیات میں سے۔ جو

عندالخصم مسلمہ ہو مثلاً: دور تسلسل اجتماع، تقيضین اور اس کے علاوہ پس بحث جب مقدمات ضروریہ یا ظنیہ کی طرف منتہی ہو جو عندالخصم مسلمہ ہو تو مناظرہ منقطع اور مکمل ہوگا۔

تشریح

مذکورہ عبارت میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں:-

(۲) اجزائے بحث

(۱) مناسبت

(۱) مناسبت..... کتاب کے مقدمہ میں ان دونوں چیزوں کو بیان کیا جنہیں مناظرہ میں استعمال کیا جاتا ہے اور اب مناظرہ کا موضوع بیان کیا جاتا ہے۔

(۲) اجزائے بحث..... بحث کے تین اجزاء ہیں مناظرہ سے پہلے ان کا تعین کرنا ضروری ہے۔

(الف)۔ مبادی..... دعویٰ کے تعین کو مبادی کہتے ہیں اگر دعویٰ میں کوئی ابہام ہو تو چاہئے کہ اولاً اس کی وضاحت ہوتا کہ دوران مناظرہ کوئی جدل واقع نہ ہو مثلاً اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی علم غیب نہیں جانتا ہے اس لئے کہ قرآن کریم میں ہے قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ۔

اب اس دعویٰ میں یہ ابہام ہے کہ اللہ کے سوا علم غیب کوئی ذاتی نہیں جانتا یا عطائی مدعی کے عطائی تو اب عطائی پر مناظرہ ہوگا اگر مدعی کہے کہ ذاتی علم غیب کوئی نہیں جانتا تو اس پر مناظرہ نہیں ہوگا کیونکہ اللہ کے سوا کسی اور کے لئے ذاتی علم غیب کی نفی مسلم عندالخصم ہے اور جو مسلم عندالخصم ہو اس پر مناظرہ نہیں ہوتا اب مدعی نے عطائی غیب کی نفی کے لئے قرآن کی جس آیت کو پیش کیا اس میں عطائی علم غیب کی نفی نہیں ہے بلکہ ذاتی علم غیب کی نفی ہے کیونکہ اللہ کا علم ذاتی ہے اگر مذکورہ آیت سے عطائی علم غیب کی نفی ہوگی تو معنی یہ ہوگا کہ اللہ کو معاذ اللہ کسی نے علم غیب عطا کیا ہے اور یہ سراسر شرک ہے لہذا مذکورہ آیت مدعی کے دعویٰ پر دلیل نہیں بن سکتی۔ یہ ہے مدعا کے ابہام کا ازالہ، بحث میں آسانی اور کس دلیل سے دعویٰ ثابت ہو رہا ہے اور کس دلیل سے نہیں۔

(ب)۔ اوساط..... دلائل کو اوساط کہتے ہیں مثلاً اولاً ان کتابوں کا تعین کیا جائے جو دوران مناظرہ فریقین کے نزدیک مسلم ہو ورنہ مناظرہ کے دوران فریق اول کسی ایسی کتاب کا حوالہ پیش

کرے جو فریق ثانی کو منظور نہ ہو تو سوائے مجادلہ کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

(ج) مقاطع..... وہ مقدمات ضروریہ یا ظنیہ جن پر بحث ختم کی جائے اور وہ مقدمات مسلم عند الخصم ہو۔

ثم قال المص فيما نقل عنه اعلم ان الواجب على السائل ان يطالب اولا ما امكنه من تعريف مفردات المدعى وتعيين البحث وتمييزه عن سائر الاحوال كما اذا ادعى المعلن ان النية ليست بشرط في الوضوء فينبغي للسائل ان يقول ما النية وما الشرط وما الوضوء فقال المعلن النية قصد استحالة الصلوة او قصد امتثال الامر والشرط امر خارج يتوقف عليه الشئ وغير مؤثر فيه والوضوء غسل الاعضاء الثلاثة ومسح السسراس ثم يقول للسائل عدم شرط النية باى مذهب وای قول فيقول المعلن بمذهب ابى حنيفة رحمه الله ثم كلامه

ترجمہ..... پھر ماتن نے (منہیہ) میں کہا کہ بے شک آپ جان لیں کہ سائل پر دعویٰ کے مفردات کی وضاحت یا تعریف واجب ہے اور بحث کا تعین اور سارے احوال سے اس کی تمیز جیسا کہ جب معلن کہے کہ بے شک وضو میں نیت شرط نہیں ہے پس سائل کو چاہیے کہ کہے کہ نیت کسے کہتے ہیں وضو کسے کہتے ہیں شرط کسے کہتے ہیں پس معلن کہے نماز کی استحالت کا قصد کرنا نیت ہے یا امتثال امر کا قصد کرنا اور شرط امر خارج ہے جس پر شے موقوف ہوتی ہے اور وہ اس میں غیر مؤثر ہوتی ہے اور وضو اعضائے ثلاثہ اور سر کا مسح کرنا ہے پھر سائل کہے نیت کا شرط نہ ہونا کس مذہب میں ہے اور کس کا قول ہے پس معلن کہے کہ مذہب ابی حنیفہ میں ہے بخلاف امام شافعی کے اس کا کلام مکمل ہوا۔

تشریح

مذکورہ عبارت میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ معلن جب اپنے دعویٰ کو پیش کرے تو سائل کو چاہئے کہ دعویٰ کے مفردات کی وضاحت طلب کرے ورنہ ممکن ہے کہ دوران مناظرہ مدعی اپنے

دعویٰ کو کسی اور معنی میں استعمال کرے اور اس معنی کو چھوڑ دے جس معنی پر مناظرہ ہوا تھا کیونکہ ایک لفظ کے کئی معانی ہوتے ہیں عمومی طور پر ہر لفظ کے دو معانی تو ضرور ہوتے ہیں ایک لغوی معنی اور دوسرا اصطلاحی پیش کردہ مثال میں لفظ وضو کو لیں اس کے لغوی معنی مطلقاً دھونا ہے خواہ صرف ہاتھ دھویا جائے یا چہرہ اور اس کے اصطلاحی معنی اعضائے ثلاثہ کا دھونا (ہاتھ کہنیوں سمیت، چہرہ اور دونوں پیر ٹخنوں سمیت) اور سر کا مسح کرنا مدعی کہے آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو لازم آتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ سے گوشت کھا کر وضو کرنا ثابت ہے سائل وضاحت طلب کرے کہ حدیث مذکور میں وضو کا لفظ کسی معنی میں استعمال ہوا ہے مدعی کہے کہ اصطلاحی معنی میں سائل کہے کہ دیگر احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آگ کی پکی ہوئی چیزوں کو تناول فرما کر وضو نہیں فرمایا لہذا پیش کردہ حدیث میں وضو لغوی معنی میں مستعمل ہے اور یہ ہمارے نزدیک مسلم ہے سائل اگر مدعی سے وضاحت طلب کئے بغیر بحث شروع کرتا، عین ممکن تھا کہ دوران مناظرہ مدعی اپنے بیان کو اصطلاحی بیان سے لغوی کی طرف پھیر دیتا اور سائل کے لئے پریشانی کا باعث بن جاتا اس لئے دعویٰ کے مفردات کی وضاحت اولاً سائل کے ذمہ ہے۔

اعلم ان وجوب الطلب انما هو اذا لم يكن معلوما للسائل لان الطلب مع العلم مكابرة او مجادلة كما سبق وقول امكنه اشارة الى ان بعض الاشياء لا يجوز طلبه من الناقل كالدليل على المنقول او على مقدمة من مقدمات الدليل الذي نقله معه واما اذا تصدى لاثبات المنقول فيجوز ذلك عنه لانه ح اخذ منصب المدعى والمستدل فيواخذ بما يوخذ ان به ثم قوله فينبغي ينافي قوله الواجب على السائل ظاهرا لان الواجب ما لا يجوز تركه وما ينبغي يجوز تركه وان تأملت بامعان النظر يظهر لك عدم التنافي لان المحققين كثيرا ما يعبرون باللاتق عن الواجب مع ان في التعبير به عنه اشارة الى ما ستعرف من انه ينبغي ان لا يكون احد المتخاصمين في غاية الرذالة لان هذه الاشياء ظاهرة لا تكون مجهولة الا لمن كان اسوال الحال

ترجمہ..... آپ جان لیں کہ طلب اس وقت سائل کے لئے واجب ہے جب اسے معلوم

نہ ہو اس لئے کہ علم کے ساتھ طلب مکابرہ ہے یا مجادلہ جیسا کہ گزر چکا ہے اور (منہیہ) میں ماتن کا امکان کہنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ناقل سے بعض اشیاء کی طلب جائز نہیں جیسے منقول پر دلیل یا جسے دلیل کے ساتھ نقل کیا ہو اس مقدمات میں سے کسی مقدمہ پر دلیل اور جب ناقل نے منقول کے اثبات پر اپنے آپ کو پابند کیا ہو تو دلیل طلب کرنا جائز ہے اس لئے کہ اس وقت اس نے مدعی اور مستدل دونوں کا منصب لیا ہوا ہے پس دلیل کا مواخذہ ہوگا پھر ماتن کا ینہی کہنا الواجب علی السائل قول کے ظاہر امتناعی ہے اس لئے کہ واجب وہ ہے جس کا ترک جائز نہیں ہے اور ینہی وہ جس کا ترک جائز ہے اور اگر آپ امتحان نظر سے غور و فکر کریں تو آپ پر ظاہر ہوگا ان دونوں کے مابین کوئی تلافی نہیں ہے اس لئے کہ اکثر محققین واجب کو لائق سے تعبیر کرتے ہیں اسی طرح یہاں واجب کو ینہی سے تعبیر کیا اس سے اس طرف اشارہ ہے جو عنقریب آپ پہچان لیں گے کہ متخاضمین میں سے کوئی ایک بھی غایت رد میں نہ جائے اس لئے کہ یہ اشیائے ظاہرہ ہیں مجہولہ نہیں مگر اس کے لئے جس کا برا حال ہو۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں :-

(۱) واجب پر تبصرہ

(۲) ینہی پر تبصرہ

(۱) واجب پر تبصرہ..... شارح علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ سائل پر مدعا کے مفردات کی وضاحت اس وقت لازم ہے جب سائل کو اس کا علم نہ ہو صورت دیگر مجادلہ یا مکابرہ ہو جائیگا اسی طرح یہ بھی عبارات میں وضاحت کی گئی ہے کہ مستدل کی حیثیت کو دیکھنا ہوگا اگر مستدل فقط ناقل ہوگا تو صرف تصحیح نقل طلب کی جائیگی نقل پر دلیل طلب کرنا مستدل کا کام نہیں ہے اگر کوئی اس منصب کو غصب کرے اور مدعی و مستدل دونوں منصب کو اخذ کرے (تو پھر دلیل طلب کی جائیگی)

اعتراض..... کبھی مدعا کے اطراف کی وضاحت سائل مع العلم طلب کرتا ہے کیونکہ سائل چاہتا ہے کہ مدعی کی طرف سے معنی مقصود کی وضاحت ہو جائے جبکہ ماتن کے بیان سے ثابت ہو رہا ہے کہ مع العلم طلب کرنا مکابرہ یا مجادلہ ہے۔

جواب..... ماتن کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ طلب کی دو حیثیتیں ہیں ایک وجوب کی حیثیت اور دوسری جواز کی حیثیت، وجوب کی حیثیت اس وقت ہوگی جب سائل کو اس کا علم نہ ہو اور جوازی حیثیت اس وقت ہوگی جب علم ہو مگر معنی مقصود کی وضاحت کی خاطر طلب کی جائے صورت مذکورہ جواز کی صورت ہے۔

(۲) ینبغی پر تبصرہ..... ینبغی کا مفاد یہ ہے کہ اس کام کو چھوڑنا بھی جائز ہے اور واجب کا مفاد یہ ہے کہ اس کام کو ترک کرنا جائز نہیں ہے یہ دونوں آپس میں یکجا نہیں ہو سکتے جبکہ ماتن نے اپنی منہیہ میں دونوں کو یکجا کر دیا ہے اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ظاہر لفظ سے منافات ثابت ہو رہی ہے ورنہ حقیقی اعتبار سے ان کے مابین تلافی نہیں ہے کیونکہ محققین کی عادت ہے کہ کبھی ینبغی کہہ کر واجب مراد لیتے ہیں یہاں بھی ماتن نے ینبغی سے واجب مراد لیا ہے۔

ثم قال المصنف قدس سره فی الحاشیة ثم اعلم ان المعلل مادام فی تعریف الاقوال والتحریر لا یتوجه علیه المنع كما اذا قال المعلل الزکوة واجبة فی حلی النساء عند ابی حنیفة رحمه الله وليست واجبة عند الشافعی رحمه الله فلا یقال له لم قلت انها واجبة لانه ذکر القول بطریق الحکایة لا بطریق الادعاء ولا دخل فی الحکایات الا اذا نقل شیئا واخطاء فی النقل فحينئذ یجوز طلب تصحیح النقل او عرف شیئا ولم یکن تعریفه جامعاً او مانعاً فیجوز ان یطلب الطرد والعکس فلا یجوز الدخول اذا کان جامعاً ومانعاً تم کلامه والمراد بکونه جامعاً ومانعاً علم المخاطب بهما لانه کثیر ما یكون الحد جامعاً ولا یعلم السائل فیطلب ویجوز طلبه بالاتفاق

ترجمہ..... پھر ماتن قدس سرہ نے اپنی منہیہ میں کہا ہے کہ آپ جان لیں کہ معلل جب تک تحریر و اقوال کی تعریف میں ہونے والے نہیں کی جاسکتی جیسا کہ معلل کہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک عورتوں کے زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے اور امام شافعی کے نزدیک واجب نہیں ہے پس یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تم نے انہا واجبة کیوں کہا کیونکہ یہ قول بطور دعویٰ نہیں ہے بلکہ

بطور حکایت ہے اور حکایت میں کوئی دخل نہیں۔ مگر جب کسی چیز کو نقل کرنے میں خطا کر بیٹھے پس اس وقت تصحیح نقل طلب کی جائے گی یا کسی چیز کی تعریف کرے اور وہ تعریف جامع اور مانع نہ ہو پس اس وقت اس سے طرد اور عکس طلب کی جائے گی جب تعریف جامع اور مانع ہوگی تو اس کا دخل نہیں ہوگا منہیہ کا کلام مکمل ہو گیا اور جامع اور مانع مراد علم مخاطب میں جامع اور مانع ہونا ہے اس لیے کہ بہت سی تعریضیں جامع اور مانع ہوتی ہیں اور سائل اسے غیر جامع اور مانع تصور کرتے ہیں پس اس وقت اس کا طلب کرنا بالاتفاق جائز ہوگا۔

تشریح

مذکورہ عبارت میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ جب تک متدل اپنے مدعا کے تعین میں رہے اس وقت اس پر منع وارد نہیں کی جاسکتی ہے۔ مثال عبارت کے ترجمے میں واضح طور پر موجود ہے۔

فلنشرع ای لما فرغنا من بیان المقدمة و بیان اجزاء البحث فلنشرع بعد ذکر التعریفات و بیان اجزاء البحث فی الابحاث وہی تسعة

ترجمہ..... پس ہم شروع کرتے ہیں یعنی جب ہم مقدمہ کے بیان اور بحث کے اجزاء کے بیان سے فارغ ہوئے پس ہم شروع کرتے ہیں تعریفات کے ذکر اور اجزائے بحث کے بعد ابحاث اور وہ تعداد میں نو ہیں۔

تشریح

مقدمہ کی بحث اور اجزائے بحث سے فارغ ہونے کے بعد مناظرہ کا موضوع یعنی بحث شروع کرنا چاہتے ہیں جیسا کہ آپ نے جان لیا ہے کہ ان ابحاث کو، کل نو میں تقسیم کی گئی ہیں۔

البحث الاول فی بیان طریق البحث و ترتیبه الطبعی فی التقديم والتاخير والترتيب فی اللغة جعل کل شئی فی مرتبته و فی الاصطلاح جعل الاشياء المتعددة بحيث يطلق علیها الاسم الواحد و يكون لبعضها نسبة الى البعض بالتقديم والتاخير و اراد بالترتيب الطبعی الترتیب الذی یقتضی طبیعة البحث ان یكون علیه و هو مافصله بقوله یلتزم الخصم البیان بعد الاستفسار ای بعد ما یطلب بیانہ من تعیین المدعی لانه لو اشتغل بالبیان قبل الطلب یعد عبثا

ترجمہ..... پہلی بحث:- بحث کے طریق کے بیان میں اور اس کی ترتیب طبعی تقدیم و تاخیر میں اور ترتیب لغت میں ہر شے کو اپنے مرتبہ میں رکھنا اور اصطلاح میں اشیائے متعدد کو اس حیثیت سے ترتیب دینا کہ ان پر اسم واحد کا اطلاق ہو اور ان میں بعض کی نسبت بعض کی طرف تقدیم و تاخیر کے ساتھ اور ترتیب طبعی سے ارادہ کیا اس ترتیب کا جو بحث کی طبیعت تقاضا کرے کہ وہ اس پر ہو اور اس کی تفصیل اس قول سے کی۔ خصم پر استفسار کے بعد بیان لازم ہے یعنی بعد اس کے جو طلب کرے اس کا بیان تعین مدعا ہے اس لیے کہ اگر طلب سے پہلے بیان میں مشغول ہوگا تو اسے عبث شمار کرتے ہیں۔

تشریح

مذکورہ عبارت میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) بحث کا طریقہ..... بحث اول سے چونکہ علم مناظرہ کے موضوع کی ابتدا ہو رہی ہے اس لیے اولاً تنبیہ کے طور پر بتایا جا رہا ہے کہ مناظرہ میں کس کام کو مقدم رکھا جائے اور کس کو مؤخر۔ مقدمہ کے ذریعے یہ بات معلوم ہوگئی ہوگی کہ اولاً دعویٰ کے مفردات کی وضاحت ضروری ہے لہذا اگر کوئی شخص اس کی وضاحت کے بغیر بیان شروع کر دے تو یہ کام لغو ہوگا کیونکہ وضاحت سے پہلے بیان یا تو مجادل کی طرف لے جائے گا یا مکابرہ کی طرف۔ اس لیے طریق بحث میں بیان سے پہلے طلب ضروری ہے۔

(۲) ترتیب طبعی..... چند اشیاء کو اس حیثیت سے جمع کرنا کہ ان پر ایک نام بولا جائے اور ان میں تقدیم و تاخیر کی نسبت ہو۔

ترتیب اور تالیف میں فرق..... اشیائے متعددہ کو جو ان کے درمیان مناسبت ہو جمع کرنا کہ ان پر ایک نام بولا جائے اس تعریف سے واضح ہو گیا کہ ان کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے اور تالیف سے انحصار ہے۔

و یواخذ ای الخصم اذا کان علی صیغۃ المجہول او السائل اذا کان مبنیاً
للفاعل بتصحیح النقل ای بیان صحت نسبت ما نسب الیہ من کتاب او ثقۃ
ان نقل شیئاً مثالہ اذا قال ناقل قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ النیۃ لیست
بشرط فی الوضو یقول السائل ما النیۃ وما الشرط وما الوضو فبعد ما بین
تعاریفہا کما مر یواخذ بتصحیح النقل بان یقال لہ من این تنقل انہ قال
ابو حنیفۃ رحمہ اللہ ذلک فیقول الناقل قد صرح بہ فی الہدایۃ لکن فی
زماننا لمانشأ الکذب والمجادلۃ والمکابرة لایکفی هذا القول بل
لابد من ان یری ما نقلہ

ترجمہ..... اور مواخذہ کیا جائے گا یعنی مدعی جب صیغہ مجہول پڑھا جائے یا سائل
(مواخذہ کرے گا جب مبنی للفاعل پڑھا جائے تصحیح نقل سے یعنی نسبت کی صحت کا بیان جو
کسی کتاب یا ثقہ کی طرف کی گئی ہو اگر کوئی چیز نقل کرے اس کی مثال جب ناقل کہے امام
ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وضو میں نیت شرط نہیں ہے سائل کہے نیت کیا ہے شرط کیا
ہے اور وضو کیا ہے؟ پس ان تمام کی تعریف کے بیان کے بعد جیسا کہ گزر چکا ناقل سے تصحیح
نقل کا مواخذہ کیا جائے گا اس سے کہا جائے گا تم نے یہ کہاں سے نقل کیا ہے کہ یہ امام ابو
حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے پس ناقل کہے گا اس کی صراحت ہدایہ میں موجود ہے لیکن
ہمارے زمانے میں جب کذب، مجادلہ، اور مکابرہ پیدا ہوا اتنا کہنا کافی نہیں ہوگا بلکہ
ضروری ہے کہ نقل دکھائی جائے۔

تشریح

مذکورہ عبارت کی تفہیم کے لئے اجزائے بحث کی تقریر ملاحظہ کریں یہاں صرف ترتیب کا اضافہ کیا گیا ہے یعنی اولاً دعویٰ میں سے مفردات کی وضاحت اور تعریف طلب کریں ثانیاً تصحیح نقل طلب کی جائے گی تصحیح نقل میں اس بات کا خاص خیال رہے کہ آج کل کذب اتنا زیادہ پایا جاتا ہے کہ ممکن ہے فقط تصحیح سماعت کی جائے تو دھوکا ہو سکتا ہے اس لیے فی زمانہ نقل کا دکھانا ضروری ہے اس لیے شارح علیہ الرحمۃ لکن فی زمانہ لما نشاء کذب کہہ کر یہ تنبیہ کر رہے ہیں۔

ثم عطف علی قوله بتصحيح النقل الخ قوله وبالتنبیه او الدلیل ان ادعی بدیهیا خفیا او نظریا مجهولا ای یواخذہ بالتنبیه ان ادعی بدیهیا خفیا کما اذا قال اهل الحق حقیقة من حقائق الاشیاء ثابتة فیقول السوفسطائی بای تنبیہ تقول فیقول لانا شاهد المشاهدات فلو لم تکن ثابتة لما شاهدنا ها اولا نک حقیقة من الحقائق فلو لم تکن ثابتا لما تطلب منا التنبیه ویواخذ بالدلیل ان ادعی نظریا مجهولا کما اذا قال المتکلم العالم حادث يقول الحکیم بای دلیل تقول ذلک فیقول لانه متغیر وکل متغیر حادث فهو حادث ووجه تفسیر البدیہی بکونه خفیا والنظری بکونه مجهولا لا یخفی

ترجمہ..... پھر عطف کیا ماتن کے قول تصحیح نقل پر اٹخ ماتن کے اس قول پر اور تنبیہ سے یا دلیل سے اگر دعویٰ بدیہی خفی ہو یا نظری مجہول ہو یعنی مواخذہ کریں گے تنبیہ سے اگر دعویٰ بدیہی خفی ہو جیسا کہ جب اہل حق کہے حقائق الاشیاء سے حقیقت ثابت ہے پس سوفسطائی کہے کس تنبیہ سے کہتے ہو تو مدعی کہے اس لیے کہ ہم اشیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں اگر وہ ثابت نہ ہوتی تو ہم مشاہدہ نہ کر سکتے یا اس لیے اشیاء کی حقیقت ثابت ہے کہ اگر ثابت نہ ہوتی تو ہم سے تنبیہ طلب نہ کرتے اور سائل مواخذہ کریگا دلیل کا۔ اگر دعویٰ نظری مجہول ہو جیسا کہ جب متکلم کہے عالم حادث ہے حکما کہے یہ تم کس دلیل سے کہتے ہو تو مدعی کہے اس لیے کہ عالم متغیر ہے اور جو متغیر ہوتا ہے وہ حادث ہوگا پس عالم

حادث ہے اور بدیہی کو خفی سے اور نظری کو مجہول سے مقید کی وجہ مخفی نہیں ہے۔

تشریح

مذکورہ عبارت میں مواخذہ کی مزید دو صورتیں بیان کی گئی ہیں۔

(۲) دلیل

(۱) تنبیہ

(۱) تنبیہ..... اہل سنت کا عقیدہ اشیاء کے بارے میں یہ ہے کہ اس کی حقیقت ثابت ہے اور شے کی تعریف اہل سنت ہوا الوجود سے کرتے ہیں اس کے برعکس سوفسطائی اس کے منکر ہیں اور ان میں تین گروہ ہیں

اول عنادیہ..... ان کا عقیدہ ہے کہ جو کچھ ہم دیکھتے ہیں یہ وہم ہے اس کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہے جس طرح سراب کو دیکھنے والا یہ تصور کرتا ہے کہ تالاب ہے لیکن اس کی حقیقت نہیں ہوتی اسی طرح سورج کی شعاعیں جو کسی سوراخ سے اندر کی طرف آرہی ہوں اسے دیکھنے والا مجسم سمجھتا ہے لیکن اس کی بھی کچھ حقیقت نہیں ہوتی۔

دوسرا فرقہ عندیہ..... ان کا کہنا ہے کہ اگر ہم جو ہر اعتقاد کریں تو جو ہر ہے اگر عرض کا اعتقاد کریں تو وہ عرض ہے یعنی ہمارے اعتقاد پر شے موقوف ہے اسی وجہ سے اس فرقے کا نام عندی یعنی میرے نزدیک سے ماخوذ کر کے عندیہ رکھ دیا گیا۔

تیسرا فرقہ لا ادریہ..... ان کا بھی عقیدہ ہے کہ اشیاء کی کچھ حقیقت نہیں اور یہ ثبوت شے سے علم کا انکار کرتے ہیں اسی نسبت سے لا ادری یعنی میں نہیں جانتا سے ماخوذ کر کے لا ادریہ نام رکھ دیا گیا یہ تینوں فرقے سوفسطائی سے ماخوذ ہیں اب مسئلے کی طرف عود کرتے ہیں اہل حق یعنی اہل سنت کا دعویٰ بدیہی خفی ہے لہذا اس میں تنبیہ چاہئے سوفسطائی نے وضاحت طلب کرتے ہوئے کہا کہ ہای تنبیہ یعنی کس تنبیہ سے آپ نے یہ کہا اہل حق تنبیہ کی وضاحت اس طرح سے کرتے ہیں اولاً جب ہم اشیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ظاہر ہے اشیاء کی حقیقت ہے ورنہ ہم مشاہدہ نہیں کر سکتے ثانیاً اگر اشیاء کی حقیقت نہ ہوتی تو آپ ہم سے اس کا مطالبہ کیسے کرتے آپ کا مطالبہ کرنا بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حقیقت ثابت ہے۔

(۲) دلیل..... اب طلب دلیل کی طرف آئے تو اس کی مثال دی گئی ہے کہ متکلمین کا نظریہ ہے کہ عالم حادث ہے جبکہ فلاسفہ کا نظریہ ہے کہ عالم قدیم ہے متکلمین کے نظریے پر فلاسفہ نے دلیل طلب کی کہ آپ نے کس دلیل سے یہ کہا کہ عالم حادث ہے متکلمین دلیل دیتے ہوئے کہتے ہیں العالم حادث لانه متغیر و کل متغیر حادث فالعالم حادث۔

انتباہ: بدیہی کو خفی کے ساتھ مقید کیا کیونکہ بدیہی اگر خفی نہ ہو تو مناظرہ نہیں ہو سکتا جیسے سورج نکلا ہو تو دن ہونے پر مناظرہ نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ بدیہی اولیٰ ہے نہ کہ خفی۔ اسی طرح نظری کے ساتھ مجہول کی قید ہے کیونکہ جو نظری مجہول نہ ہو اس پر مناظرہ نہیں ہو سکتا۔

فإذا اقام المدعى الدليل ويسمى حينئذ معللاً تمنع مقدمة معينة منه مع السند كما اذا منع الحكيم كبرى دليل المتكلم بان يقول لانسلم ان كل متغير حادث مستند ابانه لم لا يجوز ان يكون بعض المتغير قديماً ومجرداً عنه اى عارياً عن السند فيجاب بابطال السند اذا منع مع السند بعد الثبات التساوى اى بعد بيان كون السند مساوياً لعدم المقدمة الممنوعة بان يكون كلما صدق السند صدق عدم المقدمة الممنوعة وبالعكس ليفيد ابطاله. بطلان المنع كان يثبت المتكلم كون قوله يجوز ان يكون بعض المتغير قديماً مساوياً لعدم كون كل متغير حادثاً يبطل ثم بالدليل ذلك الجواز

ترجمہ..... پس جب مدعی دلیل قائم کر دے اور اس وقت اس کا نام معلل بھی رکھا جاتا ہے مقدمہ معینہ پر منع مع السند وارد کی جائے گی جیسا کہ فلاسفی نے متکلم کی دلیل کے کبریٰ پر منع وارد کی یہ کہہ کر ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ہر متغیر حادث ہے سند لاتے ہوئے کیوں یہ جائز نہیں کہ بعض متغیر قدیم ہوتا ہے یا منع سند سے خالی ہو پس ابطال سند سے جواب دیا جائے گا جب منع سند کے ساتھ ہوا ثبات تساوی کے بعد یعنی اس بیان کے بعد کہ سند مقدمہ ممنوعہ کے نقیض کے مساوی ہے یہ کہ جب سند صادق آئے گی تو مقدمہ ممنوعہ کی نقیض صادق آئے گی اور اس کا عکس تاکہ اس کا ابطال منع کے بطلان کا فائدہ دے جیسا کہ متکلم کے دعویٰ کے لیے تساوی ثابت کرنا ان کا کہنا کہ بعض متغیر قدیم

ہوتے ہیں مقدمہ ممنوعہ کی نفی کے مساوی ہے ہر متغیر حادث ہے پھر باطل کریں گے
دلیل سے اس جواز کو۔

تشریح

مذکورہ عبارت میں منع وارد کرنے کی دو صورتیں اور اقامت دلیل کا بیان ہے۔

(۱) اقامت دلیل (۲) منع مع السند (۳) قطع منع

اقامت دلیل کا بیان

اگر مدعی کلام خبری سے دلیل قائم کرے گا تو یہ دو صورت سے خالی نہ ہوگی۔ ناقل ہوگا یا مدعی اگر
ناقل ہوگا تو دعویٰ کے مفردات کی وضاحت کے بعد صحیح نقل طلب کی جائے گی اور اگر مدعی ہوگا
مثلاً یوں کہے کہ الغیۃ حرام۔ سائل کہے غیبت کسے کہتے ہیں؟ حرام کسے کہتے ہیں مدعی غیبت کی
تعریف یوں کرے کہ غیبت اسے کہتے ہیں کہ تم اپنے بھائی کی پیٹھ پیچھے کوئی ایسی بات از روئے
سب و غضب بیان کرو کہ اگر اس کے سامنے کہا جاتا تو وہ برا ماننا۔ اسی طرح حرام کی تعریف یوں
کرے کہ حرام اسے کہتے ہیں کہ اس کا مرتکب جہنم کا مستحق ہوتا ہے سائل اب صحیح نقل طلب نہیں
کرے گا بلکہ اس سے دلیل طلب کرتے ہوئے سوال کرے گا کہ آپ یہ کس دلیل سے کہہ رہے
ہیں! مدعی جواب دے گا وَلَا يَغْتَبُ بَعْضُكُم بَعْضًا سے۔

انتباہ: مدعی جب اپنے دعویٰ پر دلیل قائم کرے گا تو اس وقت اسے معلل کے لقب سے موسوم کیا جائیگا۔

منع مع السند

منع مع السند کی صورت یہ ہے کہ مانع مدعی کی پیش کردہ دلیل کے کسی مقدمہ پر منع پیش کرے
اور ساتھ ہی سند بھی وارد کرے مثلاً مدعی نے عالم کے حدوث پر یوں دلیل دی العباس
متغیر (صفری) کو کل متغیر حادث (کبریٰ) سائل نے کبریٰ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ ہم
یہ نہیں مانتے کہ ہر متغیر حادث ہوتا ہے اور ساتھ ہی دلیل دیتے ہوئے کہا۔ یہ کیوں نہیں جائز ہے کہ
بعض متغیر قدیم ہوں۔

فقط منع

اس کی صورت یہ ہے کہ مانع مدعی کی پیش کردہ دلیل کے کسی مقدمہ پر منع پیش کرے اور ساتھ سند نہ وارد کرے مثلاً مدعی نے عالم کے حدوث پر یوں دلیل دی العسالم متغیر (صغریٰ) و کل متغیر حادث (کبریٰ) سائل نے کبریٰ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ ہم آپ کیسے کہتے ہو ہر متغیر حادث ہوتا ہے اور ساتھ دلیل نہ ذکر کرے۔

جواب کی صورت..... منع جب مع السند ہو تو اس وقت مقدمہ ممنوعہ کی نقیض اور سند کے درمیان تساوی کی نسبت ثابت کرتے ہیں اس کے بعد سند کا بطلان ثابت کرتے ہیں جب سند باطل ہوگی تو نقیض خود بخود باطل ہو جائے گی کیونکہ دونوں کے درمیان جب نسبت تساوی کی ہے تو ایک باطل سے دوسرے کا بطلان خود بخود ثابت ہو جائے گا مثلاً مدعی نے حدوث عالم پر دلیل قائم کرتے ہوئے العالم متغیر و کل متغیر حادث کہا۔ مانع نے کبریٰ یعنی کل متغیر حادث مقدمہ پر منع وارد کی اور سند بعض المتغیر قدیما کا قول پیش کیا۔ اب مدعی منع کے ازالہ کے لیے یہ کرے گا کہ اولاً کل متغیر حادث کی نقیض نکالے گا اور قاعدہ یہ ہے کہ موجب کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ آتی ہے یعنی بعض المتغیر لیس بحادث۔ لہذا سند اور نقیض میں نسبت تساوی کی ہوئی جب یہ ثابت ہوا کہ سند مقدمہ مساوی نہیں ہے بلکہ اس کی نقیض کے مساوی ہے تو یہ مقدمہ ممنوعہ کے منع کے لئے سند نہیں بن سکتی۔

نقیض کی تعریف..... کسی شے کا رفع کرنا جیسے انسان کی نقیض لا انسان۔

او بحجاب باثبات المقدمة الممنوعة اعم من ان لم یکن المانع مستنداً بشیء او یكون مستنداً بالسند المساوی او غیرہ مع التعرض بماتمسک بہ ان کان متمسکاً بشیء والتعرض مستحسن و لیس بواجب اذ یتم المناقشة باثبات المقدمة بدون التعرض ایضاً و هو المقصود وقال المص فیما نقل عنه ابطال السند المساوی معتبر سواء کان مساواته بحسب نفس الامر و بزعم المانع لافادته اثبات المقدمة الممنوعة تحقیقاً و لتقدیراً تم کلامہ فعلی هذا اما ان یقید قوله بعد اثبات التساوی بما

اذالم يعتقد المانع ذلك لو يراد به كونه مثبتا في ذهن السامع المانع اما
بإثبات المدعى او باعتبار ظنه

ترجمہ..... یا جواب دیا جائے گا مقدمہ ممنوعہ کے اثبات سے۔ عام ازیں کہ مانع نے کسی
شے سے استناد نہ کیا ہو یا استناد سند مساوی سے کیا ہو یا اس کے علاوہ تعرض کے ساتھ جس
سے خصم نے دلیل پکڑی ہو اگر وہ کسی چیز سے دلیل پکڑنے والا ہو۔ مستحسن ہے واجب
نہیں ہے جبکہ مناقشہ مقدمہ ممنوعہ سے بغیر تعرض کے بھی مکمل ہو سکتا ہے اور وہ مقصود ہے
ماتن نے (منہیہ) میں نقل کیا ہے کہ ابطال سند مساوی معتبر ہے برابر ہے کہ وہ مساوات
نفس الامر میں ہو یا مانع کے زعم میں مقدمہ ممنوعہ کے اثبات کے افادہ کے لئے از روئے
تحقیق یا تقدیر کے ان کا کلام مکمل ہوا پس اس پر جو اس نے مقید کیا اپنے اس قول سے
اثبات تساوی کے بعد جو مانع کے اعتقاد میں نہ ہوا اگر اس سے ارادہ یہ ہو کہ ذہن سامع
میں مثبت ہو۔ مدعا کے اثبات کا باعتبار ظن کے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں رفع منع کی دوسری صورت اور اثبات پر بحث کی گئی ہے منع اگر سند کے بغیر
ہو تو اس کے جواب کی صورت یہ بتائی گئی ہے کہ مقدمہ ممنوعہ کا اثبات کیا جائے تو منع خود بخود رفع
ہو جائے گی۔ عبارت مذکورہ میں تعرض سے مراد تمسک پر اعتراض قائم کرنا ہے اور اس کے لیے یہ
ضروری نہیں ہے کہ دلیل پر ضروری طور پر اعتراض قائم کیا جائے۔ کیونکہ منع کے بعد مدعی اگر منع
پر اعتراض کئے بغیر اثبات مقدمہ ممنوعہ کرے گا تب بھی مقصود حاصل ہو جائے گا۔ ماتن کے نزدیک
ان دونوں طریقوں میں سے اثبات تساوی کے بعد سند کا باطل کرنا پسندیدہ ہے اثبات مقدمہ کی دو
صورتیں ہیں اول تحقیقی جب تساوی نفس الامر میں ثابت ہو تو مقدمہ ممنوعہ کا اثبات تحقیقا ہوگا اور اگر
تساوی زعم مانع میں ہو نفس الامر میں نہ ہو تو مقدمہ ممنوعہ کا اثبات تقدیرا ہوگا۔

ثم اعلم ان دفع السند يكون على وجهين احدهما المنع بان يكون نظر
بالمطلب المعلن الدليل من المانع عليه وهذا عبث لان اللازم عليه

اثبات المقدمة الممنوعة واثبات السند لا ينفعه بل يضره فلذا خص
 قدس سرہ الابطال بالذكر والثاني الابطال وهو انما ينفع اذا كان
 مساوياً للمنع لان انتفاء احدا المتساويين في الخارج يدل على انتفاء
 الاخر فيه بخلاف ما اذا كان اخص فانه لا ينفع فان انتفاء الاخص
 لا يستلزم انتفاء الاعم واما السند الاعم فهو بالحقيقة ليس بسند
 ولذلك قيد المص الابطال بقوله بعد اثبات التساوي

ترجمہ..... پھر آپ جان لیں کہ دفع سند دو وجہوں پر ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ منع
 نظری ہو پس معطل مانع سے اس پر دلیل طلب کرے گا اور یہ عبث ہے اس لیے کہ اس
 پر لازم ہے کہ مقدمہ ممنوعہ کا اثبات کرے اور اثبات سند اس کے لیے مانع نہیں ہے بلکہ
 مضر ہے اس لیے ماتن قدس سرہ نے الابطال بالذکر کہا اور ثانی باطل کرنا اور یہ نفع بخش
 ہے جب منع کے لیے مساوی ہو اس لیے کہ دو مساوی میں سے ایک کا انتفاء خارج میں
 دوسرے کے انتفاء پر دلالت کرتا ہے بخلاف جبکہ وہ اخص ہو پس وہ نفع نہیں دیتا اس لیے
 کہ اخص کا انتفاء عام کے انتفاء پر دلالت نہیں کرتا اور سند اعم حقیقت میں سند نہیں ہے اس
 لیے ماتن نے اثبات التساوی کے بعد الابطال کہا۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں ابطال سند کی مزید دو صورتیں بیان کی جا رہی ہیں ان میں سے پہلی صورت
 یہ ہے کہ جب منع نظری ہو تو معطل کو چاہئے کہ مانع سے اس پر دلیل طلب کرے یہ صورت مدعی
 کے حق میں مضر ہے کیونکہ مانع اگر دلیل قائم کر دے تو منع ثابت ہو جائے گی اور مقدمہ ممنوعہ باطل
 ہو جائے گا مثلاً مدعی نے دعویٰ کیا کہ ”ہر مخلوق خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اللہ کی شان کے نزدیک چھارے
 زیادہ ذلیل ہے۔“

مانع اس پر منع وارد کرتے ہوئے کہے کہ آپ اپنے دعویٰ کے دونوں مقدمے پر دلیل قائم کریں
 اس لیے کہ ہم اس نظریے کو تسلیم نہیں کرتے مدعی اس کے جواب میں کہے کہ آپ اپنے منع پر دلیل
 پیش کریں سائل دلیل دیتے ہوئے کہ ونعز من تشاء وتذل من تشاء ترجمہ ”اللہ جسے چاہے

عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام مخلوق ذلیل نہیں ہے اب یہ دلیل مدعی کے حق میں مضر ہے اس لیے مدعی کو پہلے چاہئے تھا کہ وہ منع پر دلیل کا مطالبہ کرنے کے بجائے مقدمہ ممنوعہ کے اثبات پر دلیل قائم کرتا تو اس کے حق میں مفید ہوتی دوسری صورت ابطال کی یہ بیان کی گئی ہے اور یہ اس وقت ہوگا جب وہ سند منع کے مساوی ہو۔ کیونکہ تساوی کی صورت میں یہ قاعدہ جاری رہتا ہے کہ جب شے اول باطل ہوگی تو شے ثانی بھی باطل ہوگی لیکن یہ صورت مشروط ہے کہ انھیں نہ ہو کیونکہ انھیں کی نفی سے عام کی نفی نہیں ہوتی مثلاً: کوئی شخص کہے ہذا حیوان لانہ فرس سائل کہے لانسلم انہ فرس بل ہونا حق اس مثال میں فرس حیوان سے انھیں ہے اب فرس کی نفی سے حیوان کی نفی نہیں ہوگی۔

انتباہ: سند اعم حقیقت میں سند نہیں ہوتی ہے سند کی کھل بحث مقدمہ کتاب میں سند کی تعریف اور اس کی تقسیم میں گزر چکی ہے۔

اعتراض..... دلیل طلب کرنا سائل کا کام ہے اسی طرح دلیل قائم کرنا مدعی کا منصب ہے مدعی سائل سے دلیل کیونکر طلب کرے گا۔

جواب..... سائل جب منع وارد کرتا ہے تو اب یہ بمنزلہ مدعی کے ہو جاتا ہے اور معلل اول بمنزلہ سائل کے اس لیے دلیل کا طلب کرنا جائز ہوگا۔

وينقض الدليل اذا كان قابلاً للنقض باحد الوجهين المذكورين من التخلف ولزوم المحال بان يقول السائل هذا الدليل غير صحيح لتخلفه عن المدلول في تلك الصورة اولانه لو كان المدلول ثابتاً لزم اجتماع النقيضين مثلاً ويعارض ان كان قابلاً للمعارضة باحد الوجوه الثلاثة المذكورة من المعارضة بالقلب او المعارضة بالمثل او المعارضة بالغير كما مر فيجواب في صورة النقص والمعارضة بالمنع اذا كان قابلاً له او بالنقض ان كان صالحاً او المعارضة ان كان قابلاً لها

ترجمہ..... اور دلیل جب نقض قبول کرے تو اس پر نقض وارد کرتے ہیں۔ دو وجہوں میں سے ایک وجہ یہ جو پہلے مذکور ہوئیں۔ تخلف ولزوم محال۔ سائل کہے کہ یہ دلیل غیر صحیح ہے

اس صورت میں کہ دلیل پائی جارہی ہے لیکن مدلول نہیں۔ یا مدلول کا تحقق تسلیم کرنے سے اجتماع نقیضین لازم آتا ہے اگر معارضہ قبول کرے تو معارضہ کریں گے تین معارضہ میں سے کوئی ایک جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے معارضہ بالقلب، معارضہ بالمثل اور معارضہ بالغیر۔ پس نقض اور معارضہ کی صورت میں منع سے جواب دیا جائے گا جب وہ منع کو قبول کرے یا نقض سے اگر وہ نقض کو قبول کرے یا معارضہ سے اگر وہ معارضہ کو قبول کرے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں سائل کی ذمہ داریوں میں سے دو ذمہ داریاں بیان کی جارہی ہیں دلیل پر بھی کبھی نقض پیش کر کے باطل کرتے ہیں اس کی دونوں مثالیں (تخلف و لزوم محال) گزر چکی ہیں کبھی سائل مدعی کی دلیل کا معارضہ کرتا ہے اس کی تینوں مثالیں (معارضہ بالقلب، معارضہ بالمثل اور معارضہ بالغیر) گزر چکی ہیں۔ سائل کو چاہئے کہ مدعی کی پیش کردہ دلیل یہ انتہائی گہرائی کے ساتھ غور کرے اور دیکھے کہ دلیل پر منع وارد کر سکتے ہیں یا نقض یا معارضہ ان میں سے جو بھی دلیل کے لائق ہو سائل ان پر وارد کرے۔

لان المعلل الاول بعد النقض والمعارضة يصير سائلا فيكون له ثلاثة مناصب كما كانت للسائل الاول و قد يوزن الاسئلة الثلاثة على كل واحد منهما فكلما اولم منع الخلودون الجمع ويجوز الجواب بالتغيير اى بتغيير. الاصل او التحرير بحيث لا يرد عليه شئ في الكل مطلقا سواء كان السائل مانعا او ناقضا او معارضا وسواء كان الجواب بتغيير الدعوى او الدليل او المقدمة الممتوعة

ترجمہ..... اس لیے کہ معلل اول نقض اور معارضہ کے بعد سائل ہو جاتا ہے پس اسکے لیے بھی تینوں مناصب جائز ہیں جیسا کہ سائل اول کے لئے اور کبھی تینوں سوالات ان دونوں میں سے ایک پر وارد ہوتے ہیں پس کلمہ او منع خلو کے لئے ہے نہ کہ جمع کے لئے اور جائز ہے کہ جواب یعنی اصل کی تغیر اور تحریر سے اس حیثیت سے کہ کل پر مطلقاً کچھ

وارد نہ ہو برابر ہے کہ سائل مانع ہونا قفس ہو یا معارض اور برابر ہے کہ جواب تغیر دعویٰ سے دے دلیل سے یا مقدمہ ممنوعہ سے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں (۱) معلل اول بمنزلہ سائل (۲) تغیر دعویٰ

معلل اول بمنزلہ سائل

نقض اور معارضہ وارد ہونے کے بعد معلل اول جو حقیقت میں مدعی ہے اب وہ عارضی طور پر سائل بن جاتا ہے اور سائل اول جو حقیقت میں سائل ہے عارضی طور پر مدعی بن جاتا ہے اس لیے معلل اول جو کہ سائل ثانی ہے اسکے لیے بھی وہ تینوں سوالات جائز ہونگے جو سائل کے لئے تھے۔

تغیر دعویٰ

ماتن کے قول کے مطابق اصل اور تحریر کو بدل کر جواب دیا جائیگا اصل اور تحریر سے کیا مراد ہے؟ اس کے تعین میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ اصل سے مراد دعویٰ ہے اور تحریر سے مراد دلیل ہے اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ دعویٰ کو تبدیل کرنا تو شکست کی علامت ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے اس لیے بعض نے کہا کہ اصل سے مراد دلیل اور تحریر سے مراد مقدمہ ممنوعہ اور یہی قول صحیح ہے۔

واما التنبيه فيوجه عليه ذلك اي ما ذكره من الاسئلة الثلاثة ولا يكثر
نفعه اي نفع ذلك التوجه اذ لم يقصد به اي بذكر ذلك التنبيه
اثبات الدعوى لكونها بديهية غير محتاجة الى الالبات فلا يقدح
ذلك التوجه في ثبوت اي الدعوى بتاويل المطلوب او المدعى
المستغنى صفة لثبوت عن الالبات بخلاف الاستدلال فان التوجه
هناك يقدح في ثبوت الدعوى لكونه محتاجا اليه وكان الاولى ان
يذكر الدليل بدل الاستدلال وقد ينشأ قش ههنا بهانه كما يفوت
بالاسئلة المذكورة ما هو مقصود بالاستدلال اعني اثبات المدعى
كذلك يفوت بها ما هو مقصود من التنبيه ايضاً اعني ازالة الخفاء
وفلا فرق الا ان يقال ان المقصود الا صلي هو ثبوت المدعى واما

زوال الخفاء فقد يحصل بآدنی تامل للسان الطالب للحق
ایضاً فلا اعتداد بفروائه ولا یخفی مافیہ فتامل

ترجمہ..... اور اگر چہ تنبیہ اس پر بھی وہ تینوں سوالات متوجہ ہوتے ہیں اور اس توجہ سے زیادہ نفع نہیں حاصل ہوتا ہے جب اس تنبیہ سے اثبات دعویٰ کا قصد نہیں کیا جاتا اس لیے کہ وہ بدیہی ہے اور اثبات کی طرف غیر محتاج ہے پس اس پر توجہ دعویٰ کے ثبوت میں کوئی خلل نہیں ڈالتی بتاویل مطلوب یا مدعی جو مستغنی ہے ثبوت کیلئے اثبات سے بخلاف استدلال کے یہاں پر تنبیہ ثبوت دعویٰ میں خلل ڈالتی ہے اس لیے کہ وہ اس کی طرف محتاج ہے اور بہتر تھا کہ ایسی دلیل ذکر کرتے جو استدلال پر دلالت کرتی اور یہاں مناقشہ وارد ہوتا ہے جیسا کہ اسولہ مذکورہ سے فوت ہو گیا جو کہ مقصود ہے یعنی تنبیہ سے اثبات مدعا ایسے ہی فوت ہو جاتا ہے جو کہ مقصود ہے ان کے درمیان کوئی فرق نہیں سوائے اس کے کہ وہ دلیل بھی مقصود اصلی ہے وہ نبوت دعویٰ ہے اور خفا کا زائل ہونا حق کے طالب کیلئے ادنیٰ تامل سے حاصل ہوتا ہے یعنی ازالہ خفاء پس اسی طرح فوت ہوتا تنبیہ سے بھی اسے فوات میں شمار نہیں کرتے اور اس میں جو کچھ ہے اور وہ آپ پر مخفی نہیں ہے پس غور کریں۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں تنبیہ پر بھی اسولہ ثلاثہ وارد ہونے کی صورت پر بحث کی گئی ہے اور اس بات کی وضاحت ہے کہ اسولہ ثلاثہ تنبیہ پر وارد کرنے سے خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ تنبیہ بدیہی غیر اولیٰ کے لئے پیش کرتے ہیں اور بدیہی غیر اولیٰ تامل سے بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔

اعتراض..... شارح علیہ الرحمۃ نے ثبوت میں ضمیر کا مرجع دعویٰ بتایا ہے حالانکہ دعویٰ مؤنث ہے اور ضمیر مذکر یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

جواب..... شارح علیہ الرحمۃ نے وضاحت کر دی ہے کہ ضمیر کا مرجع لفظ دعویٰ نہیں ہے بلکہ معنی دعویٰ ہے اور وہ مذکر ہے یعنی مطلوب یا مدعا۔

بحث اول کا خلاصہ

- (۱) بحث کے شروع میں دعویٰ کے مفردات کی وضاحت طلب کرنا۔
- (۲) اگر ناقل ہو تو تصحیح نقل طلب کرنا۔
- (۳) دعویٰ اگر بدیہی غیر اولیٰ ہو تو اس پر تنبیہ طلب کرنا۔
- (۴) دعویٰ اگر نظری ہو تو اس پر دلیل طلب کرنا۔
- (۵) مانع منع مع السند وارد کرے تو اثبات تساوی کے بعد اسے باطل کرنا۔
- (۶) مانع منع بغیر سند وارد کرے تو اثبات مقدمہ ممنوعہ کرنا۔
- (۷) دلیل پر تعرض یعنی اعتراض قائم کرنا مستحسن ہے۔
- (۸) دفع سند کی دو صورتیں ہیں اول مانع کی پیش کردہ سند اگر نظری مجہول ہو تو اس پر دلیل طلب کرنا۔ لیکن یہ صورت مدعی کے حق میں نقصان دہ ہے ثانی مقدمہ ممنوعہ کی نقیض کی تساوی کے ساتھ باطل کرنا یہ صورت مدعی کے حق میں مفید ہے۔
- (۹) مدعی کی طرف سے پیش کردہ دلیل پر اگر نقض وارد ہو سکتا ہو تو وارد کرے۔
- (۱۰) مدعی اپنے دعویٰ پر دلیل اول کو چھوڑ کر دلیل ثانی سے تمسک کر سکتا ہے۔
- (۱۱) مدعی کی طرف سے پیش کردہ دلیل پر اگر معارضہ ہو سکتا ہو تو معارضہ کرے۔
- (۱۲) سائل جب اسولہ ثلثہ میں سے کوئی سوال کرے تو اس وقت مدعی بمنزلہ سائل کے ہو جاتا ہے اور سائل بمنزلہ مدعی کے۔
- (۱۳) تنبیہ پر اسولہ ثلثہ وارد کرنے سے خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

البحث الثانی ماسیلتی علیک وهو قوله التعریف الحقیقی لاشتماله علی دعاوی ضمنية وهی ان هذا المذكور والجزء الاول جنس له والثانی فصل له يمنع بان یقال لانم انه حمله والاول جنس والثانی فصل وینقض بیان الاختلال فی طرده یقال ما ذکرنا لیس بمانع لدخول فرد من افراد غیر المحدود فيه وعکسه بان یقال ذلک لیس بجامع لخروج فرد من افراد المحدود عنه و یعارض بغیره ای بعد غیر ماذکره لکن لا یدان یکون ذلک الغیر مما یعترف به الحاد اذ لا تعارض بین التصورات فان احدا منها لا یمنع الاخر قیل کما ان لنا دعاوی ضمنية کذلک لنا الدلائل علیها فالمنع والنقض والمعارضة ترجع الی تلک الدلائل

ترجمہ..... دوسری بحث :- جو عنقریب آپ پر پڑی جائے گی اور وہ ان کا کہنا تعریف حقیقی جو دعاوی ضمیہ پر مشتمل ہو۔ اور وہ بے شک یہ مذکور اس کے لئے حد ہے۔ جز اول اس کے لیے جنس ہے اور ثانی اس کے لیے فصل ہے منع وارد کرتا ہوا کہ ہم تسلیم نہیں کرتے۔ کہ اول جنس اور ثانی فصل ہے اور بیان اختلال کے ساتھ اس مانعیت پر نقض وارد کریں گے یوں کہا جائے کہ آپ نے جو ذکر کیا ہے مانع نہیں ہے محدود کا غیر فرد تعریف میں داخل ہو رہا ہے اور اس کا عکس یوں کہا جائے کہ آپ کی تعریف جامع نہیں ہے کیونکہ محدود کے افراد میں سے فرد نکل رہا ہے اور دوسری تعریف سے اس کا معارضہ کیا جائیگا۔ لیکن وہ تعریف دونوں کے نزدیک مسلم ہو جب تصورات کے مابین تعارض نہ ہو۔ پس ان کا ایک دوسرے کیلئے مانع نہ ہوگا۔ کہا گیا کہ جس طرح ہمارے لیے دعاوی ضمیہ ہیں اسی طرح ہمارے لیے دلائل ضمیہ بھی ہیں پس منع، نقض اور معارضہ ان دلائل کی طرف لوٹ سکتے ہیں۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں تین مسئلے بیان کئے گئے ہیں :-

(۱) عبارت پر شبہ اور اس کا ازالہ (۲) دعاوی ضمیہ (۳) دلائل ضمیہ

عبارت پر شبہ اور اس کا ازالہ

ماتن کے قول میں البحت الثانی کے بعد التعریف الحقیقی کا لفظ آرہا ہے جس سے یہ وہم پیدا ہو رہا تھا کہ البحت الثانی مبتدا للتعریف الحقیقی اس کی خبر ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے شارح علیہ الرحمۃ نے اس کا ازالہ کرتے ہوئے البحت الثانی کے بعد مااستلٰ علیک بیان کر کے واضح کر دی کہ البحت الثانی کی خبر یہ عبارت ہے نہ کہ تعریف حقیقی۔

دعاویٰ ضمیہ

دعاویٰ دعویٰ کی جمع ہے جب کسی چیز کی تعریف کی جاتی ہے تو جس دعویٰ پر بحث شروع ہوئی تھی اس کے علاوہ بھی مزید دعویٰ پائے جاتے ہیں مثلاً کوئی شخص مناظرہ میں انسان کی تعریف حیوان ناطق سے کرتا ہے اور اولاً یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ تعریف جامع اور مانع ہے یہ پہلا دعویٰ ہے ثانیاً یہ دعویٰ کرتا ہے کہ تعریف کا پہلا جز جس قریب ہے یہ دوسرا دعویٰ ہے ثالثاً یہ دعویٰ کرتا ہے کہ تعریف کا دوسرا جز فصل قریب ہے یہ تیسرا دعویٰ ہے اسی کو دعاویٰ ضمیہ کہتے ہیں۔

دلائل ضمیہ

جب دعاویٰ ضمیہ پائے جاتے ہیں تو ظاہر ہے کہ اس کے دلائل ضمیہ بھی پائے جاتے ہوں گے مثال مذکور کو لیں۔ کہ دعویٰ تعریف کے جامع اور مانع ہونے پر یقیناً دلیل قائم کرے گا اسی طرح جزء اول کی جنسیت اور جزء ثانی کی فصائیہ پر دلیل قائم کرے گا اور یہ دلیل اصل دعویٰ پر نہیں بلکہ دعاویٰ ضمیہ پر ہے اس لیے اسے دلائل ضمیہ کہتے ہیں اب جس طرح مدعی اپنی پیش کردہ تعریف پر دلیل قائم کر سکتا ہے اسی طرح ساکن بھی پیش کردہ تعریف پر دلیل قائم کر سکتا ہے اور ساکن پیش کردہ تعریف پر اسولہ ثلثہ وارد کر سکتا ہے لیکن معارضہ میں چونکہ تعریف پر دوسری تعریف پیش کی جاتی ہے اسی لیے ایسی تعریف معارضہ کے لئے پیش کرنا ضروری ہے جو عنداخصم مسلم ہو۔

وتحقق المآثم ان التحديد تصوير وتنقيش لصورة المحدود في الذهن
ولاحك به اصلا فالحداد انما ذكر المحدود ليتوجه الذهن الى ما هو
معدوم بوجه مالم ير تسم فيه صورة اخرى اتم من الاولى لايحكم عليه

بالحد ان ليس هو بصدد التصديق بثبوت له فمماثلة الاكمل النقاش الا
ان الحد ينقش في الذهن صورة معقولة وهذا ينقش في اللوح صورة
محسوسة فكما انه اذا اخذ النقاش يرسم فيه نقشا لم يتوجه عليه منع
بل لم يكن له معنى كذلك الحد في صورة التحديد

ترجمہ..... اور مقام تحقیق یہ ہے کہ بے شک تحدید سے محدود کی صورت کے لیے ذہن میں
تصویر اور نقش ہوتا ہے اور اصلاً اس میں حکم نہیں پایا جاتا ہے صرف تعریف کرنے والا محدود
کو اس لیے ذکر کرتا ہے تاکہ ذہن میں جو پہلے سے معلوم ہو اس کی طرف متوجہ ہو
پھر دوسری صورت جو پہلے سے زیادہ کامل ہو مرتسم ہو جائے نہ اس لیے کہ اس پر حد کا حکم
لگے جبکہ اس کے ثبوت سے تصدیق کے درپے نہ ہو اس کی مثال بس ایک نقاش کی طرح
ہے صرف اتنا فرق ہے کہ تعریف کرنے والا صورت معقولہ کو منقش کرتا ہے اور نقاش
صورت محسوسہ کو تختی پر منقش کرتا ہے پس اسی طرح جب نقاش تختی پر تصویر بنائے تو اس پر
منع وارد نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ اس کے لیے اس کا معنی بھی صحیح نہیں۔ پس اس طرح تعریف
کرنے والے پر منع وارد کرنا درست نہیں۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں سابقہ نظریہ پر مواخذہ کیا جا رہا ہے اور وہ یہ کہ تعریف سے مقصود حکم نہیں ہے
بلکہ کسی صورت کو ذہن میں بٹھانا ہے اس لیے اسولہ ثلثہ اس کے لیے کیے روا ہو سکتے ہیں مثلاً بورڈ
وغیرہ پر نقش بنانے والا جب بورڈ پر نقش بنا رہا ہے تو منع اس پر بھی روا نہیں ہے۔

غایتہ انه يفهم من الحد ضمنا الحكم بان هذا حدو ذلك محدود
فورود المنوع المذكورة انما هو باعتبار هذا الحكم الضمني
فما يجرى على السنة القوم من انا لانم انه حدله منع ذلك الحكم
الضمني فلما اورد السائل المنوع فيجواب بما علم طريقه من بيان
صحة النقل والاثبات وتغيير الاصل وكان الاولى ان يقول بطريق علم
لان الجواب انما يكون بالطريق المعلوم

ترجمہ..... زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ حد سے ضمناً حکم سمجھا جائے گا کہ یہ حد ہے اور یہ محدود ہے پس منع مذکور کا وارد ہونا باعتبار حکم ضمنی کے ہوگا اور جو لوگوں کی زبان پر ہے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ یہ اس کے لیے حد ہے منع اس حکم ضمنی پر ہے پس جب سائل منع وارد کرے تو اس کا جواب معروف طریقے سے دیا جائیگا صحیح نقل کے بیان سے اثبات مقدمہ ممنوعہ سے اور تغیر اصل سے اور بہتر یہ تھا کہ یوں کہا جاتا بطریق علم اس لیے کہ جواب بطریق معلوم ہی دیا جاتا ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں :-

(۲) جواب کا طریقہ

(۱) سابقہ عبارت کا جواب

سابقہ عبارت کا جواب

چونکہ سابقہ عبارت میں اس بات کی نفی تھی کہ حدود میں کوئی حکم پایا جاتا ہے یہاں اس ازالہ کا جواب دیا جا رہا ہے کہ حدود میں اگر حکم پایا بھی جاتا ہے تو باعتبار ضمنی نہ کہ صراحۃً اس لیے باعتبار ضمنی اگر اس پر اسولہ ملے وارد کریں تب تو جائز ہے۔

جواب کا طریقہ

ضمنی حکم پر جب اعتراض قائم کیا جائیگا تو اس کا جواب بھی ان دو طریقوں سے دیا جائے گا جو پہلے معلوم ہو چکا ہے یعنی اگر ناقل ہے تو صحیح نقل اگر مدعی ہے تو بدیہی خفی پر تنبیہ اور اگر نظری ہو تو دلیل۔

واستصعب الی الجواب عن بعض الایرادات اعنی المنع فی الحدود الحقیقة لان الجواب عن المنع باثبات المقدمة الممنوعة وذلك فی الحقیقة متوقف علی الاطلاع علی الذاتیات وذلك فی غایة الصعوبة كما صرح به ابن سینا فی کتابہ دون الاعتباریة کالفظیة فانها ای الحدود الاعتباریة لاستلزامها الحکم بان هذا حد له فی الاصطلاح تمنع ایضاً كما تمنع اللفظیة لاستلزامها الحکم بان هذا معناه فی اللغة

ولا ینغنی انه کان الاولی علی تقلید رجوع ضمیر استصعب الی الجواب علی ما نقل عنه قدس سرہ ان یقول فانه یسهل فیہا بمجرد نقل الخ ولور جمع ضمیر استصعب الی المنع اتضح الامر بلا تکلف غایتہ انه یرد علیہ انه لاصعوبۃ فی المنع وانما ہی فی جوابہ وبالجملة هذا الکلام لا ینخلو عن نوع خدشۃ ویدفع المنع الوارد علیہا بمجرد نقل من اهل الاصطلاح کما یدفع المنع الوارد علی اللفظیۃ بالنقل من اهل اللغة او وجه استعمال من العلاقة بین المرادو بین المعنی المصطلح او بیان اراۃ بان یقال لا نرید ما یفہم من ظاهر اللفظ بل نرید معنی آخر

ترجمہ..... اور دشوار ہے بعض ایرادات سے جواب دینا۔ یعنی محدود حقیقہ میں اس لیے کہ منع کا جواب مقدمہ ممنوعہ کے اثبات سے ہے اور یہ حقیقت میں ذاتیات کے اطلاع پر موقوف ہے اور یہ کافی دشوار کام ہے جیسا کہ شیخ بوعلی سینا نے اپنی کتاب میں صراحت کی اعتبار یہ میں نہیں جیسے لفظیہ بے شک حدود اعتبار یہ مستلزم ہے حکم کو یہ اس کے لیے اصطلاح میں حد ہے اس پر بھی منع وارد ہوتی ہے جیسا کہ لفظیہ پر استلزام حکم کے لیے۔ بے شک اس کا معنی لغت میں ہے اور آپ پر مخفی نہیں ہے کہ اصحاب کی ضمیر کو جواب کی طرف لوٹانا بہتر ہے جو ماتن قدس سرہ سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ آسان ہے صرف نقل صحت سے اور اگر ضمیر کو منع کی طرف لوٹادیں تو بھی معاملہ بلا تکلف ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہے بے شک اس پر وارد ہوتا ہے کہ منع میں کوئی صعوبت نہیں ہے اور صعوبت صرف اس کے جواب میں ہے بالجملہ یہ کلام نوع خدشہ سے خالی نہیں ہے اور جو منع وارد ہوا سے مجرد نقل سے رفع کیا جاسکتا ہے جیسا کہ وہ منع جو لفظیہ پر وارد ہوا اہل لغت کی نقل سے رفع کیا جاسکتا ہے یا وجہ استعمال سے۔ اصطلاحی معنی کے درمیان علاقہ سے یا بیان ارادہ سے۔ یوں کہے کہ بظاہر لفظ سے جو سمجھا جا رہا ہے ہم وہ ارادہ نہیں رکھتے بلکہ ہم دوسرا ارادہ رکھتے ہیں۔

تشریح

(۱) تعریف حقیقہ پر منع (۲) اصحاب کی ضمیر (۳) منع کے جواب کی صورت

تعریف حقیقیہ پر منع

تعریف کی قسم کتاب کے مقدمہ میں گزر چکی ہے اس تقسیم کو وہاں ملاحظہ کر لیں تعریف حقیقی میں چونکہ ذاتیات پائی جاتی ہیں اس لیے اس پر اعتراض درحقیقت ذاتیات پر اعتراض ہے اور جب ذاتیات پر اعتراض ہو تو اطلاع علی الذاتیات کے پیش نظر اس کا جواب دیا جاسکتا ہے اور اطلاع علی الذاتیات مشکل کام ہے اس لیے اس منع کا جواب دینا بھی مشکل کام ہے بخلاف تعریف لفظیہ اور تعریف اعتباریہ کے ان میں منع وارد کی جائے گی تو لفظیہ کا اہل لغت کے حوالے سے جواب دیا جاسکتا ہے مثلاً: غفتر کی تعریف اسد سے اسی طرح اعتباریہ پر جب منع وارد ہو تو اہل فن کے حوالے سے اس کا جواب دینا آسان ہوگا مثلاً: مقدمہ کی تعریف مایتوقف علیہ صحۃ الدلیل سے۔

تعریف لفظی..... یہ وہ تعریف ہے جس میں کسی لفظ کی تعریف دوسرے آسان لفظ سے کرنا مقصود ہو۔

تعریف اعتباریہ..... اہل فن اپنے اصطلاح میں لفظ کا جو مفہوم بیان کر دیں مثلاً: مقدمہ کی تعریف اہل مناظرہ مایتوقف علیہ صحۃ الدلیل سے کرتے ہیں نحو مایتوقف علیہ شروع فی العلم سے کرتے ہیں۔

استصعب کی ضمیر

استصعب میں ھسو کی ضمیر مستتر ہے اس کا مرجع ایک قول کی مطابق جواب ہے اس وقت اس کا معنی ہوگا تعریف حقیقی پر جب منع وارد ہو تو اس کا جواب دینا مشکل ہے دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا مرجع منع ہے اس وقت اس کا معنی ہوگا کہ تعریف حقیقی پر منع وارد کرنا مشکل کام ہے۔

(منع کے جواب کی صورت)..... جواب منع کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں اولاً مجرد نقل سے یہ اس وقت ہوگا جب مدعی ناقل ہو تو مدعی اپنی تعریف کو اہل لغت یا اہل فن کے حوالے سے ثابت کر کے منع کو رفع کرے گا ثانیاً وجہ استعمال کی وجہ بیان کرے اور معنی مراد کی اور معنی اصطلاحی کے مابین علاقہ کی وضاحت کر کے منع کو رفع کرے گا ثالثاً بیان ارادہ یعنی واضح کرے کہ یہاں ظاہر لفظ سے جو معنی نکل رہا ہے وہ مراد نہیں لے رہے ہیں بلکہ کوئی اور معنی مراد لیا جا رہا ہے اس طرح مدعی اپنا

ارادہ بیان کرتا ہے۔

فائدہ: بیان ارادہ کے علاوہ مزید چار بیان اور بھی ہیں جس کا اس مقام پر معلوم کر لینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

الف) بیان تقریر ب) بیان تفسیر ج) بیان تبدیل د) بیان ضرورت
بیان تقریر

کلام کو ایسے الفاظ سے مؤکد کرنا جس سے مجاز یا تخصیص کا احتمال ختم ہو جائے جیسے فَسَخَدَ السَّامِیَّةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ اس نص میں صرف ملائکہ بھی کہتے تو تمام فرشتوں کو شامل تھا لیکن تخصیص وغیرہ کا احتمال ہو سکتا تھا کہ شاید بعض ملائکہ نے سجدہ کیا ہو اور بعض نے نہ کیا ہو اور یہ بھی احتمال ہو سکتا تھا کہ بعض نے پہلے سجدہ کیا ہو اور بعض نے بعد میں ان دونوں احتمالوں کو ختم کرنے کیلئے بیان تقریر کے طور پر كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ فرمادیا۔ جس سے تخصیص و تاویل کے دونوں احتمال ختم ہو گئے۔

بیان تفسیر

کلام کو کسی شرط یا استثناء سے معلق کرنا یعنی کلام کو پہلے معنی سے ہٹا کر دوسرے معنی کی طرف پھیر دینا جیسے اَنْتَ طَالِقٌ اِنْ دَخَلْتَ الدَّارَ اٰخِرَى جملہ اِنْ دَخَلْتَ الدَّارَ نے پہلے کلام کے معنی کو متغیر کر دیا کیونکہ پہلے جملہ کا معنی تو صرف اتنا تھا کہ تجھے طلاق ہے لیکن دوسرے جملے نے طلاق کو دخول دار سے معلق کر دیا۔

بیان تبدیل

سابقہ حکم کو زائل اور تبدیل کرنا اس کو نسخ بھی کہتے ہیں فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِہ کفار سے عفو و درگزر کا معاملہ کرو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا نیا حکم نازل کرے یہ آیت قتال کی آیت سے منسوخ ہو گئی۔

بیان ضرورت

جو حکم ایسی شے سے ثابت ہو جو دراصل بیان کے حکم کے لئے موضوع نہ ہو جیسے آنحضرت ﷺ کا کسی واقعہ کو دیکھ کر سکوت اختیار فرمانا۔ یہ اس واقعہ کے جائز ہونے کی دلیل ہے حالانکہ سکوت بیان

حکم کے لئے موضوع نہیں ہے بلکہ بیان حکم کے لئے کلام موضوع ہے لیکن جو چیز بیان کے لئے موضوع نہ تھی ضرورت کی بنا پر اس کو بیان کا درجہ دے دیا اس لیے اس کو بیان ضرورت کہتے ہیں۔

واعلم ان اطلاق المنوع یعنی المنع والنقض والمعارضة وجاء في كلامهم اطلاق لفظ المنع على كل واحد منها هناك يعني على الاسولة المواردة على الحدود بطريق الاستعارة المصروفة باعتبار تشبيهها بالمصطلحات ويحتمل الحقيقة بناء على ان الالفاظ المذكورة كمانها موضوعة للمعاني المشهورة يحتمل ان تكون موضوعة لتلك المعاني ايضاً كذا نقل عنه قدس سره

ترجمہ..... اور آپ جان لیں کہ بے شک منوع کا اطلاق یعنی منع، نقض اور معارضہ اور انکے کلام میں آیا ہے کہ لفظ منع کا اطلاق ان میں سے ہر ایک پر یعنی اسولہ ثلاثہ پر حدود حقیقیہ پر بطریق استعارہ مصرحہ کے لئے اصطلاحات کے اعتبار سے اس کی تشبیہ ہے اور اس حقیقت کا بھی احتمال ہے کہ ان معانی کے لئے بھی وضع کیا گیا ہو جیسا کہ ماتن قدس سرہ سے منقول ہے۔

تشریح

مذکورہ عبارت میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں۔

(۲) منوع کا استعمال حقیقی

(۱) منوع کا استعمال مجازی

منوع کا استعمال مجازی

نقض اور معارضہ کو بھی کبھی منع کہہ دیتے ہیں اس وقت منع استعارۃ مستعمل ہوتی ہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان علاقہ پایا جاتا ہے۔

استعارہ کی تعریف..... وہ مجاز جس کے معنی حقیقی اور معنی مجازی میں تشبیہ کا علاقہ ہو۔

استعارہ مصرحہ..... مشبہ بہ کا ذکر کرنا اور مراد مشبہ لینا جیسے رایت اسدا یرمی۔

منوع کا استعمال حقیقی

شارع علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ یہ بھی ممکن ہے کہ منع کا اطلاق ان پر حقیقی طور پر ہوتا ہو کیونکہ ایک لفظ کو کئی معانی میں استعمال کرنا اہل لغت سے ثابت ہے ماتن قدس سرہ نے اپنی حاشیہ منہیہ میں اس کی جانب اشارہ بھی کیا ہے۔

بحث ثانی کا خلاصہ

دوسری بحث میں اس مسئلے پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ مدعی جب اپنے دعویٰ کی وضاحت کرتا ہے تو اس دوران بعض اشیاء کی تعریف بھی کرتا ہے اور تعریف میں دعویٰ پایا جاتا ہے مگر اس دعویٰ کو دعویٰ اصلیہ نہیں کہتے بلکہ ضمیمہ کہتے ہیں مناظرہ کی اصطلاح میں اسے دعاوی ضمیمہ کہتے ہیں ظاہر ہے کہ جب ضمنی طور پر دعویٰ پایا جائے گا تو دلائل بھی پائے جائیں گے سائل کو یہ حق حاصل ہوگا کہ جب مدعی کسی چیز کی تعریف کرے تو اس تعریف میں پائے جانے والے دعویٰ پر منع، نقض یا معارضہ میں سے جو لائق ہو وارد کرے مدعی پیش کردہ تعریف پر وارد شدہ سوال کو رفع کرنے کیلئے اہل فن کا حوالہ، وجہ استعمال بتائے یا معنی مرادی کی وضاحت کرے۔

البحث الثالث ما يستبان من قوله يستبان اى يظهر مما ذكرنا من ان المنع طلب الدليل على مقلعة معينة عدم توجه المنع حقيقة على النقل والدعوى مبنين للفاعل ويجوز ان يكونا مبنيين للمفعول بمعنى المدعى والمنقول حيث لم يقصد ارجاعه اى ارجاع المنع الى المقلعة اى المقلعة المذكورة فى دليل المستدل

ترجمہ..... تیسری بحث :- ان چیزوں کے بیان میں جو ان کے قول سے ظاہر ہو۔ جو ہم نے ذکر کیا بے شک منع مقدمہ معینہ پر دلیل طلب کرنا ہے منع نقل اور دعویٰ پر حقیقتاً متوجہ نہیں ہوتی دونوں مبنی للفاعل ہوں یا مبنی للمفعول۔ بمعنی مدعا اور منقول۔ اس حیثیت سے کہ ان کا اس مقدمہ کی طرف لوٹنا مقصود نہ ہو جو مستدل کی دلیل میں ہو۔

تشریح

سطور مذکورہ میں ایک اعتراض اور اس کا جواب دیا گیا ہے اعتراض یہ تھا کہ دعویٰ اور نقل مصادر ہیں اور مصادر اعتباری ہوتے ہیں ان میں اثبات نہیں ہوتا اس لیے منع کیوں کر روا ہو سکتی ہے۔

جواب..... شارح علیہ الرحمۃ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ دعویٰ اور نقل اسم فاعل کے معنی میں ہے یا اسم مفعول کے معنی میں اور ان میں اثباتی معنی پایا جاتا ہے واضح رہے کہ یہ اعتراض اس وقت قائم ہوتا ہے جب منع نقل یا دعویٰ پر ہوا اگر نقل یا دعویٰ کے کسی مقدمہ پر ہو تو یہ اعتراض قائم نہیں ہوتا مثلاً کوئی ناقل کہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ..... ”دنیا اس کے لیے گھر ہے جس کے لیے آخرت میں کوئی گھر نہیں۔“ اب اس میں تین چیزیں پائی جا رہی ہیں اول منقول عنہ: اور وہ نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ ہیں۔ ثانی نقل..... ناقل نے اس کی وضاحت نہیں کی کہ کس کتاب سے نقل کیا ہے اب سائل جب اس پر منع وارد کرے گا تو یہ منع مجازی ہوگی اور نقل جو کہ مصدر ہے منقول کے معنی میں ہوگا۔ ثالث منقول کے کسی مقدمہ پر منع وارد کرنا اسی صورت میں منع اپنے معنی حقیقی پر ہوگی۔

اما النقل فلانه اذا قال احد قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ النیۃ لیست بشرط

فی الموضوع فاما ان يقول المانع لانسلم انها ليست بشرط فيه واما ان يقول لانم ان ابا حنيفة قال كذا فالاول لا يسمع اصلاً لانه قرر الكلام بطريق الحكاية فلا يتعلق به المواخذة اصلاً واما الثاني فهو وان كان يسمع لكن لا من حيث انه منع حقيقة بل لانه عبارة عن طلب تصحيح النفل يطلق عليه اللفظ المنع مجازاً للمشاركة في كون كل منهما طلباً من قبيل استعمال اللفظ المقيد في مقيد اخر المطلق فاستعمل لفظ المنع واما الدعوى فلانه اذا قال المتكلم الجسم مركب من اجزاء لا تجزئ و يقول الحكيم لانم ذلك فاما ان يريد به طلب الدليل على المقدمة المعينة وهذا ممالاً معنى له لانه لم يوجد دليل مع المدعى بعد حتى يطلب الدليل على مقدمة معينة منه واما ان يريد به طلب الدليل على تلك الدعوى وهو مسموع لكنه ليس بمنع حقيقة بل انما يطلق عليه لفظ المنع مجازاً على ما عرفت كالنقض والمعارضة اي كما انه لا يتوجه النقض والمعارضة لعدم الدليل المذكور للاثبات

ترجمہ..... اگرچہ نقل :- جب کوئی کہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ وضو میں نیت شرط نہیں ہے مانع کہے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وضو میں نیت شرط نہیں ہے یا یوں کہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ امام صاحب نے ایسا فرمایا ہے پس اول اصلاً قابل مسموع نہیں ہے اس لیے کہ اس نے کلام کو بطریق حکایت مقرر کیا ہے پس اس سے مواخذہ اصلاً متعلق نہیں ہو سکتا اور اگرچہ ثانی پس وہ قابل مسموع ہے لیکن اس حیثیت سے نہیں کہ منع حقیقی ہے بلکہ یہ طلب تصحیح سے عبارت ہے اس پر منع کا اطلاق مشارکت کی وجہ سے مجازی طور پر کہا گیا ہے کیونکہ دونوں میں طلب کا لفظ پایا جا رہا ہے یہ اس قبیل سے ہے کہ ایک مقید لفظ کو دوسرے مقید لفظ میں مطلقاً استعمال کرنا۔ پس اس کے لیے منع کا لفظ استعمال کیا گیا اور اگرچہ دعویٰ کیلئے کہ جب متکلم کہے کہ جسم جزء لا تجزئ سے مرکب ہوتا ہے حکیم کہے کہ ہم نہیں مانتے اس لیے کہ مدعا دلیل کے ساتھ نہیں پایا جا رہا ہے دلیل کے بعد مقدمہ معینہ پر دلیل طلب کی جاتی ہے یا پھر اس سے ارادہ کرے دعویٰ

پردلیل طلب کرنے کا تو یہ قابل مسوع ہے لیکن اس اعتبار سے نہیں کہ یہ منع حقیقی ہے بلکہ اس پر منع کا اطلاق مجازی ہے جیسا کہ آپ نے جان لیا ہے کہ نقض اور معارضہ عدم دلیل کے لیے متوجہ نہیں ہوتے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں تین مسئلے بیان کئے گئے ہیں :-

(۱) مثالیں (۲) منع مجازی (۳) نقض اور معارضہ کب وارد ہوتے ہیں؟

مثالیں

سابقہ عبارت میں گزر چکا ہے کہ نقل اور دعویٰ پر منع وارد ہوتے ہیں۔ اب یہاں اس کی مثالیں پیش کر رہے ہیں۔ مثال اول نقل کی ہے ناقل کہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ وضو میں نیت شرط نہیں سائل اس پر دو طریقے سے منع وارد کر سکتا ہے طریقہ اول میں یہ کہے کہ ہم یہ نظریہ نہیں مانتے یہ منع لغو ہے کیونکہ ناقل کا یہ دعویٰ نہیں ہے بلکہ وہ امام صاحب کا قول نقل کر رہا ہے اور نقل پر مواخذہ نہیں ہوا کرتا۔ طریقہ دوم میں یہ کہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے ہیں کہ امام صاحب نے ایسا کہا ہے اب ناقل کے ذمہ تصحیح نقل ہے کہ وہ ثابت کرے کہ کس کتاب سے نقل کر رہا ہے مثال ثانی دعویٰ کی ہے مشکلم کا یہ دعویٰ ہے کہ جسم جزء لا تجزی سے مرکب ہوتا ہے اب اس پر اعتراض دو طریقے سے ہو سکتا ہے طریقہ اول یہ ہے کہ مقدمہ معینہ پردلیل طلب کرنے کے ارادہ سے منع وارد کرے اور یہ لغو ہے کیونکہ مدعی نے صرف اپنا دعویٰ بیان کیا ہے اپنے دعویٰ پردلیل قائم نہیں کی لہذا اطلب الدلیل علی مقدمہ معینہ اوہاں صادق آئے گی جہاں دلیل پائی جارہی ہو اور یہاں دلیل نہیں پائی جارہی ہے اس لیے یہ صورت قابل مسوع نہیں ہے طریقہ دوم یہ ہے کہ دعویٰ پردلیل طلب کرنے کے ارادے سے منع وارد کرے یہ صورت قابل مسوع ہے کیونکہ دعویٰ پردلیل طلب کرنا سائل کے منصب میں شامل ہے مدعی نے اب تک اپنے دعویٰ پردلیل قائم نہیں کی اس لیے مطالبہ درست ہوگا۔

منع مجازی

نقل اور دعویٰ پر جو منع وارد ہوتی ہے وہ حقیقی اعتبار سے نہیں بلکہ مجازی اعتبار سے ہے کیونکہ طلب تصحیح میں طلب پائی جارہی ہے اور منع میں بھی۔ لہذا اس مشارکت کی وجہ سے مجازاً اسے منع کہہ دیتے ہیں۔

جزء لایتنجزی کی تعریف

وہ جو ہر جو اشارہ حسبہ کے قابل ہو اور کسی قسم کی تقسیم یعنی قطعی، کسری، فرضی اور وہی قبول نہ کرے اس کو جو ہر فرد بھی کہتے ہیں۔

الف: تقسیم قطعی کی تعریف..... خارج میں اجزاء کا افتراق آکے نافذہ سے ہو جیسے چاقو سے گوشت کاٹنا۔

ب: تقسیم کسری کی تعریف..... خارج میں اجزاء کا افتراق آکے نافذہ سے نہ ہو جیسے ناریل کو کسی پتھر سے توڑنا۔

ج: تقسیم فرضی کی تعریف..... خارج میں اجزاء کا افتراق نہ ہو اور وجود ذاتی میں ممتاز ہو جیسے ریاضیات۔

د: تقسیم وہمی کی تعریف..... خارج میں اجزاء کا افتراق نہ ہو اور وجود ذاتی میں بھی ممتاز نہ ہو جیسے ایک چیز کو کسی دو چیز پر ملتی کیا جائے۔

نقض اور معارضہ کب وارد کر سکتے ہیں

نقض دعویٰ پر مطلقاً نہیں پایا جاتا ہے کیونکہ دلیل کے مکمل ہونے کے بعد وارد ہوتا ہے اور یہاں فقط دعویٰ ہے اس لیے نقض کا محل نہیں ہے اسی طرح دعویٰ پر معارضہ بھی نہیں ہو سکتا ہے جبکہ دعویٰ دلیل کے بغیر ہو کیونکہ معارضہ میں بھی دلیل کا معارضہ کیا جاتا ہے نہ کہ دعویٰ کا اسی طرح منع بھی دعویٰ پر وارد نہیں ہوتی ہے کیونکہ منع دلیل کے کسی مقدمہ معینہ پر وارد ہوتی ہے اور دعویٰ جب دلیل کے بغیر ہو تو منع مجازاً وارد ہوگی۔

اما اذا التزم صحته فمن حيث الالتزام ليس بناقل و كلامه ليس بنقل بهذا الاعتبار فيتوجه عليه المنع قال قدس سره فيما نقل عنه وانت خير بان هذا القول منه يدل على ان تفسير المقدمة بما يتوقف عليه صحة الدليل غير مسلم عنده تم كلامه وجه الدلالة ان المنقول بعد كونه ملتزم الصحة ليس مما يتوقف عليه صحة الدليل مع انه يجوز ورود المنع عليه ولا يخفى عليك انه انما يدل على ذلك اذا فسر المنع بطلب الدليل على المقدمة واما اذا فسر بطلب الدليل على ملتزم الصحة فلا نعم يرد عليه ح ان يمنع المدعى ايضاً حقيقة ولا بعد في التزامه

ترجمہ..... اور کہا گیا ہے کہ منقول پر منع اس حیثیت سے کہ وہ منقول ہو اس کی صحت کا التزام کی حیثیت سے وہ ناقل نہیں ہے اور اس کا کلام اس اعتبار سے نقل نہیں ہے پس اس پر منع متوجہ ہوگی ماتن قدس سرہ سے (منہیہ) میں منقول ہے اور آپ باخبر ہیں کہ قائل کے اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک مقدمہ کی تفسیر مما يتوقف عليه صحة الدليل غیر مسلم ہے ماتن کا کلام مکمل ہو ادالات کی وجہ سے بے شک منقول ملتزم صحت ہونے کے بعد ان میں سے نہیں رہا جس پر دلیل کی صحت موقوف ہو ساتھ اس کے جائز رکھا گیا ہے کہ اس پر منع وارد کی جائے اور آپ پر مخفی نہ رہے کہ یہ اس وقت دلالت کرتا ہے جب منع کی تفسیر طلب الدليل على المقدمة کی جائے اور جب اس کی تفسیر طلب الدليل على ملتزم الصحة کی جائے تو نہیں ہے جی ہاں! یہاں اس وقت اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مدعا پر منع حقیقی طور پر وارد ہوتی ہے اور اس کے التزام میں بعد نہیں ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں اس صورت کا بیان ہے جس میں منع منقول پر وارد ہو اور حقیقی بھی ہو ناقل نقل کو بیان کر کے جب اس کی صحت کا التزام کرتا ہو مثلاً امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وضو میں نیت شرط ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا لا وضوء لمن لم يذكر اسم الله عليه اب اس نقل پر جب منع وارد کی جائے گی تو یہ منع حقیقی کہلائے گی کیونکہ ناقل نے اپنے نقل کی صحت کا التزام

کیا ہے جن لوگوں کا یہ نظریہ ہے ان کے نزدیک مقدمہ کی تعریف مایتوقف علیہ صحة الدلیل نہیں ہوگی اسی طرح منع کی تعریف طلب الدلیل علی مقدمہ کی بجائے طلب الدلیل علی ملتزم الصحة ہوگی۔

اعتراض..... مذکورہ صورت کے بعد یہ اعتراض قائم ہوتا ہے کہ دعویٰ میں بھی یہ باتیں پائی جاتی ہیں تو چاہئے کہ دعویٰ پر بھی وارو ہونے والی منع حتمی کہلائے۔

جواب..... شارح علیہ الرحمۃ نے ولا بعد فی التزامہ کہہ کر جواب دیا ہے کہ اگر دعویٰ میں صحت دعویٰ کا التزام کیا گیا ہو تو مذکورہ صورت اس پر بھی صادق آسکتی ہے۔

وقد جرت کلماتهم ای النظر علی انه ای الشان لا يجوز طلب التصحيح عند النقل والتبیه عند دعوی الامر البدیهی الغير الاولی والدلیل عند دعوی الامر النظری علی المعلوم مطلقاً من غیر تقييد بما اذا لم یکن المقصود معلومیته بوجه آخر والحال ان ذلک ای عدم جواز الطلب اذا لم یکن المقصود ای مقصود السائل معلومیته ای المنقول او الامر البدیهی او النظری بطریق اخر قیل هذا مبني علی تعدد العلة الغائیة للمناظرة وهو غیر جائز ولا یخفی ان زیادة الايقان والعلم لا یتخرج عن اظهار الصواب غایة مافی الباب ان لاظهار الصواب مراتب منها زیادة العلم کما یشاهد فی البراهین الاقلیدسیة کذا فیما نقل عنه وانت ان تاملت عرفت ان حقيقة الاظهار انما توجد اذا لم یکن المظهر قبل الاظهار معلوماً والا یلزم اظهار الظاهر واما زیادة الايقان فان کان اثباتها بعد العلم فزیادة الظهور ولس باظهار اذا التبیه موجب للزیادة فحسب وان کان بعد ما لم یکن معلوماً کما فی البراهین الاقلیدسیة فاظهار ثم عطف علی قوله یتبان قوله لا یلزم من بطلان الدلیل بطلان المدلول لجواز ان یكون لمدلول واحد دلائل شتی فبطلان واحد منها لم یطله فاذا بطل الدلیل فلا منصب للمعلل سوى التفسیر والتبیل

ترجمہ..... اور تحقیق اہل مناظرہ کی اصطلاح میں یہ کلمہ جاری ہے کہ معلوم کی صورت میں

دعویٰ نقل کے وقت صحیح طلب کرنا اور جب بدیہی غیر اولیٰ ہو۔ تو تنبیہ طلب کرنا اور دعویٰ جب نظری ہو تو مطلقاً دلیل طلب کرنا جائز نہیں ہے بغیر قید کے جب اس معلومیت کا مقصود نہ ہو اور حال یہ ہے کہ بیشک یہ بھی طلب کا جائز نہ ہونا اس وقت ہے جبکہ نہ ہو مقصود یعنی سائل کا مقصود اس کی معلومیت بھی منقول یا امر بدیہی یا نظری کی کسی دوسرے سبب سے کہا گیا ہے کہ یہ مناظرہ میں تعدد علت غائیہ پر مبنی ہے اور وہ ناجائز ہے اور آپ پر مخفی نہ رہے کہ زیادت ايقان و علم اظہار صواب سے نہیں نکلتا ہے زیادہ سے زیادہ اس باب میں یہ کہا جائے گا کہ اظہار صواب کے مراتب ہیں ان میں سے زیادۃ العلم جیسا کہ ہم اقلیدسیہ کے براہین میں مشاہدہ کرتے ہیں ماتن قدس سرہ سے اسی طرح منقول ہے اگر آپ غور کریں تو آپ پر ظاہر ہوگا کہ بے شک اظہار کی حقیقت اس وقت پائی جاتی ہے جب اظہار سے پہلے از روئے علم ظاہر نہ ہو ورنہ اظہار اظہار لازم آئے گا اور اگرچہ زیادت ايقان پس اس کا اثبات اس علم کے بعد ہوتا ہے پس زیادت ظہور اظہار نہیں ہے جب تنبیہ موجب ہو زیادت کے لیے تو کافی ہے اور اگر معلوم کے بعد نہ ہو جیسا کہ اقلیدسیہ کے براہین میں تو یہ فقط اظہار ہے پھر اس کے قول یستبان پر عطف کیا ماتن کا کہنا ہے کہ دلیل کے بطلان سے مدلول کا بطلان لازم نہیں آتا جواز کے لئے ایک مدلول کے کئی مختلف دلائل ہوں پس ان میں سے ایک کے بطلان سے تمام دلائل باطل نہیں ہوتے پس جب ایک دلیل باطل ہو جائے تو معلل کے لئے تغیر اور تبدیل کے سوا کوئی منصب نہیں۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں تین مسئلے بیان کئے گئے ہیں :-

(۱) طلب صحیح کب درست ہے؟ (۲) اعتراض (۳) دلیل واحد کا بطلان

طلب صحیح کب درست ہے؟

اصل مناظرہ کا کہنا ہے کہ سائل کو جب معلوم ہو تو نقل پر طلب صحیح درست نہیں ہے اور اس قول

کو کسی بھی صورت جائز نہیں رکھتے خواہ کسی اور مقصد کے لئے ایسا ہو یا نہ ہو ماتن اس نظریہ کے خلاف میں اپنا نظریہ بیان کرتے ہیں کہ والحال ان ذالك اذالم يكن المقصود یعنی معلومیت کی صورت میں ناجائز اس وقت ہے جب کوئی مقصود نہ ہو اگر کوئی مقصود ہو تو جائز ہے مثلاً معلل کہے کہ وضو میں نیت شرط نہیں ہے یہ امام صاحب کا قول ہے سائل کو معلوم ہے کہ واقعی امام صاحب کا قول ہدایہ میں ایسا ہی ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ کسی اور کتاب کا حوالہ بھی سامنے آجائے تاکہ علم میں اضافہ ہو تو سائل تصحیح طلب کرتا ہوا کہتا ہے کہ آپ نے یہ کس کتاب سے نقل کیا ہے معلل کہے شرح وقایہ سے ظاہر ہے کہ معلومیت کے باوجود طلب کسی مقصود کے تحت پائی جارہی ہے ماتن کے نزدیک یہ صورت جائز ہے کیونکہ اس میں زیادت ايقان و علم ہے جب کہ اہل مناظرہ اسے مطلقاً ناجائز کہتے ہیں۔

اعتراض..... ماتن کے نظریہ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ مناظرہ کی غرض میں تعدد لازم ہے کیونکہ ایک غرض اظہار صواب ہے اور دوسری غرض زیادت ايقان و علم ہے اور ایک فن کے کئی اغراض درست نہیں۔

جواب..... شارح علیہ الرحمۃ ماتن کی طرف سے جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں ولا یخفی ان زیادة الايقان والعلم لا ینخرج عن اظہار الصواب یعنی زیادت ايقان و علم اظہار صواب سے نہیں نکلتا لہذا زیادت ايقان و علم اظہار صواب ہی کے قبیل سے ہے اس لیے تعدد لازم نہیں آتا یہ ضرور ہے کہ اظہار صواب کے مراتب ہونگے ان مراتب میں سے ایک مرتبہ زیادت علم ہے جیسا کہ اقلیدسیہ یعنی ہندسہ کے براہین میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

اعتراض..... شارح علیہ الرحمۃ ماتن کے نظریہ پر یہ اعتراض قائم کرتے ہیں کہ اظہار کی حقیقت تو وہاں پائی جاتی ہے جہاں پہلے سے ظاہر نہ ہو ورنہ اظہار ظاہر لازم آئے گا اور یہ عبث ہے لہذا اس سے زیادت ايقان و علم کیونکر حاصل ہوگا و ان تاملت عرفت ان حقیقة الاظہار الخ کہہ کر اس کی جانب اشارہ کیا ہے۔

جواب..... معلوم کے بعد زیادت ايقان و علم نص قطعی سے ثابت ہے اور جو نص قطعی سے ثابت ہو وہ عبث نہیں ہوگا۔ مثلاً..... حضرت ابراہیم علیہ السلام جانتے تھے کہ بعد انتقال اللہ تعالیٰ

مردہ زندہ کرنے پر قادر ہے اس کے باوجود آپ نے عرض کی رَبِّ ارْنِسْنِیْ کَیْفَ تُسْحِیْسِی
اَلْمَوْتِیْ اِس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَوَلَمْ تُؤْمِنُ کیا تم ایمان نہیں رکھتے۔ حضرت
ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے طلب معلوم ہونے کے باوجود طلب پائی جارہی ہے اور یہ عبث نہیں
ہے بلکہ اگلے جملے میں اس کی صراحت موجود ہے کہ زیادتِ اِیقان علم کے لیے ایسا کیا فرمایا وَلَکِنْ
لَّیَطْمِئِنَّ قُلُوبِیْ۔

چند اصلاحات کی تعریفات

ظہور: زیادتِ علم و اِیقان اگر دلیل یا تنبیہ سے علم کے بعد ہو۔ تو اسے ظہور کہتے ہیں۔
اظہار: زیادتِ علم و اِیقان اگر دلیل یا تنبیہ سے حصولِ علم سے پہلے ہو تو اسے اظہار کہتے ہیں۔
علمِ کامل: وہ علم جس میں کوئی خفاء نہ ہو اور اس سے ثبوت ثبوت کا یقینی فائدہ حاصل ہو۔ یا اثبات
میں ہو یا نفی میں شارح علیہ الرحمۃ نے اس کی جانب فان کان اثباتها بعد العلم
کہہ کر اشارہ کیا ہے۔

علم ناقص: وہ علم جس میں کسی قدر خفاء ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ جو اس نے جانا ہے اس سے یقین
کا فائدہ حاصل ہو جائے شارح علیہ الرحمۃ نے فان کان بعد ما لم یکن معلوماً
کہہ کر اشارہ کیا ہے۔

زیادتِ علم: اطمینانِ قلب کے حصول کو کہتے ہیں۔

دلیل واحد کا بطلان

معلل اگر اپنے دعویٰ پر دلیل قائم کرے اور سائل کسی جہت سے اس کا باطل ہونا ثابت کر دے
تو یہ ضروری نہیں ہے کہ دلیل کے باطل ہو جانے سے مدلول بھی باطل ہو جائے گا بلکہ اس دعویٰ
پر معلل دوسری دلیل قائم کرے گا مثلاً: معلل نماز جنازہ پر دلیل قائم کرتے ہوئے کہے کہ قرآن
کریم میں ہے کہ اِنَّ صَلَوتَکَ مَسْکُوْنٌ لَّہُمْ سائل کہے کہ پیش کردہ آیت میں صلوٰۃ کا معنی عام ہے
نماز جنازہ مراد نہیں ہے سائل جب اس دلیل کو باطل کر چکا تو اب لازم نہیں آتا کہ مدلول یعنی نمازہ
جنازہ کی مشروعیت باطل ہوگئی بلکہ معلل اس کی مشروعیت کے لیے دوسری دلیل دے گا اور کہے گا

کہ وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّا تَابَ إِلَهُ اس آیت سے ثابت ہے کہ نماز جنازہ شروع ہے اگر دلیل ثانی بھی باطل ہو جائے تو چاہئے کہ دلیل ثالث کی طرف لوٹ جائے حتیٰ کہ معطل کے پاس اس دعویٰ پر دلیل ختم نہ ہو جائے اس وقت تک معطل کے لیے تغیر اور تبدیل جائز ہے اس کی جانب وَلَا يُلْزَمُ مِنْ بَطْلَانِ الدَّلِيلِ بَطْلَانُ الْمَدْلُولِ کہہ کر اشارہ کیا۔

بحث ثالث کا خلاصہ

- (۱) نقل اور دعویٰ معنی للفاعل یا معنی للمفعول ہیں۔
- (۲) مصادر اعتباری ہوتے ہیں۔
- (۳) نقل اور دعویٰ پر منع مجازی وارد ہوتی ہے۔
- (۴) تصحیح نقل اور منع دونوں میں لفظ طلب ہے اس مشارکت کی وجہ سے اسے منع مجازی کہتے ہیں۔
- (۵) نقل اگر من حیث المنقول نہ ہو بلکہ اس کے التزام کا اہتمام کیا گیا ہو تو منع حقیقی وارد ہوگی
- (۶) اہل مناظرہ کے نزدیک علم ہوتے ہوئے طلب مطلقاً درست نہیں ہے۔
- (۷) ماتن قدس سرہ کے نزدیک علم ہوتے ہوئے کسی دوسرے مقصود کی خاطر طلب درست ہے۔
- (۸) زیادت ايقان و علم اظہار صواب کی قسم میں سے ہے۔
- (۹) دلیل کے بطلان سے مدلول کا بطلان لازم نہیں آتا۔
- (۱۰) دلیل باطل ہونے کے بعد معطل کو چاہئے کہ تغیر یا تبدیل کو اپنائے۔

البحت الرابع منع مقدمة معينة من الدليل او اكثر و يحون اكثر من منع واحد صريحة صفة مقدمة او خبر كان المحذوف او ضمنية يكون بناء الكلام عليه صفة مقدمة او اكثر و تذكر الضمير اما باعتبار لفظ الاكثر او بتاويل كل واحد منها او بالنظر الى ان المقدمة عبارة عما يتوقف عليه صحة الدليل جائز خبر قوله منع و ايراد هذا الكلام لدفع توهم انه لا يجوز لان تلك المقدمة ليست بجزء الدليل والمشهور ان المقدمة جزء الدليل وانما يجوز لان المقدمة على ما مر تفسيره اعم من جزء الدليل -

ترجمہ..... چوتھی بحث :- دلیل کے مقدمہ معینہ پر ایک یا اس سے زائد منع وارد کرنا جائز ہے خواہ صریحاً ہو یہ مقدمہ کی صفت ہے یا کان محذوف کی خبر ہے یا ضمناً ہو کلام کی بناء اس پر ہو۔ یہ مقدمہ کی صفت یا اکثر کی۔ ضمیر مذکر لانا باعتبار لفظ اکثر کے ہے یا بتاویل کل واحد منہما کے یا اس اعتبار سے کہ مقدمہ عبارت ہے عما يتوقف عليه صحة الدليل سے جائز مآتن کا قول منع کی خبر ہے اور اس علام کو وارد کرنے کا مقصد تو ہم کو دور کرنا ہے کہے بیشک نہیں جائز (منع) اس لیے کہ وہ مقدمہ دلیل کا جز نہیں ہے اور مشہور ہے کہ مقدمہ دلیل کا جزء ہوتا ہے اور یہ جائز ہے اس لیے کہ مقدمہ کی تفسیر گزر چکی ہے جزء دلیل سے مقدمہ عام ہے۔

تشریح

متذکرہ عبارت میں نحوی قاعدے پر بحث کی گئی ہے اس کے علاوہ وہ مقدمہ جس پر کلام کا دارو مدار ہو اس پر ایک یا ایک سے زائد منع وارد کرنا جائز نہیں ہے یہ وہم پیدا ہو رہا ہے کہ مقدمہ دلیل کا جزء نہیں ہوتا اس لیے اس پر منع وارد کرنا جائز نہیں ہے اس وہم کو دور کرنے کے لیے مذکورہ عبارت لے کر آئے سابقہ اوراق میں مقدمہ کی جو تعریف کی گئی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقدمہ جزء دلیل سے عام ہے اس کی مکمل بحث کتاب کے مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔

ومنع المعلوم مطلقاً ای من کل وجه مکابرة لا تسمع دون منع الخفی ای
البندیہی الذی فیہ خفاء ودون منع مقدمة التنبیہ فانہ ای کل واحد من
منع البندیہی بمعنی طلب التنبیہ علیہ ومنع مقدمة التنبیہ بمعنی طلب
الدلیل او التنبیہ علیہا يجوز تجاوز لما عرفت من ان المنع حقيقة طلب
الدلیل علی مقدمة معينة من الدلیل والعلاقة کون کل جزئاً المطلق
الطلب ومنع المقدمة مرتباً فی الذکر علی منع مقدمة اخرى علی تقدير
تسلیم ای تسلیم المقدمة الاخری سواء کان يمنع المقدمة المتقدمة
اولاً والمؤخرة ثانياً او بالعکس سواء کان المنع المذكور فی التردیدات

ترجمہ..... علم ہونے کے باوجود منع مطلقاً مکابره ہے ہر اعتبار سے قابل مسوع نہیں ہے
سوائے ایسی بدیہی میں جس میں خفا ہو اور سوائے تنبیہ کے مقدمہ کے۔ پس بے شک یعنی
ہر ایک منع بدیہی پر بمعنی طلب تنبیہ ہے اور تنبیہ کے مقدمہ پر منع طلب الدلیل یا تنبیہ ہے
جائز ہے ہم اسے جائز رکھتے ہیں اس وجہ کو جو آپ نے جان لیا ہے کہ منع حقیقی مقدمہ معینہ
پر دلیل طلب کرنا ہے اور اس میں علاقہ کلی جزئی مطلق طلب کیلئے ہے اور مقدمہ پر منع
مرتب فی الذکر دوسرے مقدمہ کو علی تقدیر تسلیم ہوتی ہے یعنی دوسرے مقدمے کو تسلیم کرنے
سے عام ازیں کہ وہ مقدمہ مقدمہ اول ہو۔ اور مقدمہ مؤخرہ ثانی ہو یا عکس ہو عام ازیں کہ
وہ منع جو مذکور ہے تردیدات میں ہو۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں چار مسئلے بیان کئے گئے ہیں :-

(۱) بدیہی غیر اولی پر منع وارد کرنا (۲) تنبیہ پر منع وارد کرنا (۳) دلیل کے مقدمہ پر منع وارد کرنا (۴) تسلیم مقدمہ

بدیہی غیر اولی پر منع وارد کرنا

اہل مناظرہ کا یہ قاعدہ ہے جسے آپ پہلے معلوم کر چکے ہیں کہ معلوم کی صورت میں منع وارد
کرنا جائز نہیں ہے اور اسے مکابره میں شامل کرتے ہیں اب یہاں استثنائی صورت بیان کی جارہی
ہے کہ بدیہی میں اگر خفاء ہو تو اس پر منع وارد کر سکتے ہیں تا کہ خفا دور ہو جائے جیسے کہ حقائق

الاشیاء ثابتہ۔ سوفسطائی اس بدیہی کے خفا کو دور کرنے کے لیے منع وارد کرتا ہے یہ صورت جائز ہے اور اس کا مطلب بدیہی پر تنبیہ طلب کرنا ہے۔

تنبیہ پر منع وارد کرنا

دعویٰ اگر بدیہی غیر اولیٰ ہو تو اس کے خفا کو دور کرنے کے لئے تنبیہ پیش کی جاتی ہے مثلاً: حقائق الاشیاء ثابتہ۔ بدیہی غیر اولیٰ ہے سوفسطائی نے جب اس پر تنبیہ طلب کی تو مشکلمین نے کہا کہ ہم اشیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں جب حقیقت نہیں ہے تو مشاہدہ کیوں کرتے ہیں سوفسطائی اب اس تنبیہ پر منع وارد کرے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ جو چیز مشاہدہ میں آئے اس کی حقیقت بھی ہوتی ہے ہم سراب کا مشاہدہ کرتے ہیں لیکن اس کی حقیقت نہیں ہے یہ منع بھی جائز ہے اور اس کا مطلب دلیل طلب کرنا ہے یا تنبیہ طلب کرنا۔

دلیل کے مقدمہ پر منع وارد کرنا

دعویٰ اگر نظری مجہول ہو تو اس کی جہالت دور کرنے کے لیے دلیل دی جاتی ہے مثلاً عالم حادث ہے اس پر دلیل یہ دی جاتی ہے کہ العالم متغیر و کل متغیر حادث حکیم منع وارد کرے اور کہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ ہر متغیر حادث ہے یہ منع دلیل پر ہے اور یہ بھی اہل مناظرہ کے نزدیک جائز ہے۔

تسلیم مقدمہ

مانع جب معلل کے کسی مقدمہ پر منع وارد کرتا ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ منع یا تو صغریٰ پر وارد ہوگی یا کبریٰ پر۔ اول صورت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مانع نے کبریٰ تسلیم کر لیا ہے اور ثانی صورت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مانع نے صغریٰ کو تسلیم کر لیا ہے اس کی مثال آنے والی عبارت میں ہے۔

كما اذا قال المعلل لا يخلوا اما ان يكون هذا او ذلك فان كان هذا
فكذا وان كان ذلك فكذلك فيقول السائل لا نسلم انه ان كان هذا
فكذا وان سلمناه فلانسلم انه ان كان ذلك فكذلك او يقول
بالعكس بان يقول لا نسلم انه ان كان ذلك فكذلك وان سلم فلانم

انه ان كان هذا فكذا اولا يكون فيها كما قيل العالم متغير و كل متغير
 حادث فيقول لانسلم ان العالم متغير وان سلمنا ذلك لكن لانسلم
 ان كل متغير حادث او يقول بالعكس ولكن كون ذلك المنع على
 تقدير التسليم قد يكون بطريق الوجوب كما اذا كان المنع الثاني مبينا
 على تقدير التسليم كما اذا قال التغير في العالم موجود فلا بد من
 حدوثه فيقول لانسلم ان التغير في العالم موجود وان سلمنا ذلك
 لكن لانسلم كونه ضروري الحدوث على ذلك التقدير فالمنع الثاني
 مبني على تقدير تسليم الاولى والالم يترجمه كما لا يخفى وقد يكون
 بطريق الاستحسان وهو اذالم يكن المنع مبينا كما سلف مثاله وهذا
 معني قوله قدس سره على تفاوت اي كائن عليه وبما ذكرنا من معني
 الكلام ظهر ان قوله منع المقدمة مبتدأ وقوله على منع ظرف مستقر
 حال منه وقوله على التقدير التسليم حال متداخلة وقوله على تفاوت
 خبره فافهم هذا الكلام فانه من مزال الاقدام

ترجمہ..... جیسے کہ معلل کہے کہ دو حال سے خالی نہیں ہے یہ ہوگا یا وہ۔ پس اگر یہ ہو تو ایسا
 ہے اگر وہ ہو تو ایسا ہے پس سائل کہے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اگر یہ ہوگا تو ایسا ہوگا
 اگر اسے تسلیم بھی کر لیں تو یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اگر وہ ہوگا تو ایسا ہے کہ یا اس کے عکس کہے
 کہ ہم نہیں مانتے کہ ایسا ہوگا تو وہ ہوگا اگر اسے تسلیم بھی کر لیں تو یہ نہیں مانتے کہ ایسا ہوگا
 تو یہ ہوگا یا اس میں نہ ہو جیسا کہ کہا گیا ہے کہ عالم متغیر ہے اور متغیر حادث ہوتا ہے پس
 سائل کہے ہم تسلیم نہیں کرتے کہ عالم متغیر ہے اگر ہم اسے تسلیم کر بھی لیں تو یہ نہیں مانتے
 کہ ہر متغیر حادث ہوتا ہے یا اس کے عکس میں کہے اور لیکن یہ منع علی تقدیر تسلیم ہے کبھی
 بطریق وجوب ہوتا ہے جیسا کہ ثانی پر منع وارد کرنا مبنی علی تقدیر تسلیم ہو جیسا کہ کہا التغير في
 العالم موجود فلا بد من حدوثه تو کہے گا ہم تسلیم نہیں کرتے کہ التغير في العالم
 موجود اور اگر اس کو تسلیم کر بھی لیں لیکن ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ضروری الحدوث اس
 تقدیر پر منع ثانی مبنی ہے پہلے کو تسلیم کرنے پر ورنہ متوجہ نہ ہوتا جیسا کہ مخفی نہیں ہے اور کبھی

بطریق امتحان ہوتا ہے جبکہ منع ثانی پر مبنی نہ ہو جیسا کہ مثال گزر چکی ہے اور یہ معنی تفاوت کا ماتن قدس سرہ کے نزدیک ہے یعنی اس پر ہوا اور جو ہم نے کلام کا معنی ذکر کیا ظاہر ہوا کہ ان کا منع المقدمہ کہنا مبتدا ہے اور ان کا کہنا علی منع ظرف مستقر اس سے حال ہے اور ان کا کہنا علی تقدیر التسلیم حال متداخلہ ہے اور ان کا کہنا علی تفاوت اس کی خبر ہے پس اس کلام کو سمجھیں بے شک یہ پیر پھسلنے کی جگہوں میں سے ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں سابقہ نظریہ پر مثال پیش کی گئی ہے اور اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ تقدیر تسلیم کی دو صورتیں ہیں :-

(ب) امتحانی صورت

(الف) وجوبی صورت

وجوبی صورت

معلل عالم کے حدوث پر دلیل دیتے ہوئے کہے کہ العالم متغیر و کل متغیر حادث مسائل کہے کہ ہم تمہارے کبریٰ یعنی کل متغیر حادث کو نہیں مانتے اس صورت سے یہ لازم آتا ہے کہ مسائل نے العالم متغیر (صغریٰ) کو تسلیم کر لیا ہے اس لیے وہ اس پر منع و رد نہیں کر رہا ہے یہ مسائل کہے کہ ہم تمہارے صغریٰ یعنی العالم متغیر کو نہیں مانتے اس صورت سے یہ لازم آتا ہے کہ مسائل نے کل متغیر حادث (کبریٰ) کو تسلیم کر لیا ہے یہ صورت وجوبی ہے اس لیے کہ تغیری العالم سبب ہے حدوث عالم کے لیے۔

امتحانی

مذکورہ مثال ہی کو سمجھ لیں صرف اتنا فرق ہے کہ مقدمہ اولیٰ ثانیہ کے لئے سبب نہ ہو یا مقدمہ ثانیہ مقدمہ اولیٰ کے لئے سبب نہ ہو ایسی صورت میں تسلیم امتحانی ہوگی۔

وقد لا یضر المنع بان یکون انتفاء تلك المقدمة مستلزماً المطلوبه الذی یستدل علیه بالدلیل الذی هو یتوقف علیها فللمعلل فی جواب ذلک المنع ان یروود و یقول ان کانت المقدمة الممنوعة ثابتة فی نفس

تشریح

متذکرہ عبارت میں اس بات کی وضاحت ہے کہ سائل جب منع وارد کرتا ہے تو اس وقت معلل کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ اب معلل کے ذمے دو کام ہوئے اول مقدمہ ممنوعہ کا اثبات، دوم دعویٰ کا اثبات۔ اب یہ صورت بیان کر رہے ہیں کہ منع کبھی معلل کے حق میں فائدہ مند ثابت ہوتی ہے مثلاً اعیان ثابتہ کے حدوث پر دلیل قائم کرے اور کہے کہ اعیان ثابتہ حادث ہیں کیونکہ یہ متغیرہ ہیں اور جو چیز متغیر ہوگی وہ حادث ہے اب سائل کیلئے دو راستے ہیں ایک یہ کہ صغریٰ پر منع وارد کرے کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ اعیان ثابتہ متغیرہ ہیں اس صورت میں کبریٰ محفوظ ہے معلل کبریٰ کے ذریعہ اپنی دلیل مکمل کرے گا اور یوں کہے گا کہ اعیان ثابتہ جب حادث ہیں تو اس کا تغیر ثابت ہے کیونکہ تغیر ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف انتقال کو کہتے ہیں مثلاً: کسی زمین پر پہلے سے کوئی عمارت نہ ہو اور اب اس پر عمارت بنادی جائے تو عمارت زمین کے لئے ایک حادثہ ہے اور اس حادثہ سے اس کا تغیر ہونا ثابت ہوگا دوسری صورت سائل کے لیے یہ ہے کہ کبریٰ پر اعتراض قائم کرے اور کہے ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اعیان ثابتہ حادث ہیں معلل اپنی دلیل مکمل کرے گا اور کہے گا جب اعیان ثابتہ کا تغیر ثابت ہے تو اس کا حادث ہونا بھی ثابت ہے کیونکہ تغیر انتقال الشی من حالة الى حالة الاخری کا نام ہے اور شے جب ایک حالت کے بعد دوسری حالت کو قبول کرے گی تو یہ حوادث ہی ہے لہذا اثبات ہوا کہ اعیان ثابتہ حادث ہیں۔

الف: سکون کی تعریف..... جو چیز حرکت کی صلاحیت رکھنے کے باوجود حرکت نہ کرے۔

ب: حرکت کی تعریف..... قوت سے فعلیت کی طرف علی سبیل التدریج نکلتا۔

فائدہ: حرکت کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں۔

(۱) حرکت فی الکم..... جسم کا کسی چیز کے ملنے سے بڑھنا اور کسی چیز کے جدا ہونے سے گھٹنا جیسے انسان کا غذا کھانے سے بڑھنا اور بیماری سے کمزور ہونا یا غبارہ میں ہوا بھرنے سے اس کا بڑھنا اور نکالنے سے کم ہونا۔

(۲) حرکت فی کیف..... صورت نوعیہ کے باقی رہتے ہوئے ایک کیفیت سے دوسری کیفیت

کی طرف منتقل ہونا اسے استحالہ بھی کہتے ہیں جیسے پانی کا گرم سے سرد ہونا اور سرد سے گرم ہونا۔

(۳) حرکت فی الاین..... جسم کا ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف علی سبیل اتد رج منتقل ہونا اسے نقلہ بھی کہتے ہیں جیسے چلنا۔

(۴) حرکت فی الوضع..... جسم کا اپنے چیز میں باقی رہتے ہوئے اپنے ایک جزء کو دوسرے جزء کی طرف یا امور خارجیہ کی طرف نسبت کرنے سے جو حرکت حاصل ہو۔ جیسے چکی کے ایک پاٹ کی حرکت۔

قائدہ: باعتبار فاعل حرکت کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) حرکت ذاتی..... وصف حرکت حقیقہ وبالذات متحرک کے ساتھ قائم ہو جیسے ہاتھ کی حرکت کتابت کے وقت۔ حرکت ذاتی کی تین قسمیں ہیں۔

☆ حرکت طبعیہ..... جو حرکت طبیعت کے انشاء کی وجہ سے ہو جیسے پتھر کا نیچے کی طرف حرکت کرنا۔

☆ حرکت قسریہ..... جو حرکت امر خارج کی وجہ سے ہو جیسے پتھر کا اوپر کی طرف حرکت کرنا۔

☆ حرکت ارادیہ..... جو حرکت ارادہ اور اختیار کی وجہ سے ہو جیسے انسان کا ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہونا۔

(۲) حرکت عرضی..... وصف حرکت حقیقہ وبالذات متحرک کے ساتھ قائم نہ وہ بلکہ حرکت کسی دوسرے جسم کے ساتھ قائم ہو اور یہ جسم محض اتصال مجاورت کی وجہ سے متحرک ہو جیسے گاڑی کا سوار وغیرہ۔

وبیان عدم الخلو ان الاعیان لا تخلو عن الكون في حيز فان كانت من حيث كونها ذلك الحيز الان مسبوقه بكون اخر فيه فهي ساكنة وان لم تكن مسبوقه بكون اخر بل بكون في حيز آخر فمتحركة ويقول المانع لانم ذلك الانحصار لم لا يجوز ان لا تكون مسبوقه بكون اخر اصلا كما في ان الحيثوث فبح تكون خالية عن الحركة والسكون كليهما فللمعلل ح ان يردو يقول اما ان يكون الانحصار ثابتا او لافان كان ثابتا

فقدتم الدلیل والا یلزم ثبوت المصنف وهو حدوث والاعیان لانه اذا لم
یکن الشئ مسبقاً بکون اخر فلا شک فی حدوثه

ترجمہ..... اور عدم خلوکا بیان بے شک اعیان چیز میں کون سے خالی نہ ہونگے پس اگر اس
حیثیت سے ہو کہ اس چیز میں اب مسبوقہ ہو اس کے دوسرے چیز کے ساتھ تو یہ ساکنہ ہے
اور اگر مسبوقہ دوسرے چیز میں نہ ہو بلکہ کون ہو دوسرے چیز میں تو یہ حرکت ہے پس مانع
کہے کہ ہم یہ انحصار نہیں مانتے یہ کیوں نہیں جائز ہے کہ وہ اصلاً دوسرے چیز میں مسبوقہ نہ ہو
جیسا کہ حدوث میں۔ پس اس وقت یہ حرکت و سکون سے خالی ہوگی پس معلل اس کے
منع کو لوٹائے اور کہے کہ انحصار ثابت ہو گیا نہیں اگر ثابت ہے تو دلیل مکمل ہوئی ورنہ ثبوت
مقصود لازم ہے اور وہ حدوث اعیان ہے کیونکہ شے جب دوسرے کے ساتھ مسبوق نہ ہو
تو اس کے حدوث میں شک نہیں ہے۔

تشریح

مذکورہ عبارت میں عدم خلوکو بیان کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اعیان دو حال سے خالی نہ ہو
نگے یعنی حرکت و سکون اور یہ دونوں حادث ہیں لہذا اعیان بھی حادث ہیں مانع منع وارد کرتا ہوا کہے
کہ ہم اس انحصار کو نہیں مانتے یہ بھی ممکن ہے کہ کسی شے میں دونوں ہی نہ پائے جائیں جیسے حدوث
اس وقت اس پر زمانہ نہیں گزرا لہذا حرکت و سکون دونوں نہ پائے گئے معلل کہے کہ اگر انحصار ثابت
ہے تو میری دلیل مکمل ہوگئی اور انحصار ثابت نہ ہو تو مطلوب ثابت ہے اور مطلوب حدوث اعیان ہے ا
س لیے کہ جب شے دوسرے کی طرف مسبوق ہوگی تو لا محالہ حدوث ثابت ہوگا۔

وقیل بخلافه ایضاً یعنی ان بعضهم قالوا لیس للمعلل ان یقول ذلک بل
لابد له من اثبات المقدمة الممنوعة او التفریع الی دلیل اخر فانه ادعی
اثبات الحکم بالدلیل ولا یتحقق ذلک الا بدینک الطریقین وما اختار
المصنف هو الاظهر لان المقصد الاصلی من اثبات المقدمة ثبوت
المطلوب فمتی ثبت بدونه لا حاجة الیه والیه اشار بقوله قیل ویستحسن
توقف المانع الی اتمام المعلل الدلیل لان المعلل ربما یشبث المقدمة

بعد التمام الدلیل فیستغنی السائل عن المنع

ترجمہ..... اور اس کے خلاف بھی کہا گیا ہے کہ معلل کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ ایسا کرے بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ مقدمہ ممنوعہ کا اثبات کرے یا دوسری دلیل کی طرف تغیر کرے پس اس نے حکم کو دلیل سے ثابت کرنے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ محقق نہیں ہوتا مگر ان ہی دو طریقوں سے اور جسے ماتن نے اختیار کیا وہ اظہر ہے اس لیے کہ مقدمہ ممنوعہ کے اثبات کا مقصد اصلی ثبوت مطلوب ہے پس جب دلیل کے بغیر ثابت ہو جائے تو اس کی کوئی حاجت نہیں ہے اپنے اس قول کی طرف اشارہ کیا ہے کہا گیا ہے اور مانع کا توقف کرنا مستحسن ہے معلل کی دلیل مکمل ہونے تک اس لیے کہ معلل کبھی دلیل مکمل ہونے کے بعد مقدمہ کو ثابت کرتا ہے پس اس وقت سائل منع سے مستغنی ہوگا۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں سابقہ نظریہ کے خلاف بعض اہل مناظرہ کا قول پیش کیا گیا ہے اور قول اظہر کی وضاحت کی گئی ہے ماتن قدس سرہ نے اپنا نظریہ بتایا کہ مانع جب منع وارد کرے تو منع کو لوٹایا جاسکتا ہے اس کی مکمل تقریر سابقہ اوراق میں گزر چکی ہے اب یہاں یہ بتایا جا رہا ہے کہ معلل نے چونکہ حکم کو دلیل سے ثابت کرنے کا دعویٰ کیا تھا اس لیے معلل کے لیے منع کو لوٹانا جائز نہیں ہے بلکہ معلل کے لیے ضروری ہے کہ دو میں سے کسی ایک کا انتخاب کرے اثبات مقدمہ ممنوعہ کرے یا دلیل بدل کر دوسری دلیل کی طرف رجوع کرے اس کے علاوہ کسی اور صورت سے حکم محقق نہیں ہو سکتا اس کے برعکس ماتن کا کہنا ہے کہ اثبات مقدمہ ممنوعہ یا تغیر دلیل ان دونوں کا مقصد ثبوت مطلوب ہے جب یہ بغیر دلیل کے ممکن ہو تو ایسا کیا جاسکتا ہے ماتن نے اپنے نظریہ کو اظہر ثابت کرنے کے لیے بعض کا قول قبل کے ذریعہ شروع کیا جو کہ ضعف کی علامت ہے۔

وقیل بخلافہ لان المعلل کثیر امالا یتمکن من اثبات تلک المقدمة
فیترک الدلیل ویشغل بدلیل اخر فیا من طول المناظرۃ والاول اولی
لان الظاہر من حال المعلل الاثبات دون النقص والمعارضۃ بجوزان

یتعلق بقوله ويستحسن وهو الظاهر ويحتمل ان يكون متعلقا بالا
 ختلاف المفهوم من السابق فان التوقف فيهما واجب بالاتفاق اما في
 النقص فلاحه كلام على الدليل فمالم يتم يتجه واما في المعارضة فلاتها
 مقابلة الدليل بالدليل فليل تمامه لم يتحقق

ترجمہ..... اور اس کے خلاف کہا گیا ہے اس لیے کہ بہت سے معلل ایسے ہیں جو مقدمہ
 ممنوعہ کے اثبات پر قدرت نہیں رکھتے۔ پس اس دلیل کو چھوڑ دیتے ہیں اور دوسری دلیل
 میں مشغول ہو جاتے ہیں پس مناظرہ اس طرح طول ہو جاتا ہے اور بہتر ہے اس لیے کہ
 معلل کے حال میں سے اثبات ہے نقص اور معارضہ کے علاوہ جائز ہے کہ متعلق ہو مان
 کے قول و استحسن سے اور وہ ظاہر ہے اور جائز ہے کہ اختلاف جو مفہوم ہو سابق سے اس
 سے متعلق ہو۔ پس ان دونوں میں توقف بالاتفاق واجب ہے نقص میں اس لیے کہ یہ
 دلیل پر کلام ہے پس جب تک مکمل نہ ہو نقص متوجہ نہ ہوگا اور معارضہ اس لیے کہ یہ دلیل کے
 مقابلے میں دلیل ہے پس کہا گیا ہے کہ اس کے مکمل ہوئے بغیر متحقق نہ ہوگا۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں :-

(۱) نظریہ سابق کے خلاف قول (۲) نقص اور معارضہ میں توقف

نظریہ سابق کے خلاف قول

سابقہ اوراق میں گزر چکا ہے کہ مانع کے لئے توقف مستحسن ہے اب یہاں یہ بتایا جا رہا ہے کہ
 توقف مستحسن نہیں ہے کیونکہ بہت سارے معلل ایسے ہوتے ہیں جو اثبات مقدمہ کی طاقت
 نہیں رکھتے اور اس دلیل کو چھوڑ دیتے ہیں جس پر منع وارد ہوئی تھی اور دوسری دلیل کی طرف لوٹ
 جاتے ہیں ایسی صورت میں مناظرہ طویل ہو جاتا ہے اس لیے بعض کے نزدیک عدم توقف مستحسن
 ہے شارح علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ اول قول یعنی توقف کا مستحسن ہونا اولیٰ ہے معلل نے جب اپنے
 دعوئی پر دلیل قائم کی ہے تو مقدمہ ممنوعہ کا اثبات بھی کر سکتا ہے۔

نقض اور معارضہ میں توقف

دون النقض و المعارضۃ کو اگر ماتن کے سابق قول و مستحسن کا متعلق بنائیں گے تو اس وقت معنی یہ ہوگا کہ ان دونوں میں بھی توقف مستحسن ہے ماتن قدس سرہ نے آگے وضاحت کر دی ہے کہ نقض اور معارضہ میں بالاتفاق توقف واجب ہے نقض میں توقف واجب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نقض دلیل کے فساد پر دلالت کرتا ہے اور یہ دلیل کے مکمل ہونے سے پہلے ممکن نہیں ہے اور معارضہ دلیل کے مقابلہ میں دلیل قائم کرنا ہے اور یہ بھی دلیل کے متحقق ہونے سے پہلے ممکن نہیں ہے۔

وقالوا يجوز نقض حكم ادعى فيه البداهة لرجوعه الى ذلك النقض الى منع البداهة مع السند وهو ماذكر لاثبات النقض وفيه نظر لا مكان ارجاعه الى النقض بل الى المعارضة ايضا كذا في الحاشية والخاص ان ماذكره الناقض يمكن ان يجعل من افراد النقض الحقيقي بان يقال دعوى بداهة دليل على دعواه والنقض في الحقيقة راجع الى ذلك الدليل وكذا يمكن ان يكون من افراد المعارضة بان يكون الدليل المثبت للنقض معارضا لدعوى البداهة التي هي بمنزلة نصب الدليل فلا وجه لارجاعه الى منع البداهة مع صحة كونه من افراد النقض ولا اختياريه على المعارضة ويمكن ان يوجه النظر بوجه اخر وهو انه وان سلم كون دعوى البداهة بمنزلة الدليل لكن لا يجوز ارجاعه الى المنع اذ هو طلب الدليل على مقدمة معينة ولا يطلب على مقدمة الدعوى شئ كمالا يخفى

ترجمہ..... اور اہل مناظرہ نے کہا ہے کہ جس دعویٰ میں بداہت کا قول پیش کیا گیا ہو نقض وارد کرنا جائز ہے یعنی وہ نقض منع بداہت مع السند کی طرف ہے اور وہ یہ ہے جس کو نقض کے اثبات کے لیے ذکر کیا ہے اور اس میں غور و فکر ہے کہ نقض کی طرف ارجاع ممکن ہے بلکہ معارضہ کی طرف بھی۔ ایسا ہی حاشیہ میں منقول ہے اور حاصل یہ ہے کہ جسے نقض ذکر کرتا ہے وہ نقض حقیقی کے افراد میں سے ہوگا یوں کہا جائے کہ بداہت کا دعویٰ اس کے دعویٰ

پر دلیل ہے اور نقض حقیقت میں اس دلیل کی طرف راجع ہے اور اسی طرح معارضہ کے افراد میں سے ممکن ہے اس حیثیت سے کہ جو دلیل نقض کے لیے مثبت ہو دعویٰ کے بجاہت کے لئے معارض ہو وہ جو بمنزلہ دلیل قائم کرنے کے ہے پس کوئی وجہ نہیں کہ اسے منع بجاہت کی طرف لوٹائیں ساتھ اس کے کہ وہ نقض کے افراد میں سے صحیح ہو اور معارضہ پر اس کے لیے کوئی اختیار نہیں اور دوسری وجہ سے بھی اس کی توجیہ ممکن ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر ہم بجاہت کے دعویٰ کو بمنزلہ دلیل تسلیم کر لیں لیکن منع کی طرف لوٹانا جائز نہیں ہے جبکہ وہ مقدمہ معینہ پر دلیل طلب کرنا ہے اور مقدمہ دعویٰ پر کچھ طلب نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں :-

(۲) اعتراض

(۱) بجاہت کے دعویٰ پر نقض

بجاہت کے دعویٰ پر نقض

اگر کوئی شخص بجاہت کا دعویٰ کرے تو اس وقت اس پر نقض وارد کرنا جائز ہوگا کیونکہ بجاہت کا دعویٰ بمنزلہ کالدلیل ہے۔

اعتراض

اس پر اعتراض یہ ہے کہ پھر صرف نقض کیوں وارد ہوگا بلکہ بجاہت مع السند ہو تو منع بھی وارد ہوگی اسی طرح معارضہ بھی۔

جواب..... معلل جب بجاہت کا دعویٰ کرتا ہے تو یہ دعویٰ پر کالدلیل اور نقض حقیقت میں اس کالدلیل پر وارد ہوا ہے اور یہ کالدلیل حقیقی اعتبار سے دلیل نہیں ہے بلکہ اسے بمنزلہ دلیل کے مان لیا گیا ہے اس لیے اس پر منع وارد کرنا درست نہیں ہے کیونکہ منع میں طلب پائی جاتی ہے جبکہ نقض میں فساد۔ اسی طرح معارضہ کے لیے بھی ممکن نہیں ہے کیونکہ معارضہ دلیل پر دلیل قائم کرنا ہے یہاں دلیل حقیقی نہیں ہے بلکہ کالدلیل ہے دوسری صورت میں یہ بھی ممکن ہے کہ کالدلیل کی بجائے بمنزلہ دلیل تسلیم کر لیا جائے تو نقض وارد کرنا جائز ہوگا لیکن منع نہیں اس لیے کہ منع مقدمہ معینہ

پر دلیل طلب کرنے کو کہتے ہیں اور یہاں مقدمہ معینہ نہیں ہے بلکہ مقدمہ دعویٰ ہے۔

ثم لما كان ههنا سوال وهو انه قد يسأل السائل بالحل اعني تعيين موضع من الغلط فلا يصح حصر الاسئلة في الثلاثة المذكورة فاجاب بقوله ويندرج الحل في المنع لنوع مناسبة يعنى من حيث هو تعرض للقاعدة المعينة كما كان المنع كذلك وان خالفه بوجه اذ يقصد به اى بالحل تعيين موضع الغلط لسوء الفهم لا طلب الدليل وقوله لسوء متعلق بالغلط وقد يذكر العمل في مقابلة المنع لهذه المخالفة

ترجمہ..... پھر اس جگہ سوال ہے اور وہ یہ ہے کہ کبھی سائل حل کا سوال کرتا ہے یعنی غلط کی تعیین کا۔ پس ثلاثہ مذکورہ میں حصر صحیح نہیں ہے پس ماتن نے اپنے اس قول سے اس کا جواب دیا ہے اور حل منع میں مستدرج ہوگا نوع مناسبت کی وجہ سے یعنی وہ مقدمہ معینہ کے لیے من حیث التعرض ہے جیسا کہ منع ہے اگرچہ دوسری جہت سے مخالف ہے جبکہ اس سے حل کا قصد کیا جائے سوئے فہم کی وجہ سے غلط جگہ کی تعیین۔ دلیل کا طلب کرنا نہیں ہے اور ماتن کا کہنا لسوء غلط سے متعلق ہے اور کبھی حل منع کے مقابلے میں ذکر کرتے ہیں اس مخالفت کی وجہ سے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں ایک اعتراض اور اس کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ سائل کی طرف سے اعتراض کو تین ہی (منع، نقض اور معارضہ) پر کیونکر منحصر کیا۔ جب کہ حل بھی سائل کی طرف سے بطور اعتراض وارد ہوتا ہے۔

جواب..... حل کو منع میں شامل کیا گیا ہے کیونکہ حل مقدمہ معینہ پر اعتراض کرنے کو کہتے ہیں اور منع مقدمہ معینہ پر دلیل طلب کرنے کو کہتے ہیں ان دونوں میں مناسبت یہ پائی جا رہی ہے کہ دونوں مقدمہ معینہ پر وارد ہو رہے ہیں چونکہ حل میں طلب کی بجائے تعرض پایا جاتا ہے اس لیے اسے منع مجازی کہتے ہیں اسی قسم کا اگر اور کوئی اعتراض سائل کی طرف سے وارد ہو تو اسے نوع ثلاثہ

میں سے کسی نہ کسی میں شامل مانا جائے گا۔

بحث رابع کا خلاصہ

- (۱) جس مقدمہ پر کلام کی بناء ہو اس پر ایک یا ایک سے زائد منع وارد کرنا جائز ہے۔
- (۲) معلوم کی صورت میں منع مطلقاً مکابرہ ہے اور قابل مسوع نہیں ہے۔
- (۳) بدیہی غیر اولیٰ پر منع وارد کر سکتے ہیں۔
- (۴) نظری مجہول کے کسی مقدمے پر منع علی تقدیر تسلیم وارد کرتے ہیں۔
- (۵) منع کبھی معطل کے حق میں مفید ہوتی ہے۔
- (۶) معطل چاہے تو منع سائل کی طرف لوٹا سکتا ہے یا اثبات مقدمہ کے ذریعے جواب دے سکتا ہے۔
- (۷) معطل حصر قائم کر سکتا ہے کہ یہ ہوگا تو یوں ہوگا اور وہ ہوگا تو یوں ہوگا۔
- (۸) ماتن کے علاوہ اہل مناظرہ کے نزدیک معطل کے لیے منع کا لوٹنا جائز نہیں ہے۔
- (۹) منع کے بعد معطل کے لیے دو راستے ہیں اول اثبات مقدمہ کا، دوم تغیر دلیل کا۔
- (۱۰) منع وارد کرنے کے لیے دلیل مکمل ہونے تک توقف مستحسن ہے۔
- (۱۱) نقض اور معارضہ کے لیے توقف واجب ہے۔
- (۱۲) جس دعویٰ پر بدیہی ہونے کا قول پیش کیا گیا ہو اس پر نقض وارد کر سکتے ہیں۔
- (۱۳) اسولہ منکرہ کے علاوہ اگر اعتراض کی کوئی اور صورت پیدا ہو تو اسے انہی اسولہ میں سے کسی کے ساتھ شامل کر لیتے ہیں۔

البحث الخامس من جملة المعلوم ان السند الصحيح ملزوم
 لخفض المقدمة و مقول للمنع ولو كان ملزوميته وتقويته بزعم المانع فلا
 يجوز ان يكون السند الصحيح اعم من المقدمة الممنوعة مطلقاً
 يجوز ان يكون مطلقاً متعلقاً بقوله فلا يكون فيكون المعنى لا يكون اعم
 لا مطلقاً لا من وجه و يجوز ان يكون متعلقاً بقوله اعم فيكون المعنى لا
 يكون اعم مطلقاً و لا من وجه والظاهر الموافق بالسباق هو الاول لان
 الاعم من وجه لا يكون ملزوماً ومقوباً من كل وجه ومن ههنا اي من اجل
 ان السند ملزوم مقول قالوا اي اهل النظر ما من مقدمة موجودة في حال
 من الاحوال الا والحال انه يمكن منعه مستنداً بما ذهب اليه
 السوفسطائية النافون لثبوت حقائق الاشياء لكن الحكيم المثبت لها
 بعده اي ذلك السند مكابرة غير مسموعة

ترجمہ..... پانچویں بحث :- معلوم باتوں میں سے ہے کہ بے شک سند صحیح مقدمہ
 کے خفا کے لئے ملزوم اور منع کے لئے تقویت کا باعث ہے اگرچہ اس کی ملزومیت
 اور تقویت مانع کے زعم میں ہو پس جائز نہیں ہے کہ سند صحیح مقدمہ ممنوعہ سے عام ہو مطلقاً
 پس جائز ہے کہ مطلقاً کو فلا یكون کا متعلق بنایا جائے پس اس وقت معنی یہ ہوگا کہ سند صحیح
 مطلق عام ہو اور نہ من وجہ اور یہ بھی جائز ہے کہ اسے اعم کا متعلق بنایا جائے پس اس
 وقت معنی یہ ہوگا کہ وہ عام مطلق نہ ہو، من وجہ نہیں اور سیاق و سباق سے ظاہر یہ ہے کہ
 اول معنی موافق ہے اس لیے کہ عام من وجہ من کل الوجوه ملزوم اور مقوی نہیں ہوتا
 ۔ اور یہاں سے ملتی اس سبب سے کہ سند ملزوم اور مقوی ہوتی ہے اہل مناظرہ نے کہا
 ہے کہ کوئی مقدمہ کسی حال میں بھی موجود نہیں ہوتا ہے مگر اس حال میں کہ اس پر منع وارد
 کرنا از روئے سند کے جائز ہے جیسا کہ انکار کرنے والے سوفسطائی حقائق الاشياء کے
 ثبوت کے لئے گئے ہیں لیکن متکلم جو اسے ثابت کرتے ہیں انھوں نے اس سند کو مکابرہ
 اور غیر مسموع شمار کیا ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں اس بات کی وضاحت ہے کہ سند صحیح جو کہ اہل مناظرہ کے یہاں قابل مسوغ ہے اس کے وارد کرنے کے لیے دو باتوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے ورنہ سند قابل مسوغ نہ ہوگی۔ اول مقدمہ میں خفا ہو۔ اگر کسی مقدمہ میں خفا نہ ہو تو ایسی صورت میں اس پر سند وارد کرنا عبث ہوگا گویا سند صحیح ملزوم اور خفا لازم ہے دوم منع کی تقویت کیلئے مانع منع وارد کرنے کے بعد اس منع کو تقویت دینے کی خاطر سند صحیح وارد کر سکتا ہے ولو كان ملزوميته ونقويته بزعم المانع كره كراهي مسك في طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ سند صحیح کا ملزوم اور مقوی ہونا اگرچہ مانع کے زعم کے مطابق ہو حقیقی اعتبار سے نہ ہو مزید یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ سند صحیح کا ملزوم اور مقوی ہونا حقیقی اعتبار سے ہے اگرچہ کسی جگہ بزعم مانع بھی ہوتا ہے حقائق اشیاء کے ثبوت سے متعلق تفصیلی بحث گزر چکی ہے۔

ويذكر في الاكثر اى في اكثر اوقات المنع مستنداً بعده اى بعد المنع لم لا يجوز كما يقال ما ذكرت مم لم لا يجوز ان يكون كذا ولم لا يكون كما يقال هذا مم لم لا يكون ان يكون كذا او كيف لا ووالحال مقروناً لفظ كيف لا مع ووالحال كما يقال ذلك غير مسلم كيف لا والامر كذا وقد يذكر كلمة انما ايضاً كما يقال لانسلم تلك المقدمة انما يكون كذا ان لو كان كذا وهو قليل ولذا قال في الاكثر

ترجمہ..... اور اکثر میں ذکر کیا جاتا ہے یعنی اکثر اوقات منع میں سند پیش کرتے ہوئے اس کے بعد یعنی منع کے بعد لم لا يجوز جیسے کہ کہا جائے جو تم نے مقدمہ ممنوعہ پر ذکر کیا کیوں نہیں جائز ہے کہ ایسا ہو اور نہ ہو کیوں جیسے کہا جائے جو تم نے مقدمہ ممنوعہ ذکر کیا۔ کیوں نہیں ہے کہ ایسا ہو بلکہ لا۔ اور واو حالہ کے ساتھ جیسا کہ کہا جائے کہ وہ غیر مسلم ہے کیسے نہیں حالانکہ معاملہ ایسا ہے اور کبھی انما کا کلمہ ذکر کیا جاتا ہے جیسا کہ کہا جائے کہ نام تسلیم نہیں کرتے کہ وہ مقدمہ صرف ایسا ہے اگرچہ ایسا ہو اور یہ قلیل ہے اور اسی وجہ سے فی الاكثر کہا۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں منع کے بعد سند صحیح ذکر کرنے کے لئے جو الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں ان کا بیان ہے۔

۱) لم لایجوز ۲) لم لایکون ۳) کیف لا وادّٰ حالہ کیساتھ ۴) انما

لم لایجوز

معلل کہ هذا انسان لانه حیوان ساکل کہے لانسلم انه انسان لم لایجوز انه فرس لانه حیوان معلل کا کہنا هذا انسان دعویٰ ہے لانه حیوان دعویٰ پر دلیل ہے ساکل کا کہنا لانسلم انه انسان منع ہے لم لایجوز علامت سند ہے انه فرس لانه حیوان سند ہے باقی علامات کو پیش کردہ مثال پر قیاس کر لیں کیف لا کے لئے ضروری ہے کہ وادّٰ حالہ اس کے ساتھ لایا جائے کلمہ انما کو بیان کیا تو قد یذکر کہا جو اس بات کی دلیل ہے کہ انما علامت سند کے طور پر بہت کم آتا ہے ویذکر فی الاکثر کے بعد اکثر اوقات کہہ کر اس جانب اشارہ کیا کہ اکثر اوقات علامت سند ذکر کی جاتی ہے اکثر مقامات پر نہیں۔

وقد یذکر شئی لتقویۃ السند وتوضیحه بصورة الدلیل بان یقال لم لایجوز ان یکون کذلک لانه کذا وکذا ولا یحسن البحت فیہ ای فی المذکور لتقویۃ السند لانه لا یفید شیئا لان ابطال ما یزید السند لا یوجب اثبات المقدمة الممنوعة الذی هو مقصود المعلل ولا فی السند سوی ما استثنیٰ وهو الا بطلان لا بعد اثبات کونه مساویا لتقیض المقدمة الممنوعة ولا یلزم اثباته ای المذکور من مقوی السند والسند ان اور دعلیه البحت لکفایۃ مجرد الاحتمال ولا یجوز للسائل اثبات منافی المقدمة المعینه قبل اقامة المعلل علیہا واما بعدها فیجوز ویكون مناقضة علی سبیل المعارضة اما کونه مناقضة فلانه کلام علی المقدمة المعینه واما کونه علی سبیل المعارضة فظاهر ولا یلزم الغصب من غیر ضرورة لانه لایجوز منع المقدمة بعد اقامة الدلیل علیہا فمست

الضرورة الى ذلك وانما لا يجوز منع المقدمة بعد اقامة الدليل عليها
فمست الضرورة الى ذلك وانما لا يجوز للزوم الغصب من غير
ضرورة لوجود ما يقوم مقامه اعني المنع بخلاف النقص والمعارضة فانه
لا بد فيها من الاثبات اعمالي النقص فمن اثبات التخلف اولزوم المح
واما في المعارضة فمن اثبات خلاف ما ادعى المدعى

ترجمہ..... اور کبھی بصورت دلیل سند کی تقویت اور وضاحت کے لئے کوئی شے ذکر کی
جاتی ہے یوں کہا جائے کہ کیوں نہیں جائز ہے کہ ایسا ہو اس لیے کہ یہ ایسا ہے اور اس میں
مستحسن نہیں ہے یعنی مذکور میں سند کی تقویت کے لئے اس لیے کہ اس سے کسی شے
کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا اس لیے سند کی تقویت کے ابطال سے مقدمہ ممنوعہ کا اثبات
واجب نہیں ہوتا وہ جو کہ معلل کا مقصود ہے اور نہ سند میں سوائے اس کے جنہیں مستثنیٰ رکھا
گیا ہے اور وہ مقدمہ ممنوعہ کی نقیض کے مساوی ثابت کر کے باطل کرنا اور اس کا اثبات
لازم نہیں آتا یعنی مذکور مقوی سند سے اور سند اگر اس پر بحث وارد ہو صرف احتمال کفایت
کے لئے تو مسائل کے لئے جائز نہیں ہے کہ مقدمہ معینہ کے منافی کا اثبات معلل کے
دلیل قائم کرنے سے پہلے کرے اور اگر چہ دلیل قائم کرنے بعد جائز ہے اور مناقضہ علی
سبیل المعارضة ہوگا اور اس کا مناقضہ ہوتا تو اس لیے ہے کہ یہ مقدمہ معینہ پر کلام ہے
اور اس کا علی سبیل المعارضة ہونا۔ پس یہ ظاہر ہے اور غصب بلا ضرورت جائز نہیں ہے
اس کے قائم مقام پائے جانے کی وجہ سے یعنی منع بخلاف نقض اور معارضہ کے پس ان
دونوں میں اثبات ضرورت ہے اور بہر حال نقض میں تخلف اور لزوم محال کا اثبات
اور معارضہ میں مدعی نے جو دعویٰ کیا ہے اس کے خلاف کا اثبات۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں تین مسئلے بیان کیے گئے ہیں۔

(۱) موضح سند مقوسند (۲) سند (۳) اثبات مقدمہ معینہ

موضع سند و مقوسند

سند ذکر کرنے کے بعد لانسہ کہہ کر جو دلیل پیش کی جاتی ہے وہ موضع سند یا مقوسند ہوگی مثلاً ایک شخص یہ کہے کہ وضو میں کلی فرض ہے سائل کہے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وضو میں کلی فرض ہے کیوں نہیں ہے کہ سنت ہے یا مستحب ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ نے کی ہے یا کہے کہ آیت وضو میں کلی کا ذکر نہیں ہے اس کے بارے میں شارح علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ معلل کے لئے یہ درست نہیں ہے کہ وہ موضع سند یا مقوسند کے ابطال کو ثابت کرے کیونکہ اس سے معلل کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا معلل کو چاہئے کہ مقدمہ ممنوعہ کا اثبات کرے جو اس کے منصب کے مطابق ہو تو اولاً تساوی ثابت کرے اس کے بعد ابطال پر دلیل دے کیونکہ تساوی میں قاعدہ یہ ہے کہ ایک کے ابطال سے دوسرے کا باطل ہونا پایا جاتا ہے لہذا صورتِ حد اسے مقدمہ ممنوعہ کا اثبات ہوگا اس لیے اسے جائز رکھا گیا ہے ولا فی السند سوی ما استثنیٰ کہہ کر اس کی جانب اشارہ کیا ہے۔

سند کی بحث

تفصیل سے گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اثبات مقدمہ ممنوعہ

قاعدہ یہ بتایا گیا ہے کہ جب تک معلل اپنے دعویٰ پر دلیل مکمل نہ کرے اس وقت تک اس کے منافات کو ثابت کرنا درست نہ ہوگا جب معلل اپنی دلیل مکمل کرے تو مناقضہ علی سبیل المعارضہ وارد کر سکتے ہیں شارح علیہ الرحمۃ اس کے بعد مناقضہ علی سبیل المعارضہ کہنے کی وجہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اسے مناقضہ تو اس لیے کہا جائے گا کہ مقدمہ معینہ پر کلام ہے اور علی سبیل المعارضہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ دلیل کے خلاف دلیل قائم کرنا ہے چونکہ معلل کے دلیل قائم کرنے کے بعد منع کا حق ختم ہو چکا تھا لہذا اب اس کے لئے مناقضہ یا معارضہ باقی رہ گیا۔

اعتراض..... نقض اور معارضہ میں اثبات کا دعویٰ پایا جاتا ہے حالانکہ اثبات کا دعویٰ مدعی کا منصب ہے نہ کہ سائل کا۔ اس صورت سے یہ لازم آتا ہے کہ سائل نے مدعی کے منصب کو غصب کیا ہے اور یہ اہل مناظرہ کے یہاں درست نہیں ہے۔

جواب..... غصب بلا ضرورت ناجائز ہے ضرورت کے وقت جائز ہے یہاں بھی سائل نے یہ منصب ضرورت کے وقت لیا ہے کیونکہ دلیل قائم ہونے کے بعد جب منع کا حق ختم ہو گیا تو اس کے سوا کوئی اور راستہ نہ تھا کہ نقض یا معارضہ وارد کیا جائے اس لئے غصب بالضرورت کے قبیل میں سے ہے اور یہ اہل مناظرہ کے نزدیک جائز ہے۔

تبصيرة ای هذا مبصر عبر عن اسم الفاعل بالمصدر اعني التبصرة مبالغة كما يقال للمذكر تذكرة السند الاخص هو ان يتحقق المنع ای انتفاء المقدمة الممنوعة وخلافها مع انتفائه ايضاً كما يتحقق مع وجوده مثل ان يقول مدع دليله هذا انسان فيقول السائل لانم ذلك لم لا يجوز ان يكون فرساً فالسند وهو كونه فرساً اخص من عدم كونه انساناً لتحقق عدم كونه انساناً مع عدم كونه فرساً ايضاً مثل ان يكون حماراً مثلاً من غير عكس وهو ان يتحقق السند مع انتفاء المنع بالمعنى المذكور ومع العكس اعم مطلقاً او من وجه واما الاول فمثل ان يقول المعلن في دليله هذا انسان فقيل لانم ذلك لم يجوز ان يكون غير ضاحك بالفعل فالسند وهو عدم الضحك بالفعل اعم من عدم كونه انساناً لانه كلما يوجد عدم الانسانية يوجد عدم الضحك بالفعل من غير عكس كلي واما الثاني فكما اذا قال المعلن دليله هذا انسان ويقول السائل لانم ذلك لم لا يجوز ان يكون ابيض فالسند هو كونه ابيض اعم من وجه من عدم كونه انساناً لانه يوجد كونه ابيض ومع كونه انساناً ايضاً كما يوجد مع عدمه وكذلك عدم كونه انساناً يوجد مع كونه ابيض ومع عدمه

ترجمہ..... تبصرہ یعنی یہ مبصر ہے اسم فاعل کو مصدر سے تعبیر کیا یعنی تبصرہ مبالغہ کے لئے جیسے مذکر کو تذکرہ کہا جاتا ہے سند اخص وہ ہے جس سے منع متحقق ہو یعنی مقدمہ ممنوعہ کا انتفاء اور اس کو خلاف مقدمہ ممنوعہ کے انتفاء کے ساتھ ہو جیسے وہ وجود میں متحقق ہو مثلاً مدعی اپنی دلیل میں کہے کہ هذا انسان۔ پس سائل کہے ہم اسے تسلیم نہیں کرتے۔ کیوں نہیں جائز

ہے کہ یہ گھوڑا ہو پس سند فرس ہوتا ہے یہ عدم انسان ہے خاص ہے عدم انسان کے تحقق کے عدم فرس کے تحقق کے باوجود بھی جیسے اس کا گدھا ہونا اس کے برعکس ہے اور وہ یہ ہے کہ سند منع کے انتفاء کے وقت محقق ہو معنی مذکور کے ساتھ اور عکس کے ساتھ خواہ عام ہو یا من وجہ اول کی مثال معطل اپنی دلیل میں کہے ہذا انسان پس سائل کہے ہم اسے تسلیم نہیں کرتے کیوں نہیں جائز ہے کہ وہ ابیض ہو پس سند ابیض ہوتا ہے عام من وجہ ہے اس کے عدم انسان ہونے سے اس لیے کہ اس کا ابیض ہونا انسان ہونے میں بھی پایا جاتا ہے جیسا اس کے عدم میں پایا جاتا ہے اسی طرح اس کا عدم ہونا از روئے انسان کے اس وقت بھی پایا جائے گا اور اس کے عدم کیساتھ بھی۔

تشریح

سند پر کمال بحث مقدمہ میں گذر چکی ہے۔ عبارت پر تھوڑی سی تقریر یہ ہے کہ ہذا مبتدا اس پر یہ اعتراض قائم ہوتا ہے کہ تبصرہ مصدر ہے اور مصدر کا حمل مبتدا پر درست نہیں ہے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ تبصرہ اسم فاعل یعنی مبصر کے معنی میں ہے اور اس معنی کا لحاظ کرتے ہوئے ہذا مبتدا نے محذوف نکالا۔

ولا يخفى عليك ان ابطال السند الاعم مطلقا يفيد اثبات المقدمة
الممنوعة فانه اذا بطل عدم كونه ضاحكا بالفعل ثبت كونه انسان وليس
اي السند الاعم بسند في الحقيقة لانه لا يقوى المنع في الحقيقة وان
كان يقوى تحقيقاً لمعنى العموم ولعدم كونه سنداً في الحقيقة لايدفع
والاقر بما يكون الاعم لازماً للخاص فابطاله يفيد لان بطلان اللازم
يستلزم بطلان الملزوم كما عرفت في بيان حد السند والسند المساوي
ان لا ينفك احدهما عن الاخر في صورتى التحقق والانتفاء يعنى كلما
يوجد وينعدم السند يوجد وينعدم انتفاء المقدمة الممنوعة وكلما يوجد
وينعدم الانتفاء يوجد وينعدم السند مثلاً ان يجعل المعطل قوله هذا انسان
مقدمة لدليله فيقول المانع لانم ذلك لم لا يجوز ان يكون لا انسانا
فكلما تحقق عدم كونه انسانا تحقق كونه لا انسانا وكلما انعدم انعدم

و کلمات تحقق کونہ لا انسانا تحقق علم کونہ انسانا ومتی انعلم انعلم

ترجمہ..... اور آپ پر مخفی نہ رہے کہ بے شک سند اعم مطلق کا بطلان مقدمہ ممنوعہ کے اثبات کا قاعدہ دے گا پس جب اس کا ضاحک نہ ہوتا باطل ہوگا بالفعل کو ثابت ہوگا اس کا انسان ہونا اور وہ نہیں ہے۔ یعنی سند اعم سند حقیقت میں اس لیے کہ منع کو در حقیقت تقویت نہیں دیتی اگرچہ معنی عموم کا قاعدہ دیتی ہے اور اس کا حقیقت میں سند نہ ہونے کی وجہ سے اعتراض رفع نہ ہوتا ورنہ کبھی عام خاص کیلئے لازم ہوتا ہے پس اس کا باطل کرنا مفید ہے اس لیے کہ لازم کا بطلان ملزوم کے بطلان کو مستلزم ہے جیسا کہ آپ کو سند کی تعریف میں معلوم ہو چکا ہے اور سند مساوی وہ ہے جو تحقق اور انتفاء دونوں صورتوں میں ایک دوسرے سے جدا نہ ہو یعنی جب پائی جائے اور معدوم ہو سند پایا جائے اور معدوم ہو مقدمہ ممنوعہ کا انتفاء اور جب پایا جائے یا معدوم ہو انتفاء پائی جائے اور معدوم ہو سند مثلاً معلل اپنی دلیل میں کہے ہذا انسان اس دلیل کے لئے مقدمہ ہے پس مانع کہے ہم اسے تسلیم نہیں کرتے۔ یہ کیوں جائز ہے کہ لا انسان ہو۔ پس جب اس کا عدم انسان ہونا متحقق ہو تو لا انسان بھی متحقق ہوگا اور جب کبھی یہ معدوم ہوگا تو وہ بھی معدوم ہوگا اور جب اس کا لا انسان ہونا متحقق ہوگا تو عدم انسان ہونا بھی متحقق ہوگا اور جب یہ معدوم ہوگا تو وہ بھی معدوم ہوگا۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں سند اعم مطلق اور سند مساوی پر بحث کی گئی ہے ہم نے اس پر تفصیلی گفتگو مقدمہ کتاب میں کی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

وفي بيان المصنف قدس سره الاقسام الثلاثة حسن حيث ذكر الاول والثالث بصورة الحمل صريحا والثاني ضمنا لانهما متدان في الحقيقة ومقويان للمنع على التحقيق بخلاف الثاني حيث تقويته لتحقيق معنى العموم فحسب

ترجمہ..... اور مصنف قدس سرہ کے اقسام ثلاثہ کے بیان میں حسن ہے اول اور ثالث

کو صریحاً بیان کیا۔ اور ثانی کو ضمناً اس لیے کہ یہ دونوں حقیقت کے اعتبار سے سند ہے اور منع کے لئے علی التحقیق مقوی ہے، بخلاف ثانی کے یہ معنی عموم کے تحقیق کا فائدہ دیتی ہے پس اس کیلئے اتنا کافی ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔

اعتراض..... سند کے بیان میں مصنف علیہ الرحمۃ نے اول و ثالث یعنی سند اخص اور سند مساوی کو صراحت کے ساتھ بیان کیا اور سند اعم کو ضمناً۔ حالانکہ تینوں کو صراحت کے ساتھ بیان کرنا چاہئے تھا۔

جواب..... شارح علیہ الرحمۃ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ماتن قدس سرہ کا اس انداز کو اختیار کرنا بھی خوبی سے خالی نہیں ہے کیونکہ سند اخص اور سند مساوی حقیقت کے اعتبار سے سند ہے اور یہ منع کی تقویت کا فائدہ بھی دیتی ہے اس لیے اسے صراحت کیساتھ بیان کر کے اشارہ کر دیا کہ یہ سند حقیقی ہے اور ضمناً بیان کر کے اشارہ کر دیا کہ یہ سند مجازی ہے۔

بحث خاص کا خلاصہ

- (۱) سند صحیح کے دو فائدہ ہیں اول مقدمہ کے خفا کو دور کرنا دوم منع کیلئے باعث تقویت ہونا۔
- (۲) کبھی سند کو قوی بنانے کے لیے دلیل ذکر کی جاتی ہے۔
- (۳) معلل کی دلیل کھل ہونے سے پہلے سائل کے لیے مقدمہ معینہ کی نفی جائز نہیں ہے۔
- (۴) بغیر ضرورت غیر کا منصب یعنی غصب جائز نہیں ہے۔
- (۵) سند اخص، سند اعم اور سند مساوی کا بیان ہے۔

البحث السادس لا يسمع النقص من غير شاهد يدل على فساد
دليل المعلن قال فيما نقل عنه قيل فيه نظر لان فساد الدليل قد يكون
بديها فلا يحتاج الى شاهد وجعله داخل في الشاهد يخل بحصره في
التخلف ولزوم المصح ويلزم منه ابطال ان يكون المنع للتوجه بداهة
منعاً مجرد او الامر بخلافه تم كلامه ولعله اشار بقوله قيل الى ضعفه
لان كلامنا في الدليل المسموع من حيث الظاهر والدليل الفاسد
بداهة غير مسموع على انه يمكن ان يقال كلما كان فساد بداهة
تعين المقدمة الفاسدة فيندرج في المنع المجرد دون النقص بخلاف
المنافضة فانها تسمع من غير شاهد

ترجمہ..... چھٹی بحث :- نقض بغیر شاہد قابل مسموع نہیں ہے وہ جو مغلل کی دلیل کے
فساد پر دلالت کرے ماتن نے (منہیہ) میں قیل کے ذریعے نقل کیا اس میں غور و فکر ہے
کیونکہ دلیل کا فساد کبھی بدیہی ہوتا ہے پس اس وقت شاہد کی ضرورت نہیں ہوگی اور نقض کو شاہد
کے ساتھ مقید کرنا تخلف اور لزوم محال میں خلل ڈالتا ہے اور اس سے لازم آتا ہے کہ ایسی منع
جو بداہت کی طرف متوجہ ہو منع مجرد ہے یا معاملہ اس کے خلاف ہو ماتن کا کلام مکمل
ہو اور شاید قیل کے ذریعہ اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا اس لیے کہ ہمارا کلام دلیل
مسموع میں من حیث الظاہر ہے اور دلیل فاسد بدہتاً غیر مسموع ہے اس پر کہ یوں کہا جائے
کہ جب دلیل کا فساد بدیہی ہو مقدمہ فاسدہ متعین ہو جائے گا اس وقت منع مجرد میں مندرج
ہوگا ذکر نقض میں بخلاف مناقضہ کے۔ پس وہ بغیر شاہد کے بھی قابل مسموع ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں علم مناظرہ کا ایک قاعدہ، اس قاعدہ پر اعتراض اور اس کا جواب بیان کیا گیا ہے۔
قاعدہ..... نقض کے لیے ضروری ہے کہ شاہد کے ساتھ ہو اگر بغیر شاہد کے ہوگا تو قابل مسموع
نہیں ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ نقض کی دو صورتیں ہیں تخلف اور لزوم محال۔ تخلف میں یہ

بتاتا پڑتا ہے کہ دلیل پائی جا رہی ہے لیکن مدلول نہیں ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہو گا جب اس پر دلیل قائم کی جائے اس پر شرح وسط کے ساتھ سابقہ اوراق میں گفتگو ہو چکی ہے لزوم محال کی صورت میں یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ اگر دلیل تسلیم کر لی جائے تو دو میں سے ایک کا محال ہونا لازم آتا ہے حضور ﷺ کے بعد اگر آپ کے برابر کسی کا آنا تسلیم کیا جائے تو کذب قرآن لازم آئے گا اور کذب قرآن محال ہے یہ بھی بغیر دلیل ممکن نہیں ہے۔

اعتراف..... ماتن نے یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ نقض کے لئے شاید کا ہونا ضروری ہے حالانکہ مقدمہ کا نقض کبھی بد بھی ہوتا ہے تو کیا یہ نقض غیر مسوع ہوگا۔

جواب..... اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جب مقدمہ کا نقض بد بھی ہو تو وہ ہدایت بمنزلہ شاید کے ہوگی لہذا نقض بغیر شاید کے نہیں پایا گیا شارح علیہ الرحمۃ اس کا دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ ماتن نے منہیہ میں یہ قاعدہ قیل کے ذریعہ بیان کیا ہے اور قیل ضعف کی علامت ہے لہذا قاعدہ مذکور کو حتمی نہ سمجھا جائے۔

کیا قیل مطلق علامت ضعف ہے؟

قیل کے ذریعے جو مسئلہ بیان کیا جاتا ہے عام طور پر اس کا تاثر یہ دیا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ کمزور ہے حالانکہ فقہ میں قیل کے بعد جو مسئلہ بیان کیا جاتا ہے وہ مطلق ضعف کو لازم نہیں ہے چنانچہ علامی شامی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ شامی جلد دوم باب کفارة الصوم میں فرماتے ہی فتعیر المصنف بقیل لیس يلزم الضعف ترجمہ: مصنف کا کسی مسئلہ کو قیل سے تعبیر کرنا ضعف کی علامت نہیں ہے اس کی ایک نظیر ہدایہ سے پیش کرتا ہوں۔ جس سے مسئلہ سمجھنے میں آسانی ہوگی ہدایہ آخرین کتاب البیوع میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص زمین خریدے اور مشتری نے زمین میں بیج ڈالا ہو اس بیج سے پودے ابھی نہ اگے ہوں تو یہ بیج بیج میں داخل نہ ہوگا کیونکہ یہ بیج دوسرے ساز و سامان کی طرح امانت ہے اگر اس بیج سے پودے اگ چکے ہوں لیکن قابل استعمال نہ ہو تو ایک قول کے مطابق بیج میں داخل نہیں ہے دوسرے قول کے مطابق بیج میں داخل ہے اس مسئلہ کو صاحب ہدایہ نے بیان کیا تو یوں فرمایا فقد قیل لا بدخل فیہ وقد قیل بدخل فیہ غور کریں دونوں مسئلے کو قیل کے ذریعے بیان کیا اگر قیل مطلق علامت ضعف ہے تو کوئی تیسرا قول ہونا چاہئے

جو قوی ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے اس لیے قیل کے باب میں یہ فرق رکھنا ضروری ہے کہ فقہ میں مطلق علامت ضعف نہیں ہے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے باب الاذان میں قبر پر اذان کے استحباب کو یوں بیان فرمایا قیل وعند انزال المیت القبر اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ یہ قول ضعیف ہے کیونکہ یہ فقہ ہے اور فقہ میں قیل مطلق ضعف کی علامت نہیں ہے۔

ولا بد ههنا من بيان الفرق بينهما والفرق ثابت وهو ان السائل اذا منع مقدمة معينة يعلم المعلل ان دخله في اية مقدمة فيشتغل بدفعه واما اذا منع مجموع الدليل بدون تعيين مقدمة من مقدماته لم يعلم ذلك فيتحير فمالم يتكلم بما يدل على فساد له لم يسمع فالظاهر ان غرضه تحير المعلل وفي الحاشية وقيل الفرق ان منع المقدمة عبارة عن طلب الدليل فلا يحتاج الى شاهد حاصله ان هذه المقدمة نظرية عندى واطلب بيانها وهذا مما لا يحتاج الى شاهد واما منع الدليل فعبارة عن نفيه وهو دعوى فلا بد له من دليل وفيه انه لم لا يجوز ان يكون طلب صحة الدليل وبيانه كالمنع ثم كلامه ويمكن ان يقال اذا كان مقصود السائل من كلام على الدليل طلب صحة الدليل وبيانه لم يكن كلتا مقدمتيه معلومتين له فيكون معين ولا يكون نقضا فيلزم حصر وظيفة السائل في المنع والمعارضة

ترجمہ..... اور اس جگہ ان دونوں کا بیان کرنا ضروری ہے اور فرق ثابت ہے اور وہ یہ ہے کہ جب سائل مقدمہ معینہ پر منع وارد کرتا ہے تو معلل جانتا ہے کہ کس مقدمہ پر منع وارد ہوئی ہے پس معلل اس کے دفع کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے اور جب منع مجموع دلیل پر بغیر تعیین مقدمہ کے وارد ہو تو معلل کو معلوم نہیں ہوتا۔ پس وہ حیران رہ جاتا ہے اس وقت تک مجموع نہیں ہے جب تک اس کے فساد پر کلام نہ کرے۔ پس ظاہر ہے اس کی غرض معلل کو حیران کرنا ہے اور حاشیہ میں کہا گیا ہے کہ بے شک منع المقدمہ سے مراد دلیل طلب کرنا ہے پس شاهد کی طرف محتاج نہیں ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ بے شک میرے نزدیک یہ مقدمہ نظری ہے اور میں اس کا بیان طلب کرتا ہوں اور یہ شاهد کا محتاج نہیں ہوتا اور منع

الدلیل سے مراد اس کی نفی ہے اور یہ دعویٰ ہے پس اس کے لیے دلیل ضروری ہے اور اس میں یہ ہے کہ کیوں نہیں جائز ہے کہ صحت دلیل طلب کرے اور اس کا بیان منع کی طرح ہو ان کا کلام مکمل ہوا اور ممکن ہے کہ کہا جائے کہ جب سائل کا مقصود دلیل پر صحت دلیل طلب کرنا۔ اس کا بیان یہ ہے کہ دونوں مقدمہ اس کے لیے غیر معلوم ہوں پس اس وقت دو منعیں ہونگی اور وہ نقض نہیں ہوگا پس سائل کی ذمہ داری منع اذرع معارضہ پر منحصر ہوگی۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں منع اور نقض کے فرق پر کلام کیا گیا ہے بنیادی طور پر ان کے درمیان پانچ فرق ہیں اور ان کو یکے بعد دیگرے بیان کیا جا چکا ہے ماتن نے اپنی حاشیہ منہیہ میں حاصل کلام یہ لکھا ہے کہ منع سے مراد طلب دلیل ہے اس لیے اس میں شاہد کی ضرورت نہیں ہے جبکہ نقض سے مراد ابطال دلیل ہے اور اس میں ابطال کا دعویٰ پایا جا رہا ہے اور دعویٰ کے لیے دلیل کی ضرورت پڑے گی اس لیے شاہد کا ہونا ضروری ہے

وبمکن ان یقال سے شارح علیہ الرحمۃ ماتن کے جواب پر اعتراض قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب نقض سے مراد صحت الدلیل ہو تو ایسی صورت میں نقض کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی۔ بلکہ منع کی تعریف صادق آرہی ہے لہذا صحت دلیل کی طلب کو منع تو کہہ سکتے ہیں لیکن نقض نہیں اور اس سے یہ خرابی بھی لازم آرہی ہے کہ سائل کا منصب دو پر منحصر ہوگا یعنی منع اور معارضہ حالانکہ اس کا منصب تین ہے اس لیے شارح فرماتے ہیں کہ یہ جواب کمزور ہے۔

واجراء الدلیل فی غیرہ ای غیر مدلولہ قد لا یکون بعینہ والمراد بكونه بعینہ ان یوجد الدلیل فی صورۃ اخری مع انه لا یختلف الی اعتبار موضوع الملطوب فاذا اختلف الدلیل بحسب الحد الاوسط بان یجعل السائل مراد فہ او ملازمہ مقامہ لم یکن اجرائہ بعینہ وقد یحتاج الشاہد فی الدلالۃ علی فساد الدلیل الی دلیل اذا کان نظر یا غیر معلوم للمعلل فیطلب علیہ دلیل او تنبیہ ان کان بدیہیا غیر اولی

ترجمہ..... اور دلیل کا اجراء اس کے غیر میں یعنی غیر مدلول میں۔ کبھی بعینہ نہیں ہوتا اور بعینہ سے مراد یہ ہے کہ دلیل پائی جائے دوسری صورت میں اس کے ساتھ اختلاف نہ ہو مگر موضوع مطلوب کے اعتبار سے پس اگر خدا وسط میں اختلاف ہو تو سائل اس کے مراد ف یا اس کے لازم کو اس کی جگہ کرے دلیل کا اجراء بعینہ نہ ہو اور کبھی فساد دلیل میں دلالت پر شاہد کا محتاج ہو دوسری دلیل کی طرف جب معطل کے لئے نشری غیر معلوم ہو تو اس پر دلیل طلب کرے گا اور اگر بدیہی غیر اولی ہو تو اس پر تنبیہ طلب کرے گا۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں اجراء دلیل کی صورت بیان کی گئی ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ خدا وسط میں اختلاف ہو باقی تمام مقدمات بعینہ رہیں مثلاً کوئی شخص یوں کہے ہذا الحيوان مفترس لانه اسد و کل ما هو شانه فهو مفترس اس مثال میں خدا کے ذریعہ حیوان کو معین کیا اور اس پر مفترس کا حکم صادر کیا اس کی دلیل لانه اسد سے دی اور یہ خدا وسط ہے اصغر اور اکبر میں کوئی اختلاف نہیں ہے اس کی دو صورتیں ہیں اولاً مرادف سے دلیل قائم کرنا جیسے ہذا الحيوان مفترس لانه غضنفر و کل ما هو شانه فهو مفترس اس مثال میں اسد کا مرادف غضنفر ہے ثانیاً اس کے لوازم سے دلیل قائم کرنا جیسے ہذا الحيوان ضاحك لانه زيد و کل ما هو شانه فهو نساطق اس مثال میں ضاحك زيد کے لوازمات میں سے ہے ان دونوں مثالوں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ اجراء دلیل نہیں ہے بلکہ دلیل آخر ہے کیونکہ دلیل خدا وسط سے مختلف ہو جاتی ہے۔

دوسری بات عبارت مذکورہ میں یہ بیان کی گئی ہے کہ جس طرح نقض کے لیے شاہد کا ہونا ضروری ہے اسی طرح کبھی شاہد کے لیے دلیل کا ہونا ضروری ہے تاکہ وہ اس بات پر دلالت کرے کہ دلیل فساد کو مستلزم ہے۔

وقد يسمى القدح في طرد التعريف وعكسه نقضا ذلك لان معنى الطرد هو التلازم في الثبوت بمعنى كل ما صدق عليه الحد صدق عليه المحدود معنى العكس التلازم في الانتفاء بمعنى ان كل ما لم يصدق عليه الحد لم يصدق عليه المحدود فاذا لم يكن التعريف مانعا فقد

انتقضت الكلية الاولى واذا لم يكن جامعا انتقضت الثانية فله مشابهة بالنقض الاجمالي حيث يقال هذا التعريف ليس بصحيح لاستلزامه دخول فرد من افراد غير المحدود فيه او خروج فرد من افراده عنه فيطلق عليه لفظ النقض بطريق الاستعارة المصروفة

ترجمہ..... اور کبھی تعریف کے جامع و مانع کے اعتراض کو نقض کہتے ہیں اور وہ اس لیے کہ طرد کا معنی تلازم فی الثبوت ہے یعنی جب حد صادق ہو تو محدود بھی صادق ہوگا اور عکس کا معنی تلازم فی الانقضاء ہے یعنی جب حد صادق نہیں ہوگی تو محدود بھی صادق نہیں ہوگا پس جب تعریف مانع نہ ہو پہلا دعویٰ ٹوٹ جائے گا اور جب جامع نہ ہو تو دوسرا دعویٰ ٹوٹ جائے گا پس اسے نقض اجمالی سے مشابہت ہے اس حیثیت سے کہ یہ تعریف اس کے استلزام کیلئے صحیح نہیں ہے غیر محدود کے افراد تعریف میں شامل ہیں یا محدود کے افراد تعریف سے خارج ہے پس اس پر نقض کا اطلاق بطریق استعارہ مصرحہ ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں اس مسئلے پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ مدعی جب اپنے دعویٰ کے مفردات کی تعریف کرے تو تعریف میں ضمنی طور پر دو دعویٰ ہوتے ہیں اولاً تعریف کے مانع ہونے کا ثانیاً تعریف کے جامع ہونے کا۔ سائل جب تعریف کے جامع اور مانع ہونے پر اعتراض قائم کرے گا تو استعارۃً اسے بھی نقض کہہ دیتے ہیں حالانکہ یہ نقض نہیں ہیں لیکن نقض کے لیے شاہد کا ہونا ضروری ہے اور شاہد دلیل پر مشتمل ہوتا ہے اور دلیل تصدیق میں پائی جاتی ہے تعریفات میں تصورات ہوتے ہیں تصدیقات نہیں اس لیے فرمایا کہ نقض کا اطلاق استعارہ مصرحہ کے طور پر ہے عکس و طرد اور استعارہ مصرحہ کی تعریفات گزر چکی ہیں۔

دفع الشاهد قد يكون بمنع جريان الدليل في صورة ادعى السائل جريانه فيها او بمنع التخلف اى تخلف الحكم عن الدليل اويكون باظهار ان التخلف في تلك الصورة لمانع او بمنع استلزامه للمح بان يقال لا يلزم المحال او بمنع الاستحالة بان يقال ما يلزم ليس بمحال لا يقال المناسب

ان یوخر الاظهار عن المنوع لئلا یلزم الفصل بینہما لانا نقول لما کان الاظهار کلاما علی التخلّف وصلّہ بمنع التخلّف

ترجمہ..... اور شاہد کو دور کرنا بھی منع جریان الدلیل سے۔ اس صورت میں کہ سائل اس میں جاری ہونے کا دعویٰ کرے یا منع تخلّف سے یعنی حکم کا دلیل سے تخلّف یا ظاہر کرنا کہ بے شک اس صورت میں تخلّف کسی مانع کی وجہ سے ہے یا منع استلزام محال ہے یوں کہے کہ محال لازم نہیں ہے یا منع استحالہ سے یوں کہے کہ جو لازم ہے وہ محال نہیں ہے نہیں کہا جائے گا کہ مناسب یہ تھا کہ اظہار عن المنوع کو موخر کرتے تاکہ ان دونوں کے درمیان فصل نہ ہوتا ہم کہتے ہیں کہ اظہار تخلّف پر کلام ہے تو اس کا منع تخلّف سے ملانا ضروری تھا۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں دفع شاہد کی پانچ صورتیں، ایک اعتراض اور اس کا جواب دیا گیا ہے۔

(۱) منع جریان الدلیل..... اس پہلی صورت کے ذریعے معلل سائل کے پیش کردہ شاہد کو یہ کہہ کر رد کر دے گا کہ آپ نے جو سمجھا ہے وہ یہاں نہیں پایا جا رہا ہے اس لیے ہماری دلیل بدستور جاری ہے۔

(۲) منع تخلّف..... اس دوسری صورت کے ذریعے معلل سائل کے پیش کردہ شاہد کو یہ کہہ کر رد کرے گا کہ آپ جس علت کے سبب یہ حکم صادر کر رہے ہیں وہ علت یہاں نہیں پائی جا رہی ہے اس لیے وہ حکم بھی نہیں پایا جائے گا۔

(۳) اظہار تخلّف..... اس تیسری صورت کے ذریعے معلل سائل کے پیش کردہ شاہد کو یوں باطل کرے گا کہ وہ علت پائی جا رہی ہے جس کے سبب سے حکم صادر ہوگا لیکن کسی مانع کی وجہ سے حکم ظاہر نہیں ہو رہا ہے۔

(۴) منع استلزام محال..... معلل سائل کے پیش کردہ محال کو باطل کرے گا۔

(۵) منع استحالہ..... معلل سائل کے استحالہ کے بطلان کو ثابت کرے گا۔

نوٹ:- ان پانچوں کی مثالیں اگلی عبارت میں موجود ہیں۔

اعتراض..... یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اظہار عن المنوع کو سب سے آخر میں بیان کرتے کیونکہ یہ مستقل کوئی صورت نہیں ہے۔

جواب..... اس کا جواب شارح علیہ الرحمۃ یہ دیتے ہیں کہ اظہار عن المنوع تخلف کا حصہ ہے اس لیے بہتر رہا کہ تخلف کے فوراً بعد اس کا ذکر کر دیا جائے۔ تاکہ تخلف کے سمجھنے کے بعد اس کا سمجھنا آسان ہو جائے۔

مثال الاول انا نقول ان الخارج من غير السيلين حدث لانه نجس خارج من بدن الانسان كالبول فيورد من قبل الشافعي عليه الرحمة النقض بخارج من غير السيلين لم يسل حيث يصدق عليه انه نجس خارج من بدن الانسان كالبول ولم يوجد الحكم وهو كونه حدثاً فندفعه بمنع جريان الدليل بان نقول لانم انه نجس خارج بل هو بادلان تحت كل جلد وطوبه فاذا فارقها الجلد بدت ومثال الثاني كما اذا ندفع ذلك التخلف بان نقول ان ذلك الدم ليس بنجس لانه لا يلزم غسل ذلك الموضوع فانعدام الحكم لانعدام العلة لامع وجودها ومثال الثالث انه اذا ورد على ذلك التعليل ان ما يخرج من جرح صاحب الجرح السائل نجس خارج من بدن الانسان مع انه ليس بحدث حيث لم ينتقض به الطهارة ما دام الوقت باقياً ندفعه باننا نقول ليس الحكم المطلوب متخافاً عن الدليل بل هو موجود لكن لم يظهر في الحال لوجود مانع و الا لم يتمكن المكلف من الاداء وهذا يلزم الطهارة بعد خروج الوقت بذلك الحدث لا بخروج الوقت فانه ليس بحدث بالاجماع والحكم هو كونه حدثاً موجبا للوضوء مطلقاً لا كونه موجبا له في الحال مع وجود المانع ومثال الرابع ان يقول المدعى حقيقة الانسان موجوده لانه شئ وحقائق الاشياء موجودة فيورد عليه انه على تقدير وجود حقيقة من الحقائق يلزم محال وهو انه لو كانت موجوده فاما ان يكون وجودها موجوداً اولاً فان كان

الثانی فکیف یوجد بدون الوجود و انکان الاول یتکلم فی وجود ذلک الوجود و هكذا فاما ان یتنهی الی وجود لا وجود له او یتسلسل و کلاهما محالان و ندفعہ بانا لانہ لزوم المحال و انما یلزم ان لو کان حقیقۃ الوجود وجودیہ و لانہ ذلک و لو سلم لوجودہ عینہ و مثال الخامس انا نقول ان فعل زید و عمرو بخلق اللہ تعالیٰ لانہ فعل عبد و افعال العباد بخلقه فیورد علیہ النقص من قبل المعتزلی بالنزاع بان یقول الزناء فعل من افعال العباد و لیس بخلقه تعالیٰ لانہ قبیح و خلق القبیح قبیح و اتصافہ تعالیٰ بہ محال و ندفعہ بمنع کون خلق الزنا قبیحا و محالہ و انما القبیح و المحال فعلہ لاخلقه و بینہما یون لا ینفیی

ترجمہ..... اول کی مثال بے شک ہم کہتے ہیں کہ خارج من غیر السبیلین نواقض وضو ہے اس لیے بدن انسان سے نجاست کا اسی طرح خارج ہوتا ہے جیسے پیشاب۔ پس شافعی علیہ الرحمہ کی طرف سے اعتراض وارد ہوتا ہے کہ خارج من غیر السبیلین اگر سائل یعنی بنے والا نہ ہو تو جیسا کہ اس پر بھی صادق آتا ہے کہ وہ نجس ہے خارج ہونے والا بدن سے پیشاب اور حکم نہیں پایا جا رہا اور وہ ہے اس کا حدث ہونا پس ہم اسے منع جریان الدلیل سے دفع کریں گے کہ بے شک تم جو کہتے ہو وہ ہمیں تسلیم نہیں ہے جو خون نہ ہے وہ خارج نہیں ہے بلکہ بادی ہے اس لیے کہ ہر جلد کے نیچے رطوبت ہے پس جب جلد سے جدا ہو جائے تو وہ ظاہر ہوگی اور ثانی کی مثال جیسا کہ ہم اسے تخلف سے دفع کریں گے بے شک ہم کہتے ہیں کہ وہ خون ناپاک نہیں ہے اس لیے کہ اس حصہ کا دھونا لازم نہیں ہے اور تیسرے کی مثال جب یہ علت اس شخص پر وارد کرے جس کے زخم سے مسلسل خون نکل رہا ہو کہ انسانی بدن سے خارج ہے اور ناپاک ہے لیکن حدث نہیں ہے اس لیے کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا جب تک وقت باقی ہو ہم اسے یوں دفع کریں گے یہاں پر حکم مطلوب دلیل سے مختلف نہیں ہے بلکہ فی الحال مانع کی وجہ سے ظاہر نہیں ہو رہا ہے ورنہ مکلف ادا پر قدرت نہیں رکھ سکے گا اسی وجہ سے طہارت لازم ہوتی ہے وقت نکلنے کے بعد اسی حدث سے۔ نہ کہ وقت نکلنے سے۔ وقت بالاتفاق حدث نہیں ہے

اور حکم اس کا حدث ہونا ہے جو مطلق وضو کا سبب ہے نہ کہ فی الحال مانع پائے جانے کے باوجود اس کا سبب ہونا ہے اور چوتھے کی مثال یہ ہے کہ مدعی کہے انسان کی حقیقت موجود ہے اس لیے کہ یہ شے ہے اور شے کی حقیقت موجود ہے پس اس پر اس اعتبار سے اعتراض وارد ہوگا کہ حقائق میں سے حقیقت کا وجود محال کو مستلزم ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر موجود ہے اس وجود کا وجود موجود ہوگا یا نہیں اگر ثانی ہو تو کیسے بغیر وجود کے پایا جائے گا اور اگر اول ہو تو اس کے وجود کے وجود میں کلام ہوگا اسی طرح وجود لہ کی طرف اس کی انتہاء ہوگی یا تسلسل اور یہ دونوں محال ہے اور ہم اسے دفع کریں گے کہ ہم اسے تسلیم نہیں کرتے کہ یہ لزوم محال ہے اس لیے کہ یہ اس وقت لازم ہوگا جب وجود کی حقیقت وجود یہ ہو اور ہم اسے تسلیم نہیں کرتے اور اگر اسے تسلیم کر لیں تو بھی اس کا وجود عین ہے اور پانچویں کی مثال یہ ہے کہ ہم کہیں زید و عمرو کا فعل مخلوق ہے اس لیے کہ یہ فعل عبد ہے اور بندوں کا فعل اللہ کے پیدا کرنے سے ہے پس معتزلہ کی طرف سے نقض وارد ہوتا ہے کہ پھر زنا کا کیا حکم ہے کہ زنا بندوں کے افعال میں سے ایک فعل ہے حالانکہ یہ خلق اللہ نہیں ہے اس لیے کہ یہ قبیح ہے اور قبیح کا پیدا کرنا بھی قبیح ہے اور اس سے اللہ کو متصف کرنا محال ہے اور ہم اسے دفع کریں گے خلق زنا پر کہ قبیح اور محال اس کا کرنا ہے اس کا پیدا کرنا نہیں اور ان دونوں کے درمیان فرق ہے جو مخفی نہیں ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں دفع شاہد کے پانچ طریقوں کی مثالیں دی گئی ہیں مثال اول منع جریان الدلیل کی ہے مثال ثانی منع تخلف کی ہے مثال ثالث اظہار ان التخلف لمانع کی ہے مثال رابع منع لزوم محال کی ہے اور مثال خامس استحالہ کی ہے اول کی تین مثالوں میں حنفی اور شافعی کے اختلاف پر بحث ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ماخرج من السبیلین یعنی سامنے اور پیچھے کی شرمگاہ سے جو نکلے ناقض وضو ہے اس کے علاوہ بدن انسان سے خون وغیرہ نکلے تو وضو نہیں ٹوٹتا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدن انسان سے اگر خون نکل کر بہہ جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے مثال ثالث میں معذور کے حکم پر بحث ہے یعنی ایسا آدمی جس کے زخم سے خون کا بہنا بند نہ

ہوتا ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ ہر وقت کے لیے نیا وضو کرے گا اور اس وضو سے جتنے نوافل و فرائض پڑھنا چاہے پڑھ سکتا ہے وقت نکلنے کے بعد وضو ٹوٹ جائے گا لیکن اس کا سبب وہی خون کا بہنا ہوگا اگر پہلے بھی یہی حکم دیا جاتا تو وہ بندہ نماز کب ادا کرتا اسی وجہ سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مسائل اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص صاحب عذر ہو اور نماز میں مقدار تشہد کے بعد اس کا عذر ختم ہو جائے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی مثال رابع میں سوسفطائی اور اشاعرہ کے درمیان اختلاف ف پر کلام ہے جن پر تفصیلی روشنی ڈالی جا چکی ہے مثال خامس میں اہلسنت اور معتزلہ فرقہ کے درمیان اختلاف پر بحث ہے اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ انسان اور اس کا عمل دونوں مخلوق ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ترجمہ: اور اللہ نے تمہیں اور جو تم عمل کرتے ہو اسے پیدا فرمایا۔ معتزلہ کا عقیدہ اس کے خلاف پر ہے اور اس میں طرح طرح کی شبہات پیدا کرتے ہیں ان میں سے ایک مسئلہ زنا ہے کہ جس کو مثال میں پیش کیا گیا ہے۔

چھٹی بحث کا خلاصہ

- (۱) اس بحث میں نقض پر کلام ہے۔
- (۲) نقض بغیر شاہد کے قابل مسموع نہیں ہے۔
- (۳) نقض اور منع میں فرق۔
- (۴) اجراء الدلیل بعینہ واجراء الدلیل بغيرہ۔
- (۵) کبھی شاہد دلیل کا محتاج ہوتا ہے۔
- (۶) تعریف کے جامع و مانع ہونے کے اعتراض کو کبھی نقض کہتے ہیں۔
- (۷) دفع شاہد کی پانچ صورتیں یعنی جریان الدلیل، تخلف، اظہار، استلزام محال اور استحال۔
- (۸) ان پانچ صورتوں کی مثالوں میں سے اول کی تین مثالیں علم فقہ سے متعلق ہیں آخری کی دو مثالیں علم کلام سے متعلق ہیں۔

البحث السابع نفى المدلول اعم من ان يكون قبل اقامة المدعى
الدليل او بعدها من غير الدليل عليه بان يقول السائل هذا المدلول ليس
بصحيح من غير ان يقيم على عدم صحته دليلاً مكابرة لا تسمع ونفيه
مع اقامة السائل الدليل عليه قبل اقامة المدعى الدليل عليه غصب سمي
قدس سره المدعى قبل اقامة المدعى الدليل مدلولاً مجازاً باعتبار
ما يؤل اليه اولاً انه من شأنه ان يقام الدليل عليه اول مناسبة قوله وبعد اقامة
الدليل ثم الغصب ليس بمسموع عند المحققين وبعد اقامته اى المعلن
الدليل عليه اى على المدلول معارضة ولا يذهب عليك انه يفهم من
هذا الكلام ان المعارضة عبارة عن النفي وتعريفها السابق دليل واضح
على انها اقامة الدليل فاعله لمكان الملازمة بين المعنيين اطلق عليهما

ترجمہ..... ساتویں بحث: — مدلول کی نفی عام ازیں کہ مدعی کے دلیل قائم کرنے سے
پہلے ہو یا بعد میں بغیر دلیل کے سائل یوں کہے یہ مدلول صحیح نہیں ہے اس کے عدم صحت
پر بغیر دلیل قائم کئے قابل مسموع نہیں ہے اور مدلول کی نفی سائل پر مدعی کے دلیل قائم
کرنے سے پہلے غصب ہے مصنف قدس سرہ نے مدعا کو دلیل قائم کرنے سے پہلے مجازاً
مدلول فرمایا یا یؤل الیہ کا اعتبار کرتے ہوئے یا اس لیے کہ اس کی شان یہی ہے کہ اس
پر دلیل قائم کی جائے یا مناسبت کے لئے ان کا کہنا بعد اقامة الدلیل پھر غصب محققین
کے نزدیک مسموع نہیں ہے اور معلل کے دلیل قائم کرنے کے بعد معارضہ ہے اور آپ
پر مخفی نہ رہے کہ اس کلام سے یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ معارضہ سے مراد نفی ہے اور تعریف
سابق سے یہ ظاہر ہے کہ معارضہ دلیل ہے شاید ملازمہ کی وجہ سے دو معانی پر اطلاق کیا۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں دو قاعدے اور دو اعتراضات بیان کئے گئے ہیں:۔

(۱) مدعا کی نفی اقامت دلیل سے قبل۔

(۲) مدعا کی نفی اقامت دلیل کے بعد۔

(۳) اعتراضات۔

مدعا کی نفی اقامت دلیل سے پہلے..... اس بحث میں اولاً یہ قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ مدلول کی نفی خواہ معلل کے دلیل قائم کرنے کے بعد ہو یا پہلے ہر صورت میں سائل کے لئے ضروری ہے کہ شاہد کے ساتھ کرے مثلاً کسی دعویٰ پر دلیل پیش کرے اور سائل بغیر شاہد کے اس کی نفی کرے تو ایسی صورت کو مکابرہ کہیں گے کیونکہ معلل دلیل سے کام کر رہا ہے اور سائل بغیر دلیل کے اس لیے سائل کا کلام غیر مسموع ہو گا اب اگر سائل معلل کے دلیل قائم کرنے سے پہلے مع الشاہد کلام کرے تو ایسی صورت میں غصب لازم آئے گا کیونکہ معلل کے منصب کو اخذ کر رہا ہے اور غصب عندا تحقیقین غیر مسموع ہے غصب پر کلام ہو چکا ہے اور وہاں یہ بات واضح کر دی گئی تھی کہ غصب ضرورت کے وقت جائز ہے۔

اعتراض..... مصنف قدس سرہ نے دعویٰ پر دلیل قائم کرنے سے پہلے مدلول کا لفظ استعمال کیا ایسا کیوں؟

جواب..... مصنف قدس سرہ نے مجازاً مدلول کہا اور اس کی تین وجہیں ہیں اول باعتبار مساہل الیہ ثانی انجام کا اعتبار کرتے ہوئے جیسے قرآن کریم میں آتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جیل میں ایک قیدی نے خواب میں دیکھا اِنِّیْ اَرٰنِیْ اَعْصِرُ خَمْرًا یعنی میں انگور سے شراب نچوڑ رہا ہوں۔ حالانکہ انگور سے شراب نہیں نچوڑتے بلکہ نچوڑے ہوئے رس سے شراب بناتے ہیں اس میں بھی انجام کا اعتبار کیا گیا ہے اسی طرح مصنف نے دعویٰ کے انجام کا اعتبار کیا کیونکہ اس کی شان ہی یہ ہے کہ اس پر دلیل قائم کی جائے ثالث بعد اقامت الدلیل کی مناسبت کی وجہ سے ایسا کہا۔

مدعا کی نفی اقامت کے بعد..... اگر دلیل قائم کرنے کے بعد سائل اس کی نفی کرے گا تو اسے معارضہ کا نام دیا جائے گا کیونکہ معارضہ دلیل کے خلاف دلیل قائم کرنا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہو گا جب معلل اپنے دعویٰ پر دلیل قائم کرے گا۔

اعتراض..... یہاں کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ معارضہ نفی کو کہتے ہیں حالانکہ کلام سابق سے معلوم ہوا کہ معارضہ دلیل کے خلاف دلیل قائم کرنا ہے۔

جواب..... مصنف قدس سرہ نے نفی اور اقامت دلیل کے درمیان طائرہ کا لحاظ کرتے ہوئے ایسا فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ سائل جب معارضہ کے طور پر معلل کی دلیل کے خلاف دلیل قائم کرے گا تو ظاہر ہے کہ اس کی دلیل کی نفی ہوگی اس لیے مصنف نے معارضہ کو نفی کے حکم میں لیا۔

ثم اختلف في اشتراط التسليم واليه اشار بقوله وهل يشترط فيها تسليم دليل الخصم ولو من حيث الظاهر بان لم يتعرض لدليله اصلاً بالنفي ولا بالاثبات ام لا يشترط الاول وهو الاشتراط اشهر والثاني وهو عدم الاشتراط اظهر لان تسليم دليل المعلن يستلزم تصديق مدلوله بحسب الظاهر فيلزم تصديق المتنافيين ولك ان تقول ان مرادهم بالتسليم تسليم دلالة على مدعى الخصم ولا يلزم من ذلك تسليم مدعاه حتى يلزم تصديق المتنافيين لكن يلزم على الثاني حصر وظيفة السائل في المنع والنقض ولا يخفى عليك انه انما يلزم الحصر ان لو شرط عدم التسليم اما اذا لم يشترط التسليم فلا لانه يحوز ان يوجد معارضة مع التسليم غاية ان المعارضة للغير المقرونة مع التسليم تندرج في النقض ومن ههنا اي من اجل عدم اشتراط التسليم التزم بعضهم تقريرها مطلقاً اعم من ان يكون معارضة فيها مناقضة ومن ان يكون معارضة خالصة بطريق النقض بان يقال لو كان دليلكم بجميع مقدماته صحيحاً لما يصدق ما ينافي مدلوله لكن عندي دليل يدل على صدقه

ترجمہ..... پھر اشتراط تسلیم میں اختلاف کیا اور اس کی جانب اپنے اس قول سے اشارہ کیا معارضہ میں دلیل خصم کی تسلیم شرط ہے اگرچہ من حیث الظاہر ہو کہ اس کی دلیل پر اصلاً اعتراض نہ کرے نہ نفی سے اور نہ اثبات سے یا شرط نہیں ہے اول اور وہ اشتراط کا قول اشہر ہے اور ثانی وہ عدم اشتراط اظہر ہے اس لیے کہ معلل کی دلیل کو تسلیم کرنے سے مدلول کی تصدیق بحسب ظاہر آتی ہے پس متنافیین کے درمیان تصدیق لازم آئے گی یہ کہے کہ تسلیم

سے ان کی مراد دلیل کی تسلیم معطل کے دعویٰ پر ہے اس سے مدعا کا تسلیم لازم نہیں آتا۔ یہاں تک کہ متنافیین کی تصدیق لازم آئے لیکن ثانی سے سائل کی ذمہ داری دو پر منحصر ہوتی ہے یعنی منع اور نقض اور آپ پر مخفی نہ رہے کہ حصر اس وقت لازم آئے گا جب عدم تسلیم کو شرط قرار دیں اگر تسلیم کو شرط قرار نہ دیں تو حصر لازم نہیں آتی اس لیے کہ اس وقت معارضہ مع التسلیم پایا جائے گا زیادہ سے زیادہ یہ کہ معارضہ مع التسلیم غیر مقرون ہوگا نقض میں مندرج ہوگا اور اس جگہ یعنی عدم اشتراط کے سبب بعض نے اس کی تقریر مطلقاً لازم کی عام ازیں کہ معطل کی دلیل میں معارضہ ہو یا مناقضہ اور یہ کہ معارضہ خالص ہو بطریق نقض بایں طور پر کہا جائے کہ اگر تمھاری دلیل تمام مقدمات کے ساتھ صحیح ہے تب تو اس کے مدلول میں ثانی صادق آتی ہے لیکن میرے نزدیک دلیل اس کے صدق پر دلالت کرتی ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں معارضہ کی صورت میں تسلیم شرط ہے یا نہیں اس پر کلام کیا گیا ہے۔

پہلا مذہب..... پہلا مذہب یہ ہے کہ تسلیم شرط ہے اس مذہب کو ماتن قدس سرہ نے اشہر بتایا ہے اس کی بنا اس بات پر ہے کہ سائل معطل کی دلیل پر نقض یا منع وارد کر سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سائل نے دلیل خصم کو تسلیم کیا اور پھر اس کے خلاف پر دلیل قائم کی تسلیم من حیث الظاہر کی دو صورتیں ہیں اول یہ ہے کہ سائل دلیل پر کسی قسم کا اعتراض قائم نہ کرے دوم یہ ہے کہ صراحۃً تسلیم پائی جائے۔

اعتراض..... اس پہلے مذہب پر اعتراض قائم ہوتا ہے کہ اس سے تصدیق متنافیین لازم آتی ہے اس کی صورت یہ ہے کہ سائل نے اولاً مدلول پر دلیل تسلیم کی اور پھر معارضہ کی صورت میں اس کی نفی کی جو کہ ایک دوسرے کے منافی ہے اس لیے متنافیین کی تصدیق لازم آتی ہے۔

جواب..... دلیل کی تسلیم سے مدعا کی تسلیم لازم نہیں آتی سائل نے مدلول کو تسلیم نہیں کیا اس سے تصدیق متنافیین لازم نہیں آتی۔

دوسرا مذہب..... دوسرا مذہب یہ ہے کہ تسلیم شرط نہیں ہے مانتا قدس سرہ نے اس مذہب کو اظہر قرار دیا اس مذہب کی بنا بھی اس بات پر ہے کہ تسلیم کی صورت میں تصدیق متنافیہ لازم آتی ہے۔

باعتراض..... اس مذہب پر اعتراض یہ ہوتا ہے کہ سائل کی ذمہ داری دو پر منحصر ہو جائیگی یعنی نقض اور منع حالانکہ سائل کی ذمہ داری تین ہیں منع، نقض اور معارضہ۔

جواب..... تسلیم شرط نہ ہونے کی دو صورتیں ہیں پہلی صورت عدم تسلیم شرط ہو۔ دوسری صورت عدم تسلیم شرط نہ ہو۔ حصر اس وقت لازم آئے گی جب عدم تسلیم شرط ہو اور جب عدم تسلیم شرط نہ ہو تو حصر لازم نہیں آئے گی اس لیے کہ اس وقت معارضہ مع التسلیم پایا جائے گا اور یہاں یہی مراد ہے۔ اظہر اور اشہر میں فرق..... پہلے مذہب کو اشہر قرار دیا اور دوسرے مذہب کو اظہر۔ اشہر اسم تفضیل کا صیغہ ہے مراد اس سے یہ ہے کہ فن میں زیادہ شہرت پہلے مذہب کو ملی اسی طرح اظہر بھی اسم تفضیل کا صیغہ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ دوسرا مذہب درایت کے اعتبار سے زیادہ ظاہر ہے لیکن اسے اہل فن میں شہرت کا درجہ حاصل نہیں ہے۔

وقيل المعارضة في القطعيات اى الدلائل العقلية والنقلية اليقينية راجعة الى النقص لامتناع اجتماع القطعيين المتنافيين بحسب نفس الامر ويسمى المذكور معارضة فيهما النقص وانما سميت معارضة فيهما النقص ولم تسم نقضاً فيها معارضة لان المعارضة صريحة والنقص ضمنى والضمنيات لاتعتبر دون النقليات الظنية كالقياس الفقهي فانه يجوز ان يكون احد القياسين خطأ بحسب نفس الامر ويعارض القياس الصواب فلاحاجة الى القول برجوعه الى النقص وقيل هو اى معارضة فيها النقص وتذكير الضمير لان المعارضة مصدر بتاويل المذكور والمعارضة بالقلب اخوان اى متشابهان في الماهية والحقيقة والتغاير بينهما بالاعتبار فباعتبار انها تقلب دليل المستدل شاهداً عليه بعد ان كان شاهداً له يسمى قلباً وباعتبار تضمنها معنى النقص معارضة فيها النقص

ترجمہ..... اور کہا گیا ہے کہ معارضہ قطعیات میں یعنی دلائل یقینیہ میں خواہ عقلی ہوں یا نقلی

نقض کی طرف راجع ہوگا اس لیے کہ دو قطعیات میں بحسب نفس الامر توافقی ممکن ہے اور اس کا نام معارضة فیہا النقص ہے اس کا نام معارضة فیہا النقص رکھا نقص فیہا معارضة نہیں رکھا اس لیے کہ معارضہ صراحتاً ہے اور نقض ضمناً اور ضمنیات کا اعتبار نہیں ہوتا ظنیات میں معارضہ ہوتا ہے جیسے قیاس فقہی پس جائز ہے کہ دو قیاس میں سے ایک نفس الامر میں خطا ہو اور اس پر درستگی کے لئے معارضہ پیش کریں گے پس نقض کی طرف لوٹنے کی حاجت نہیں ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ یعنی معارضة فیہا النقص اور ضمیر مذکور لائے اس لئے کہ معارضہ مقدر ہے بتاویل مذکور اور معارضہ بالقلب آپس میں بھائی ہے یعنی ماہیت اور حقیقت میں مشترک ہے اور ان دونوں کے درمیان تغایر اعتباری ہے پس اس اعتبار سے معلل کی دلیل کو شاہد کے ذریعے الٹ دینا اس کا نام قلب رکھا نقض کے تفسیر معنی کا اعتبار کرتے ہوئے اسے معارضة فیہا النقص کہا۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں :-

(۲) ظنیات پر معارضہ

(۱) قطعیات پر معارضہ

قطعیات پر معارضہ

معارضہ میں چونکہ سائل یہ ثابت کرتا ہے کہ ایک دلیل دوسری دلیل سے متصادم ہے اس لیے قطعیات میں نہیں پایا جاتا قطعیات میں اول نمبر قرآن ہے اور قرآن میں آتا ہے کہ وَلَوْ كُنَّا مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ترجمہ: اگر یہ قرآن اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ سب ضرور اس میں اختلاف کثیر پاتے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قطعیات میں تصادم ممکن ہے اب اسکی ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیں قرآن نبی کریم ﷺ کے متعلق فرماتا ہے قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ اِنَّ مَّا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ بظاہر تصادم معلوم ہوتا ہے لیکن تصادم نہیں ہے کیونکہ پہلی جگہ جہت ثلثہ میں سے جہت نورانیت کا بیان ہے اور دوسری جگہ جہت ثلثہ میں سے بشریت کا بیان ہے اور ممکنات میں سے ہے کہ ایک آدمی نور بھی ہو اور بشر بھی مثلاً محمد

بشر ہیں لیکن ہماری آنکھیں نور ہیں لہذا ایک ہی شخص میں نور اور بشر کا ہونا پایا گیا اس بحث سے یہ بات روشن ہوگئی کہ قطعیات میں معارضہ نہیں پایا جاتا۔

اعترض..... قطعیات کے معارضہ کو معارضۃ فیہا النقص کیوں کہتے ہیں یوں کیوں نہیں کہا جاتا نقص فیہا معارضہ۔

جواب..... اس باب میں معارضہ صراحت ہے اور نقص ضمناً ہے اس لیے صراحۃ کا اعتبار کیا گیا ہے۔

ظنیات پر معارضہ

ظنیات پر وارد ہونے والا معارضہ حقیقی ہوگا کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ دو قیاس میں سے ایک خطا ہو اور ایک درست اس لیے اسے معارضہ پیش کر کے درست کیا جاسکتا ہے مثلاً فقہیات یعنی فقہی مسائل۔

اعترض..... ماتن قدس سرہ نے معارضہ کی طرف مذکر کی ضمیر لوٹائی حالانکہ معارضہ مؤنث ہے۔

جواب..... معارضہ کو بتاویل مذکور مانتے ہوئے مصدر تسلیم کیا اس وجہ سے مذکر کی ضمیر لوٹائی۔

تتمۃ ای هذه تتمۃ البحث السابع تردد بعضهم فی جواز المعارضة علی المعارضة وفي جواز المعارضة بالبداهة والدلیل علی البديهي والمبين بداهته بالدلیل هذه اربعة اقسام للمعارضة الاول المعارضة بالبداهة علی البديهي ای علی الحكم الذي يدعي المدعي بداهته بان يقول المعارضة ما ادعيت بداهته يقتضي خلاف بداهته العقل فهذه تسمى معارضة باعتبار ان المدعي وان لم يتعرض الدليل المدعي لكن دعوى بداهته بمنزله اقامة الدليل كانه قال هذا الحكم ثابت لانه بديهي فيجوز للسائل ان يقول نقض هذا الحكم ثابت لانه بديهي والثاني المعارضة بالبداهة علی البديهي المبين بداهته بالدلیل مثل ان يقول المدعي هذا الحكم بديهي لانه من المحسوسات فيقول السائل خلاف هذا الحكم ثابت بالبداهة فدعوى الخصم البداهة بمنزله اقامة الدليل والثالث المعارضة بالدلیل علی الحكم الذي يدعي المدعي بداهته كما اذا قال

المدعی هذا الحكم بدیهی يقول السائل لنا دليل يدل على خلافه وبين
الدليل والرابع المعارضة بالدليل على الحكم الذي بين المدعی بدها
بالدليل كما اذا قال المدعی هذا الحكم بدیهی لانه من المشاهدات
يقول السائل لنا دليل يدل على خلاف هذا الحكم فهذه الاقسام
الخمس للمعارضة ترد في جوازها بعضهم وقالوا هي غير جائزة

ترجمہ..... تترہ یعنی یہ ساتویں بحث کا تترہ ہے بعض نے معارضہ علی المعارضہ اور معارضہ
بالبداہت اور دلیل علی البداہت اور بدیہی بین بالدلیل کے جواز میں تردد کیا ہے یہ چار
اقسام معارضہ کے ہیں اول معارضہ بالبداہت علی البدیہی یعنی ایسا حکم جس کی بداہت
کا دعویٰ کیا گیا ہے معارض یوں کہے کہ جس کی بداہت کا تم نے دعویٰ کیا ہے بداہت اس کے
خلاف چاہتی ہے پس اس کا نام معارضہ ہے اس اعتبار سے کہ معلل نے اپنے دعویٰ
پر دلیل پیش نہ کی ہو لیکن بداہت کا دعویٰ بمنزلہ اقامت دلیل ہے کہ یہ حکم ثابت ہے
کیونکہ بدیہی ہے پس سائل کے لئے جائز ہے کہ کہے اس حکم کی نفیض ثابت ہے اس لیے
کہ وہ بدیہی ہے اور ثانی معارضہ بالبداہت علی البدیہی المسہن اس کی بداہت دلیل ہے
مثلاً معلل کہے کہ یہ حکم بدیہی ہے کیونکہ محسوسات میں سے ہے پس سائل کہے کہ اس حکم
کا خلاف بداہت سے ثابت ہے پس خصم کا دعویٰ بمنزلہ اقامت دلیل ہے اور ثالث
معارضہ بالدلیل ایسے حکم پر جس کی بداہت کا معلل نے دعویٰ کیا ہو جیسے معلل کہے یہ حکم
بدیہی ہے سائل کہے ہمارے پاس دلیل ہے جو اس کے خلاف پر دلالت کرتی ہے
اور دلیل واضح ہے اور رابع معارضہ بالدلیل ایسے حکم پر جس کی بداہت معلل نے دلیل
سے بیان کی ہو جیسے معلل کہے یہ حکم بدیہی ہے کیونکہ مشاہدات میں سے ہے سائل کہے
ہمارے پاس دلیل ہے جو اس حکم کے خلاف پر دلالت کرتی ہے پس یہ اقسام خمسہ ہیں
جس کے جواز میں بعض نے تردد کیا ہے اور کہا ہے کہ جائز نہیں ہے۔

تشریح

ساتویں بحث کا یہ تترہ ہے اور اس میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ پانچ معارضہ ایسے ہیں

جو جائز نہیں ہے اور وہ یہ ہیں۔

- (۱) معارضہ علی المعارضہ..... معطل کئی دلائل قائم کرے اور سائل اس کی نقیض نکال کر باطل کر دے۔
- (۲) معارضہ بالبداهت علی البدیہی..... اس معارضہ میں سائل معطل کے پیش کردہ بداهت کو یہ کہہ کر باطل کرے گا کہ تم نے جس کی بداهت کا دعویٰ کیا ہے بداهت العقل تو اس کے خلاف چاہتی ہے۔

- (۳) معارضہ بالبداهت علی البدیہی المبین بداهتاً بالدلیل..... اس معارضہ میں سائل معطل کی پیش کردہ دلیل کو بداهت کے ذریعے باطل کر دے سائل کی طرف سے بداهت ثابت کرنا اقامت دلیل کے قائم مقام ہے۔

- (۴) معارضہ بالدلیل علی الحکم الذی یدعی المدعی بداهتہ..... اس معارضہ میں سائل معطل سے کہے گا کہ تمہاری پیش کردہ بداهت کے خلاف ہمارے پاس دلیل ہے۔

- (۵) معارضہ بالدلیل علی الحکم الذی بین المدعی بداهتاً بالدلیل..... اس معارضہ میں سائل معطل کی پیش کردہ بداهت کو یہ کہہ کر باطل کرے گا کہ ہمارے پاس اسکے خلاف پر دلیل ہے۔

اما الاول فلانه غير نافع لانه اذا استدل المدعى على المطلوب بادلة كثيرة والخصم استدل على نقضه بدليل واحد فسقطت تلك الدلائل بهذا الدليل ولا يثبت شئ من الطرفين واما الثاني فلانه لا دليل في شئ من الجانبين وكذا الثالث لان الدليل الذي اقامه المدعى انما ينتهض على دعوى البدها لاعلى الحكم واما الرابع فلانه لا دليل في جانب المدعى وكذا الخامس لما ذكرنا من انتهاض الدليل على دعوى البدها لاعلى الحكم

ترجمہ..... اگرچہ پہلا پس اس لیے کہ یہ غیر نافع ہے اس لیے کہ معطل جب دلائل کثیرہ سے مطلوب پر دلیل قائم کرے اور سائل دلیل واحد سے اس کی نقیض نکال کر اسے باطل کر دے تو ایسی صورت میں باقی دلائل ساقط ہو جائیں گے اور طرفین سے کچھ ثابت نہ

ہوگا اور ثانی پس اس لئے کہ جانہین کی طرف سے کوئی دلیل نہیں ہے اور اسی طرح ثالث اس لیے کہ وہ دلیل جسے معطل نے قائم کی۔ صرف دعویٰ بداہت پر ہو حکم پر نہ ہو اور رابع پس اس لیے کہ مدعی کی جانب سے کوئی دلیل نہیں ہے اسی طرح جوہم نے ذکر کیا کہ بداہت کے دعویٰ پر دلیل قائم کرنا ہے حکم پر نہیں۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں معارضہ کے اقسام خمسہ کے عدم جواز پر دلیل پیش کی گئی ہے:-

- (۱) اول کے عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ معطل اپنے دعویٰ پر بہت سارے دلائل پیش کرتا ہے اور سائل ایک دلیل کے ذریعہ اس کی نقیض نکال کر باطل کر دیتا ہے لہذا معطل کے دلائل اور سائل کے معارضہ میں مساوات نہیں ہے اس لیے جائز نہیں ہے۔
- (۲) ثانی کے عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ معطل اور سائل دونوں طرف سے کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اس لیے معارضہ جائز نہیں ہوگا کیونکہ معارضہ دلیل کے خلاف دلیل قائم کرنے کا نام ہے۔
- (۳) ثالث کے عدم جواز کی وجہ بھی وہی ہے جو ثانی میں ہے۔
- (۴) رابع کے عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ مدعی نے کوئی دلیل نہیں دی اس لیے معارضہ نہیں کہا جاسکتا ہے۔
- (۵) خامس کے عدم جواز کی وجہ بھی وہی ہے جو رابع میں ہے۔

وان تاملت فیما ذکرنا من تفصیل الاقسام الخمسة یظهر لك وجه جوازها اما وجه جواز الاول فهو انه لما عارض الدلیل الثاني للمعلل دلیل من المعارض بقی دلیله الاول سالما عن المعارضة فاحسن التامل لیظهر لك الحق والحق جوازہ ای جواز ما تردد فیہ البعض ومنہ ای من اجل الجواز المذكور ادعوا ای اهل المناظرة انه ای الشان اذا عارض البیہی بالبرهان كان ذلك البرهان احق بالاعتبار فی كالتقلی ای كما ان الدلیل الثقلی اذا عارض بالعقلی كان العقلی احق بالقبول والاعتبار جمیع الاوقات الا اذا افاد الدلیل الثقلی القطع مثل ان یكون محكما من القرآن او الحديث المعتر

ترجمہ..... جو ہم نے اقسام خمسہ کا ذکر کیا اگر آپ اس میں غور و فکر کریں تو اس کے جواز کی صورت بھی آپ کے لئے ظاہر ہوگی اور اول کے جواز کی صورت یہ ہے کہ جب سائل کی طرف سے معلل کی دلیل ثانی پر معارضہ ہوگا تو دلیل اول معارضہ سے بچ جائے گی پس اچھی طرح غور و فکر کر دتا کہ تمہارے واسطے حق ظاہر ہو اور صحیح قول اس کے جواز کا ہے یعنی بعض نے جو اس کے جواز میں تردد کیا اور اس سے یعنی جواز مذکور کے سبب سے اہل مناظرہ نے دعویٰ کیا بے شک وہ یعنی یہ ضمیر شان ہے جب بدیہی برہان کے ساتھ عارض ہو تو وہ برہان اعتبار کے زیادہ حقدار ہے جیسے نقلی یعنی دلیل نقلی جب عقلی کو عارض ہو تو وہ عقلی تمام اوقات میں قبول و اعتبار کے زیادہ حقدار ہے مگر دلیل اسے نقلی قطعیت کا فائدہ دے مثل قرآن کے محکمات اور حدیث متواتر۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں اقسام خمسہ کے جواز کی صورت اور جب دلیل عقلی نقلی وارد ہو تو اس میں کسے فوقیت ہوگی اس پر روشنی ڈالی گئی ہے ماتن قدس سرہ فرماتے ہیں کہ معارضہ کے اقسام خمسہ میں جواز زیادہ لائق ہے کیونکہ جب ہم اس پر غور و فکر کرتے ہیں تو یکے بعد دیگرے اس کے جواز کی صورت نظر آتی ہے شارح علیہ الرحمۃ اسے یوں سمجھاتے ہیں کہ سائل جب دلیل ثانی پر معارضہ پیش کرتا ہے تو ایسی صورت میں معلل کی پہلی دلیل معارضہ سے بچ جاتی ہے۔

اعتراض..... یہاں پر اعتراض ہوتا ہے کہ معلل کی پہلی دلیل معارضہ سے کیسے سالم ہے کیونکہ سائل جب معارضہ پیش کر کے دلیل کو مدلول کے خلاف ثابت کرتا ہے تو مدلول کے لئے پیش کردہ تمام دلائل خود بخود ساقط ہو جاتے ہیں دوسرا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اگر بالفرض ایسا ہے تو دلیل ثانی کو معارضہ سے بچنا چاہئے کیونکہ سائل دلیل اول پر معارضہ پیش کرے گا تعجب ہے کہ شارح علیہ الرحمۃ نے کیسے فرمایا کہ دلیل اول بچ جائے گی۔

جواب..... اس کی صورت یہ ہے کہ معلل کا سائل کے معارضہ کے بعد مدعی کو دلیل سے ثابت کرنا یہ مستلزم ہے نقیض مدعا کو ایسی صورت میں معارضہ اول کی دلیل باطل ہوگی نقیض مدعا

کا نتیجہ اس کی دلیل کے لئے لازم ہے اور لازم کا بطلان ملزوم کے بطلان کو مستلزم ہے پس جب معارض کی دلیل باطل ہوگی تو دلیل اول معارضہ سے سالم ہوگی یہاں جتنا زیادہ غور و فکر کیا جائے گا اتنا ہی مسئلہ زیادہ واضح ہوگا۔

عبارت مذکورہ میں دوسرا مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ بدیہی جب برہان کے ساتھ وارد ہو تو ہمارے پاس دو چیزیں آئیں بداہت دوم برہان ان دونوں میں برہان قابل اعتبار ہوگا اور اسی پر قیل و قال کیا جائے گا مثلاً دلیل نقلی جب دلیل عقلی سے عارض ہو تو عقلی اعتبار کے زیادہ لائق ہے اس کی مثال یوں لیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اَلْوُضُوءُ مِمَّا مَسَّتْهُ النَّارُ یعنی آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آگ پر گرم کیا ہوا پانی سے اگر وضو کیا جائے تو اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تم اس کے بارے میں کیا حکم دیتے ہو یہ سن کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے اس مثال میں دلیل نقلی کو دلیل عقلی عارض ہے اور اعتبار بھی عقلی کا کیا گیا کہ آگ سے پکی ہوئی چیز سے وضو نہیں ٹوٹتا اور وضو کو لغوی معنی دھونے پر محمول کیا لیکن یہ قاعدہ تمام نقلیات میں جاری نہیں ہوگا اس لیے ماتن قدس سرہ فرماتے ہیں کہ الا اذا افاد الدلیل النقلی القطعی مگر جب دلیل نقلی قطعیت کا فائدہ دے یعنی اس وقت یہ قاعدہ جاری ہوگا کہ نقلی قابل اعتبار ہوگا قرآنی آیات و احادیث مبارکہ جو قطعیت کا فائدہ دے قرآنی آیات کی تین قسمیں ہیں مقطعات، متشابہات اور محکمات مثلاً اِنَّ اللّٰهَ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ تَرْجُمَةُ اللّٰهِ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر اس کا معنی معلوم ہے لیکن مفہوم غیر معلوم کیونکہ آیت میں یہ کا معنی ہاتھ یہ معلوم ہے محکمات مثلاً اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ نماز قائم رکھو اس کا معنی اور مفہوم دونوں معلوم ہیں آیات محکمات سے اسلامی احکام نافذ کرتے ہیں اس کی تعداد پانچ سو ہے فقہ حنفی میں ان آیات کی تفسیر پر مشتمل کتاب تفسیرات احمدیہ ہے احادیث مبارکہ میں محکمات کی تعداد صاحب فقہانوار کے مطابق تین ہزار ہے۔

تبصيرة المراد بخلاف المدلول المعتبر في مفهومها اي المعارضة ما يتناول النقيض والاخص من النقيض والمساوي له فالاول كما استدل الحكيم على ان العالم قديم واستدل المتكلم معارضا على انه

لیس بقدم و الثانی کما استدل الشافعی رحمہ اللہ علی ان الترتیب فی
الوضو فرض و استدل الحنفی معارضا علی انه سنة و الثالث کما استدل
الحکیم علی ان الجسم مرکب من الهولی و الصورة و استدل المتکلم
معارضا علی انه مرکب من الاجزاء الی لا تجزی

ترجمہ..... تبصرہ:- معارضہ کے مفہوم میں خلاف دلیل سے مراد جو معتبر ہے وہ یہ ہے کہ
نقیض ہو اور نقیض سے اخص ہو اور نقیض کے مساوی ہو پس اول جیسے حکیم عالم کے قدیم
ہونے پر دلیل قائم کرے اور متکلم دلیل کا معارضہ کرے کہ عالم قدیم نہیں ہے اور ثانی
جیسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وضو میں ترتیب کے فرض ہونے پر دلیل قائم کریں اور حنفی
معارضہ کرتے ہوئے اسکے سنت ہونے پر دلیل قائم کریں اور ثالث جیسے حکیم اس بات
پر دلیل قائم کرے کہ جسم ہیولی اور صورت سے مرکب ہے اور متکلم معارضہ کرتے ہوئے
دلیل قائم کرے کہ جسم جزاء لاجزی سے مرکب ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں معارضہ کی تین صورتیں مع امثلہ بیان کی گئی ہیں۔

مثال اول کی تقریر..... حکماء کا نظریہ ہے کہ عالم قدیم ہے اور وہ اس نظریہ پر دلیل یوں قائم

کرتے ہیں کہ العالم مستغن عن المؤثر و کل ما هو شانہ فهو قدیم فالعالم قدیم۔ متکلمین

اس نظریہ کا ابطال کرتے ہوئے فرماتے ہیں العالم متغیر و کل متغیر حادث فالعالم حادث۔

حکماء کا نظریہ العالم قدیم کی نقیض العالم لیس بقدم ہے اس لیے یہ مثال نقیض کی ہے۔

مثال ثانی کی تقریر..... امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ ہے کہ وضو میں ترتیب فرض ہے

اور اس پر دلیل یوں قائم فرماتے ہیں کہ واد جمع مع الترتیب کے لئے آتا ہے اس لیے آیت وضو میں

جس ترتیب سے مسئلہ بیان کیا گیا ہے اسی ترتیب سے وضو کرنا فرض ہے احناف ان کا معارضہ

کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ واد مطلق جمع کے لئے آتا ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ واد مطلق

و اد کسبسی ترجمہ: تو سجدہ کر اور رکوع کر۔ حالانکہ رکوع پہلے کرتے ہیں اور سجدہ بعد میں اور آیت

میں سجدہ پہلے ہے اور رکوع بعد میں۔ لہذا احناف نے اپنے نظریہ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ وضو

میں ترتیب سنت ہے یہ نقیض سے اخص ہے۔

مثال ثالث کی تقریر..... جسم کے بارے میں حکماء کا نظریہ ہے کہ جسم بیوئی اور صورت سے مرکب ہے۔ حکمیین کہتے ہیں کہ جسم ایسے اجزاء سے مرکب ہے جسے جزء لا تجزی کہتے ہیں یہ مساوی نقیض کی مثال ہے اسی مثال پر محشی اعتراض قائم کرتے ہیں کہ یہ مساوی نقیض کی مثال نہیں ہو سکتی کیونکہ جسم جب بیوئی اور صورت سے مرکب نہیں ہوگا تو ایسی صورت میں یہ عام ہے کہ جسم جزء لا تجزی سے مرکب ہو یا بسیط سے یا مقررطیہ ہے لہذا اس مثال میں شارح سے سہو ہو گیا ہے اس کی صحیح مثال یہ ہے هذا الحيوان انسان لانه ناطق سائل اس کی نقیض میں کہے لانه لاناطق، لاناطق ناطق کی نقیض مساوی ہے۔

ساتویں بحث کا خلاصہ

- (۱) سائل کی طرف سے مدلول کی نفی بغیر دلیل کے مسوع نہیں ہے۔
- (۲) سائل اگر مدلول کی نفی بغیر دلیل کے کرے گا تو مکابرہ ہے۔
- (۳) غصب بلا ضرورت جائز نہیں ہے۔
- (۴) معارضہ میں دو مذاہب ہیں مذہب اول میں تسلیم شرط ہے اور یہ قول اشہر ہے مذہب ثانی میں تسلیم شرط نہیں ہے اور یہ قول اظہر ہے۔
- (۵) قطعیات میں معارضہ نہیں ہوتا قطعیات کے معارضہ کو معارضہ فیہا النقض کہتے ہیں۔
- (۶) ظنیات میں معارضہ ہوتا ہے اور اس کے معارضہ کو نقض کی طرف پھرنے کی ضرورت نہیں ہے۔
- (۷) بحث سابع میں ایک تہ ہے جس میں معارضہ کے اقسام خمسہ کا بیان ہے۔
- (۸) اقسام خمسہ میں دو مذاہب ہیں اول عدم جواز کا دوم جواز کا اور یہی مذہب زیادہ صحیح ہے۔
- (۹) دلیل نقلی کو اگر دلیل عقلی عارض آئے تو عقلی زیادہ اعتبار کے لائق ہے لیکن تمام صورتوں میں نہیں۔
- (۱۰) بحث سابع میں ایک تہرہ ہے جس میں معارضہ کے ان مفہومات کا بیان ہے جس کا اعتبار کرنا جائز ہے۔

البحث الثامن قد تنقض المقدمة المعينة من الدليل بان يستدل على فسادها او تعارض بان يستدل على خلافها و كل واحد من ذلك النقض والمعارضة بعد اقامة المعلن الدليل عليها اي على تلك المقدمة ويسمى المذكور الذي هو بالنسبة الى تلك المقدمة نقض او معارضة مناقضة على سبيل المعارضة او على سبيل النقض نشر على خلاف ترتيب اللف اخذ من الاقرب وذلك اي تسميته مناقضة لوجود معنى المنع فيه بالنسبة الى الدليل الذي هي اي تلك المقدمة مقدمته وفيه ان المنع على ما سبق طلب الدليل ولا طلب ههنا بل مقصود السائل افساد الدليل واثبات خلاف المقدمة فالاولى ان يقال تسميته مناقضة لمشاركتها لهافى كون كل واحد منها كلاما على المقدمة

ترجمہ..... آٹھویں بحث :- کبھی دلیل کے مقدمہ معینہ پر نقض وارد کرتے ہیں بایں صورت کے وہ اس کے فساد پر دلالت کرے یا معارضہ کرتے ہیں بایں صورت کے وہ اس کے خلاف پر دلالت کرے ہر ایک ان میں سے نقض اور معارضہ معطل کے اس مقدمہ پر دلیل قائم کرنے کے بعد ہوتا ہے یعنی اس مقدمہ (ممنوعہ) پر اور مذکور کا نام وہ جو اس مقدمہ کی طرف نقض یا معارضہ کی نسبت ہو۔ مناقضہ علی سبیل المعارضة یا علی سبیل النقض کہتے ہیں نشر غیر مرتب کے طور پر اقرب کو لیا اور مناقضہ اس کا نام اس لیے رکھا کہ اس میں منع پایا جاتا ہے اس دلیل کی طرف نسبت کرتے ہوئے جو مقدمہ پر قائم ہو اور اس میں سابق تعریف سے معلوم ہو چکا ہے کہ منع طلب دلیل ہے اور یہاں طلب نہیں ہے بلکہ سائل کا مقصود دلیل کا فاسد کرنا یا مقدمہ کے خلاف ثابت کرنا ہے پس بہتر ہے کہ یہ کہا جائے کہ اس کا نام مناقضہ مشارکت کی وجہ سے رکھا گیا ہے ان دونوں میں سے ہر ایک کا مقدمہ پر کلام ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں ایک اصول اور اس کے ضمن میں چند مزید باتیں بیان کی گئی ہیں :-

اصول..... پہلے یہ قاعدہ بتایا جا چکا ہے کہ معطل اپنے دعویٰ پر دلیل قائم کرے تو اس پر نقض

یا معارضہ قائم کیا جاسکتا ہے لیکن اب سوال یہ پیدا ہو رہا ہے کہ مقدمہ ممنوعہ پر جب معطل دلیل قائم کرے تو اس مقدمہ پر نقض یا معارضہ وارد کر سکتے ہیں یا نہیں ماتن قدس سرہ یہاں سے یعنی آٹھویں بحث سے اسی مسئلہ کو بیان کر رہے ہیں کہ اس پر بھی نقض یا معارضہ قائم کر سکتے ہیں لیکن ایسی صورت میں نقض کو مناقضہ علی سبیل النقض اور معارضہ کو مناقضہ علی سبیل المعارضة کہتے ہیں۔

اعتراض..... ماتن قدس سرہ نے اصول بتانے میں نقض کو پہلے بیان کیا اور ان کا نام بتانے میں معارضہ کو پہلے بیان کیا مثلاً تنقض المقدمة پہلے ہے اور تعارض بعد میں لیکن نام بتانے میں علی سبیل المعارضة پہلے اور علی سبیل النقض بعد میں۔

جواب..... ترتیب کی دو قسمیں ہیں مرتب اور غیر مرتب۔

مرتب..... مرتب میں اسی ترتیب سے کسی چیز کو کھولتے ہیں جس ترتیب سے لپیٹا تھا اسے لف و نشر مرتب کہتے ہیں۔

غیر مرتب..... غیر مرتب میں اس کے برعکس ہوتا ہے اسے لف و نشر غیر مرتب کہتے ہیں ماتن قدس سرہ نے لف و نشر غیر مرتب کو اپنایا تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو جائے کیونکہ جس مسئلہ کو فوراً بیان کیا ہو اس کے ذریعے سمجھانے میں سہولت ہوتی ہے لف و نشر کے اصول کے ذریعے سمجھانے کا آسان طریقہ قرآن کریم سے ثابت ہے مثلاً یَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَلَمْ يَكُونُوا يَكْتُمُونَ مَا لَمْ يُؤْتُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ ۚ سِوَاهُ مَا كَانُوا كَاذِبِينَ ۚ یہاں اولاً سفید چہرے کا ذکر کیا۔ لیکن کیفیت بیان کرتے وقت سیاہ کو پہلے بیان کیا تاکہ با آسانی سمجھ میں آجائے یہ ہے لف و نشر غیر مرتب۔

اعتراض..... منع کی تعریف سے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ منع طلب دلیل کو کہتے ہیں یہاں تو طلب نہیں ہے بلکہ سائل دلیل کو توڑنا چاہتا ہے یا اس کے خلاف کو ثابت کرنا چاہتا ہے۔

جواب..... شارح علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ اس کا جواب یوں دیا جائے کہ دونوں میں مشارکت کی وجہ سے مناقضہ کہتے ہیں کیونکہ ایسی دلیل پر نقض وارد ہے جو منع کے رفع کے لئے پیش کی گئی ہے تو اس نسبت کی وجہ سے اسے مناقضہ کہتے ہیں ماتن قدس سرہ نے اس کی جانب لوجود معنی المنع فیہ بالنسبة الی الدلیل کہہ کر اشارہ کیا ہے۔

وقبل قبلها أي قبل إقامة الدليل عليها أيضاً للعلم بلزوم الفساد على أي حال أي فساد الدليل الذي يستلزم صحة المقدمة على كل حال سواء أقيم دليل أو لم يقيم أما إذا أقيم فظاهراً وأما إذا لم يقيم فلأنه إذا كانت المقدمة نظرية فلا بد من أن يكون للمعلل عليها دليل فنقض المقدمة يرجع إلى أن الدليل عليها لو كان صحيحاً يلزم منه محال لأنه يلزم من صحته صحة تلك المقدمة مع أنها باطلة ولهذا صرحوا بأن السند إذا كانت مادته موجودة بمعنى أن ما صدق عليه نقض المقدمة الممنوعة يكون موجوداً متحققاً في نفس الأمر يرجع المنع إلى النقض الإجمالي لأنفسه على ذلك التقدير يظهر فساد المقدمة الممنوعة التي هي جزء من الدليل وفساد الجزء مستلزم لفساد الكل

ترجمہ..... اور کہا گیا ہے کہ معلل کے دلیل قائم کرنے سے پہلے بھی لزوم فساد علم کے لئے کسی حال میں یعنی دلیل کا فساد جو مقدمہ کی صحت کو مستلزم ہو ہر حال میں عام ازیں کہ دلیل قائم کی گئی ہو جب دلیل قائم کی گئی ہو تو ظاہر ہے اور جب دلیل قائم نہ کی گئی ہو پس اس لیے کہ جب مقدمہ نظری ہوگا معلل کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس پر دلیل دے پس اس مقدمہ پر نقض وارد کرنا ایسی دلیل کی طرف لوٹنا ہے جو منوی ہو اگر صحیح ہو تو اس سے محال لازم ہے اس لیے کہ اس کی صحت مستلزم ہے اس مقدمہ کی صحت کو ساتھ اس کے کہ وہ باطل ہے اور اس وجہ سے اس کی صراحت کی کہ جب اس کا مادہ موجود ہو اس معنی پر کہ جب مقدمہ ممنوعہ کی نقیض اس پر صادق آئے تو وہ موجود متحقق فی نفس الامر ہوگا منع نقض اجمالی کی طرف لوٹے گی اس لیے کہ اس تقدیر پر مقدمہ ممنوعہ کا فساد ظاہر ہوتا ہے جو کہ دلیل کا جزء ہے اور جزء کا فساد کل کے فساد کو مستلزم ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں اس بات پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ دلیل قائم کرنے سے پہلے بھی مقدمہ پر نقض یا معارضہ قائم کر سکتے ہیں اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ دلیل قائم کرنے سے پہلے یہ کس طرح

ممکن ہے کہ نقض یا معارضہ قائم کیا جائے کیونکہ نقض ابطال دلیل کو کہتے ہیں اور معارضہ دلیل کے خلاف دلیل قائم کرنے کو کہتے ہیں دونوں کے لئے دلیل ضروری ہے اس کا جواب یہ ہے کہ دلیل یا تو صریحی ہوگی یا منوی اقامت دلیل سے پہلے جب نقض وارد ہوگا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ صراحتاً دلیل قائم کرنے سے پہلے۔ ورنہ منوی دلیل پائی جارہی ہے جب ہی تو معلل نے اس کا دعویٰ کیا ہے جب منوی دلیل نقض کی صورت میں باطل ہو جائے یا معارضہ کی صورت میں خلاف ثابت ہو جائے تو صراحتاً دلیل بھی باطل ہو جائے گی کیونکہ منوی دلیل، دلیل صراحت کا جزء ہے جب جزء باطل ہوگا تو کل بھی اس کے ضمن میں بطلان کو مستلزم ہوگا۔

وانت تعلم انه ای الشان لایلایم تقریرہ ای ذلک المذکور من المناقضة علی سبیل المعارضة او علی سبیل النقض بصورة المنع بان یقال لانسلم تلک المقدمة لانه کذا او کذا التحق مادة السند ح ای حین اذا كانت المقدمة متخلفة من مدلولها او معارضة دلیلها بدلیل آخر وکلما تحقق مادة السند یرجع المنع الی النقض لما مر قد وقع النقض علیها ای علی المقدمة بانضمامها الی مقدمة اخرى حقة فی نفسها لیلزم من اجتماعهما المحال وبهذا یتضح فساد تلک المقدمة ضرورة عدم استلزام المقدمة الحقة محالا والالم تکن حقة فلو كانت تلک المقدمة صحيحة لمالزم من اجتماعهما المحال

ترجمہ..... اور آپ جانتے ہیں بے شک وہ یعنی ضمیر شان ہے ان کی تقریر یعنی مناقضہ علی سبیل المعارضة اور علی سبیل النقض موافق نہیں ہے منع کی صورت میں یوں کہے کہ ہمیں وہ مقدمہ تسلیم نہیں ہے اس لیے کہ یہ ایسا ویسا ہے سند کا مادہ متحقق ہونے کی وجہ سے یعنی جب اس مقدمہ کا تخلف مدلول سے ہو یا معارضہ سے کہ اس کی دلیل کے خلاف دلیل قائم کرے جب سند کا مادہ متحقق ہوگا تو منع کو نقض کی طرف لوٹائیں گے اس وجہ سے جو پہلے گزر چکا ہے اور کبھی نقض اس پر یعنی مقدمہ پر کسی دوسرے مقدمہ کو ملنے سے جو کہ فی نفسہا حقہ ہو واقع ہوتا ہے تاکہ ان دونوں کا اجتماع محال کو لازم ہو اور اس کی وجہ فساد

کا ظاہر ہونا اس مقدمہ میں ضروری ہے اس مقدمہ حقہ کا عدم استلزام محال ہو ورنہ حقہ نہ ہوگا
اگر وہ مقدمہ صحیح ہوتا تو ان دونوں کا اجتماع محال کیوں ہوتا؟

تشریح

عبارت مذکورہ میں مقدمہ ممنوعہ کے ابطال کی دوسری صورت بیان کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ
مغلل جب اپنے مدعا کو پیش کرے تو سائل اس مدعا پر ایک ایسا مدعا پیش کرے جو دونوں کے
نزدیک مسلم ہو اور اس مسلم مدعا کے ذریعے مغلل کے پیش کردہ مدعا کو باطل کر دے کیونکہ دونوں
کا اجتماع محال ہے اسی طرح دونوں کا ارتقاغ بھی محال ہے لہذا ایک مقدمہ کا تعین کرنا ضروری ہوگا
اور تعین میں مقدمہ عندا لخصم کو فوقیت دی جائے گی

آٹھویں بحث کا خلاصہ

- (۱) مقدمہ معینہ کی دلیل پر بھی نقض وارد کرتے ہیں اور اس نقض کو مناقضہ علی سبیل النقض کہتے ہیں۔
- (۲) مقدمہ معینہ کی دلیل پر بھی معارضہ بھی وارد کرتے ہیں اور اسے مناقضہ علی سبیل المعارضہ کہتے ہیں۔
- (۳) مقدمہ پر بھی دلیل قائم کرنے سے پہلے بھی نقض یا معارضہ وارد کرتے ہیں۔
- (۴) مقدمہ ممنوعہ کو بھی دوسرے مقدمہ جو عندا لخصم مسلم ہو باطل کرتے ہیں۔

البحث التاسع لا يحسن ايراد النقص والمعارضة اذا كان المستدل مشككا مغالطا يكون غرضه التشكيك لانه لا يدعى حقيقة مقاله وانما ينتفى بهما تلك بل غرضه من ايراد الدليل ايقاع الشك في ذهن المخاطب وهو اى ايقاع الشك باق بعد النقص والمعارضة فلا ينفعان وما لا ينفع لا يحسن ذكره

ترجمہ..... نویں بحث :- جب مستدل مشکک یا مغالط ہو تو نقض یا معارضہ کا ارادہ اچھا نہیں ہے اس کی غرض تشکیک ہوتی ہے اس لیے کہ وہ اپنے قول کے حق ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا اور صرف یہ دونوں مشکی ہیں بلکہ دلیل سے ارادہ مخاطب کے ذہن میں شک ڈالنا ہوتا ہے اور نقض و معارضہ کے بعد بھی شک باقی رہتا ہے اس لیے نفع بخش نہیں ہے اور جو چیز نفع بخش نہ ہو اس کا ذکر اچھا نہیں ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں اس مسئلے پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ مستدل اگر کسی چیز کے حق ہونے کا دعویٰ نہ کرے بلکہ دلیل قائم کر کے مخاطب کو شک میں ڈال دے تو ایسی صورت میں نقض یا معارضہ وارد کرنا اچھا نہیں ہے وجہ ظاہر ہے کہ جب دعویٰ نہیں ہے تو دلیل لغو ہوگی اور لغو دلیل پر نقض وارد کرنا بے سود ہوگا اور بے سود چیزوں کا ذکر اچھا نہیں ہے ایسا ہی معارضہ میں بھی ہے۔

دون المناقضة فانه يحسن ايرادها اذ الغرض عنها ظهور تلك المقضية ولا يلزم من ذلك ابطال غرضه حتى ينافيها بقاؤه ولعل عد هذا البحث من المقاصد مبنى على تقدير كون المعبر في المناظرة قصد الاظهار الصواب في الجملة ولو من جانب واما اذا اعتبر فيها ذلك من الجانبين فلا وجه لادراج هذا البحث في المقاصد لانه على ذلك التقدير لم يكن المخاطبة مع ذلك المستدل مناظرة على اى وجه كان

ترجمہ..... سوائے مناقضہ کے اس کا وارد کرنا بہتر ہے جب اس سے غرض اس مقدمہ

کو ظاہر کرنا ہو۔ اور اس سے اس کی غرض کا باطل کرنا لازم نہیں آتا کہ اس کی بقا کے منافی ہو اور شاید کہ اس بحث کو ایسے مقاصد میں شمار کیا ہے جو مناظرہ میں معتبر ہو من جملہ اظہار صواب کا قصد کرنا اگرچہ ایک جانب سے ہو اور جب دونوں جانب اظہار صواب کا قصد ہو تو یہ بحث مقاصد میں شامل نہ ہوگی اس لیے اس تقدیر پر اس کے خطاب کو مناظرہ میں کسی طور پر شامل نہیں کریں گے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں سائل کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ مستدل اگر ذہن مخاطب کو شک میں ڈالنا چاہتا ہو تو اس پر مناقضہ وارد کر سکتے ہیں سابقہ عبارت میں یہ بات بتائی گئی تھی کہ ایسی صورت میں نقض اور معارضہ بے سود ہے اب مناقضہ کے ذریعہ مستدل سے دلیل طلب کی جائیگی کیونکہ دلیل طلب کرنے کی صورت میں مستدل کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا اور مستدل کے لیے ممکن ہے کہ وہ اپنی غرض (شک میں ڈالنے) کو تبدیل کر دے جبکہ نقض اور معارضہ کی صورت میں سائل کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

دوسری بات عبارت میں یہ بیان کی گئی ہے کہ اس بحث کو مقاصد مناظرہ میں شامل کریں گے یا نہیں کیونکہ مناظرہ کا مقصد اظہار صواب ہے اور یہاں ذہن مخاطب کو شک میں ڈالنا ہے اس کا حل شارح علیہ الرحمۃ یوں بیان کرتے ہیں کہ اظہار صواب اگر ایک جانب سے مناظرہ میں معتبر ہو تو اس بحث کو مقاصد مناظرہ میں شامل کریں گے کیونکہ مستدل کی طرف سے تشکیک پائی جاتی ہے جبکہ سائل کی طرف سے صواب پایا جاتا ہے اس لیے اسے مقاصد مناظرہ میں شامل کریں گے اس کی جانب ولعل عنہذا البحث من المقاصد کہہ کر اشارہ کیا ہے۔

واذا اجتمع المتنوع الثلاثة فالمنع احق بالتقديم على كل من الاخرين لان في الاخرين علول السائل عما هو حقه لان حق السائل ان يستفسر ولا يتعرض للدليل المعطل بالافساد لا صريحا ولا ضمنا ويمكن ان يوجه تقديم المنع بانه قدح في جزء الدليل وقد يتحقق قبل اتمام الدليل ايضا بخلاف الاخرين والمعارضة احق بالتاخير لانها قدح في صحة الدليل

ضمناً و قبل بتقديم النقض على المناقضة لان النقض اقوى منها لانه
يقدم في صحة الدليل بخلاف المناقضة وهما مقدمان على المعارضة
قال فيهما نقل عنه قديقال ان للمعارضة اقوى من النقض نفياً و رفعاً لان
المعارضة نفى المدلول ويلزم منه نفى الدليل ايضاً لان الدليل ملزوم
المدلول ونفى اللازم يستلزم نفى الملزوم بالضرورة بخلاف النقض فانه
نفى الدليل ولا يلزم منه نفى المدلول لان نفى الملزوم لا يستلزم نفى
اللازم ثم كلام لا يقال نفى الملزوم وقد يستلزم نفى اللازم اذا كان
اللازم مساوياً لانا نقول انما يستلزم نفى اللازم لانه لازم ونفيه نفى
اللازم لامن حيث هو ملزوم لجواز ان يكون اللازم اعم كالحرارة للنار

ترجمہ..... اور جب منوع کی تینوں قسمیں جمع ہو جائیں تو منع تقدیم کا زیادہ حقدار ہے
دوسرے ہر ایک پر۔ اس لیے کہ آخر کے دونوں میں سائل کا اپنے منصب سے عدول کرنا
ہے اس لیے کہ سائل کا حق یہ ہے کہ وہ استفسار کرے اور فساد کا اعتراض معلل کی دلیل
پر صریحاً نہ ضمناً کرے اور ممکن ہے کہ منع کی تقدیم کی وجہ یہ بھی ہو کہ منع میں دلیل کے جزء
میں خلل ڈالنا ہے اور یہ معلل کی دلیل مکمل ہونے سے پہلے بھی متحقق ہوتا ہے بخلاف
آخرین کے اور معارضہ تاخیر کا زیادہ حقدار ہے اس لیے کہ دلیل میں ضمناً خلل ڈالنا ہے
اور کہا گیا ہے کہ مناقضہ پر نقض کو مقدم کریں گے اس لیے کہ نقض مناقضہ سے قوی تر ہے
کیونکہ یہ دلیل کی صحت میں خلل ڈالنا ہے بخلاف مناقضہ کے اور یہ دونوں معارضہ
پر مقدم ہیں کہا جو (منہیہ) میں منقول ہے کہ کبھی کہا جاتا ہے کہ معارضہ از روئے نفی
اور رفع میں نقض سے زیادہ قوی ہے اس لیے کہ معارضہ میں مدلول کی نفی ہے اور مدلول
کی نفی سے دلیل کی بھی نفی لازم آتی ہے اس لیے کہ دلیل مدلول کو ملزوم ہے اور لازم کی نفی
سے ضروری طور پر ملزوم کی نفی ہوتی ہے بخلاف نقض کے اس میں دلیل کی نفی مدلول کی نفی
کو مستلزم نہیں ہے ان کا کلام مکمل ہوا نہیں کہا جائے گا کبھی ملزوم کی نفی ہوتی ہے جیسا کہ
جب لازم مساوی ہو اس لیے ہم کہتے ہیں کہ ملزوم کی نفی مستلزم ہے لازم کی نفی کو اس لیے
کہ وہ لازم ہے اور اس کی نفی لازم کی نفی ہے نہ اس حیثیت سے کہ وہ ملزوم ہے لازم اعم

کے جواز کے لئے جیسے آگ کے لئے حرارت۔

تشریح

عبارت مذکور میں اس مسئلے پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ جب سائل کے منصب میں سے تینوں مناصب یکجا ہو جائیں تو ان میں سے کس کو مقدم کیا جائے اور کس کو مؤخر اس میں کئی اقوال ہیں۔

پہلا قول..... منع کو نقض اور معارضہ پر مقدم کریں گے کیونکہ سائل کا منصب استفسار ہے اور منع میں یہ بدرجہ اتم پایا جاتا ہے اگر سائل منع کو چھوڑ کر نقض اور معارضہ کی طرف جائے گا تو ان دونوں میں دعویٰ پایا جاتا ہے اور دعویٰ کرنا سائل کا منصب نہیں ہے بلکہ مدعی کا منصب ہے اس لیے سائل کا اپنا منصب سے عدول لازم آئے گا لہذا منع کو مقدم کیا جائے گا اس کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ منع میں قدح یعنی دلیل میں خلل ڈالنا پایا جاتا ہے اور یہ دلیل کے کھل ہونے سے پہلے بھی پایا جاتا ہے جبکہ نقض یا معارضہ دلیل کے اتمام پر پایا جاتا ہے اس لیے منع کو مقدم کیا جائے گا۔

دوسرا قول..... صاحب محاکمات کا کہنا ہے کہ نقض کو منع پر مقدم کیا جائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ نقض میں دلیل کی صحت پر کلام کیا جاتا ہے جبکہ منع میں دلیل طلب کی جاتی ہے اس لیے نقض منع پر مقدم ہوگا۔

معارضہ کی تاخیر..... ماتن کا پسندیدہ قول یہ ہے کہ معارضہ کو مؤخر کریں گے کیونکہ معارضہ میں دلیل کے خلاف دلیل قائم کرنا ہے اور یہ سب سے آخری مرحلہ ہونا چاہئے اس لیے کہ جب دلیل کا فساد ممکن نہ ہو تو دلیل پر دلیل قائم کی جائے گی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ منع سے مراد مطالبہ ہے اور صحت مقدمہ کی جہالت کا اظہار ہے اسی طرح نقض سے مراد ابطال دلیل ہے اور علم بالا فساد کا اظہار ہے اور معارضہ سے مراد تو ہم ہے اور دو نقیض کی تصدیق ہے۔

منہیہ میں منقول قول..... منہیہ میں ماتن قدس سرہ سے منقول ہے کہ کبھی معارضہ کو نقض پر مقدم کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ معارضہ میں مدلول کی نفی ہے جبکہ نقض میں دلیل کی نفی اور دلیل کی نفی سے مدلول کی نفی لازم نہیں آتی۔ جبکہ مدلول کی نفی سے دلیل کی نفی لازم آتی ہے اس لیے اسے مقدم کرتے ہیں۔

اعتراض..... یہاں اعتراض یہ ہوتا ہے کہ کبھی ملزوم کی نفی سے لازم کی نفی بھی ہو جاتی ہے مثلاً نار کے لئے حرارت لازم ہے جب حرارت کی نفی ہوگی تو نار جو کہ ملزوم ہے اس کی بھی نفی ہو جائے گی۔

جواب..... ہم کہتے ہیں کہ اس کی نفی لازم کی نفی ہے کیونکہ مثال مذکور میں حرارت اور نار ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں اس اعتبار سے کہ حرارت عام ہے کیونکہ حرارت آگ سے بھی پائی جاتی ہے اور سورج سے بھی جبکہ نار خاص ہے لیکن جہاں مساوی ہو وہاں یہ بات نہیں پائی جاتی لازم کی نفی سے ملزوم کی نفی نہیں ہوتی۔ اس سے مراد غیر مساوی ہے۔

تکملة ای هذی مکملۃ الابحاث التسعة نقض الحصر البحث فی الثلاثة یعنی المنع والنقض والمعارضة بقدرح الدلیل اما لعدم استلزامه الدعوی کان یقال دلیکم لا یستلزم مدعاکم امامع شاهد علی عدم الاستلزام اوبدونه اولا حتیاجه الی مقدمة لم تذکر سواء بین تلک المقدمة اولم تبین اولا استدراکها ای مقدمة من الدلیل او بالمصادرة علی المطلبسوب عطف علی قوله بقدرح بان یقال هذاالدلیل اوجزئه انما یشتم ویصح لوصح المدلول اوجزئه مع شاهد اوبدونه اوبمنع ما یلزم صحة الدلیل بان یقال انما یصح هذا الدلیل ان لو کان کذا وذا مم فان هذه الاسولة الخمسة من افراد البحث ولیس شئی منها المنوع الثلاثة المذكورة

ترجمہ..... تکملہ۔ یعنی یہ ابحاث تسعہ کی تکمیل ہے بحث کو تین یعنی منع، نقض اور معارضہ میں محصور کرنا ٹوٹ گیا قدح دلیل سے یا عدم استلزام دعویٰ ہو۔ یوں کہے کہ تمہاری دلیل تمہارے دعویٰ کو مستلزم نہیں ہے عدم استلزام پر شاہد کے ساتھ یا اس کے بغیر یا اس کے لئے ایک مقدمہ کی ضرورت ہو عام ازیں کہ سائل اس مقدمہ کو بیان کرے یا نہ کرے یا اس کے استدراک کی وجہ سے یعنی دلیل سے مقدمہ یا مصادرہ علی المطلوب عطف بقدرح پر ہے یوں کہے کہ یہ دلیل اور اس کا جزء تام ہوتا یا صحیح ہوتا اگر مدلول صحیح ہو یا اس کا جزء شاہد کے ساتھ ہو یا بغیر شاہد کے یا منع جو دلیل کی صحت کو لازم ہو یوں کہے کہ یہ دلیل اس وقت صحیح ہوگی اگر یہ ایسا ہے پس یہ پانچ سوالات بحث کے افراد میں سے

ہوئے اور ان میں کوئی بھی ٹکڑہ مذکور میں سے نہیں ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں:-

(۲) اعتراض و جواب

(۱) بحث کی مزید پانچ قسمیں

بحث کی مزید پانچ قسمیں

آپ کو پچھلے ابحاث کے ذریعے معلوم ہو چکا ہے کہ بحث کی تین قسمیں یعنی منع، نقض اور معارضہ ہیں یہاں پر مزید پانچ قسمیں بیان کر کے تین کے حصر کو توڑتے ہیں کہ بحث تین ہی پر منحصر نہیں ہے اس کا جواب آنے والی عبارت میں موجود ہے۔

الف: قدح دلیل..... اس کی چند صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ سائل کہے کہ دلیل تمہارے دعویٰ کو مستلزم نہیں ہے اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ عدم استلزام پر سائل شاید بھی پیش کرے تیسری صورت یہ ہے کہ عدم استلزام بغیر شاہد کے پیش کرے۔

ب: احتیاج مقدمہ..... اس میں سائل معلل سے کہے گا کہ آپ کی دلیل ایسے مقدمہ کی طرف محتاج ہے جسکے بغیر دلیل مکمل نہیں ہوگی اور آپ نے اب تک اس مقدمہ کو پیش نہیں کیا ہے سائل چاہے اس مقدمہ کو بیان کرے یا نہ کرے۔

ج: استدراک..... سائل کہے کہ آپ کے پیش کردہ مقدمہ میں سے ایک مقدمہ جائز ہے لہذا زائد مقدمہ کو نکالے بغیر صحیح مقدمہ کا تعین نہیں ہو سکے گا۔

د: مصادروہ علی المطلوب..... معلل اپنے دعویٰ ہی کو دلیل سمجھ لے سائل اس پر معلل کو تنبیہ کرے۔
اعتراض..... مکملہ مصدر ہے اس مصدر کو مبتدا پر حمل کرنا درست نہیں ہے کیونکہ مصادر اعتباری ہوتے ہیں۔

جواب..... شارح علیہ الرحمۃ نے ہذہ مکملہ عبارت لا کر اس کا جواب دیا ہے کہ یہاں مصدر مبنی للفاعل ہے اور اسم فاعل کا حمل مبتدا پر جائز ہے دوسری بات یہاں پر پیدا ہو رہی تھی کہ

تکملہ بحث جامع کا ہے یا نہیں شارح علیہ الرحمۃ الابحاث التسعة لا کراس کا جواب دے رہے ہیں کہ یہ فقط نویں بحث کا تکملہ نہیں ہے بلکہ تمام ابحاث جو تعداد میں نو ہیں یہ سب کیلئے تکملہ ہے۔

اعتراض..... مصادره علی المطلوب کے بعد عطف علی قوله بقدرح کیوں فرمایا۔

جواب..... چونکہ یہ وہم پیدا ہو رہا تھا کہ مصادره علی المطلوب کا عطف بقدرح الدلیل پر ہو رہا ہے اور یہ کوئی مستقل کوئی صورت نہیں ہے اس لیے مصادره علی المطلوب کے بعد عطف علی قوله بقدرح مقدر نکال دیا کہ وہم دور ہو جائے۔

فيجاب عن الاول وهو النقص بالقدرح لعدم الاستلزام وعن الثاني وهو النقص بالقدرح للاحتياج الى مقدمة وعن الرابع وهو النقص بالمصادرة على المطلوب بانه اى المذكور ان كان بشاهد اى مع شاهد يدل على ذلك فنقض اى فهو نقض حيث يصدق معنى النقص عليه وهو بيان فساد الدليل بشاهد من غير تعرض لمدلوله والاى وان لم يكن مع شاهد يدل عليه فمكابرة غير مسموعة وكلا منافى للاحداث المسموعة ويجاب عن الثالث وهو النقص بقدرح الدليل لاستدراك مقدمة من مقدماته بانه لا ينافى غرض المناظر اذ غرض العمل اثبات مطلبه بالدليل وذا يحصل وان كان بعض مقدماته مستدركة غايته انه ترك الاولى وتعرض لمقدمة لاتعلق لها بالمطلوب زائدة يجوز اثبات المدلول بدون ذكرها فالسوال عليه بترك الاولى فى التكلم ليس من البحث فى شئ وعن الخامس وهو النقص بمنع ما يلزم صحة الدليل بتفسير المقدمة الماخوذة فى حد المنع بما يحوقف عليه صحة الدليل سواء كان جزءه اولاً كما سبق او تفسيرها بقوله مالا يمكن صحة الدليل وتماهه بدونه فذلك المنع داخل فى المنع فلما تقرر ما ذكر لم يوجد بحث مسموع من السائل الا وان يكون داخل فى واحد من الثلاثة واما الغصب اذا كان بطريق البحث كما اذا تصدى السائل بنفى المقدمة المعينة ولم يتعرض بمنعها اصلاً

فہو غیر مسموع ایضاً عند المحققین فلا یرد بہ النقض ایضاً

ترجمہ..... پس اول کی طرف سے جواب دیا جائے گا اور وہ نقض بالقدرح ہے عدم استلزام کے لئے اور ثانی کی طرف سے اور وہ نقض بالقدرح مقدمہ کی طرف احتیاج کی وجہ سے ہے اور رابع کی طرف سے اور وہ نقض بالمصادرہ علی المطلوب ہے بے شک یہ مذکور اگر شاہد کے ساتھ ہو یعنی ایسے شاہد کے ساتھ جو اس پر دلالت کرے پس نقض ہے یعنی وہ اس حیثیت سے نقض ہے کہ اس پر نقض کا معنی صادق آتا ہے اور وہ مدلول کے لئے بغیر تعرض کے دلیل کے فساد پر شاہد کیساتھ بیان ہے ورنہ شاہد کے ساتھ نہ ہو تو مکابرہ ہے جو کہ غیر مسموع ہے اور ہمارا کلام اباحت مسموعہ میں ہے اور ثالث کی طرف جواب دیا گیا ہے کہ وہ نقض ہے قدرح دلیل سے مقدمات میں سے کسی ایک مقدمہ کے استدراک کے لئے بے شک یہ مناظرہ کی غرض کے منافی نہیں ہے جبکہ معلل کی غرض مطلب کو دلیل سے ثابت کرنا ہے اور یہ حاصل ہو رہا ہے اگرچہ بعض مقدمہ مستدرک ہو زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ اس کا ترک اولیٰ ہوگا اور کسی مقدمہ سے تعرض مطلوب زائد سے تعلق نہیں رکھتا تو جائز ہے کہ مدلول کا اثبات اس کے ذکر کے بغیر بھی ہو پس سوال تکلم میں ترک اولیٰ پر ہوگا بحث میں سے کچھ نہیں ہے اور پانچویں کی طرف سے اور وہ نقض منع کے ساتھ جو دلیل کی صحت کو مستلزم ہو مقدمہ ماخوذہ کی تفسیر سے منع کی تعریف میں جس پر دلیل کی صحت موقوف ہو عام ازیں کہ وہ اس کا جزء ہو یا نہ ہو جیسا کہ گزر چکا یا اس کی تفسیر اس قول سے کہ دلیل کی صحت اور اس کا تمام ہونا بغیر اس کے ممکن نہ ہو پس اس لیے یہ منع منع میں داخل ہے پس جب مقرر ہوا جو ذکر کیا گیا سائل کی طرف سے بحث مسموع میں نہیں پایا جاتا مگر اس حال میں کہ منوع ثلثہ میں داخل ہے اگرچہ غصب جب بطریق بحث ہو جیسے سائل مقدمہ معینہ کی نفی کیلئے اپنے آپ کو نصب کرے اور اس کو منع سے اصلاً تعرض نہ کرے پس محققین کے نزدیک وہ بھی غیر مسموع ہے پس اس پر بھی نقض وارد نہیں کر سکتے ہیں۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں بحث کی مزید پانچ قسمیں جو سائل کی طرف سے پائی جاتی ہیں ان کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ پانچوں قسمیں منوع ثلثہ میں سے کسی نہ کسی میں شامل ہیں اس لیے تین پر حصر اپنی جگہ برقرار ہے چنانچہ اول ثانی اور رابع کو نقض میں شامل کرتے ہیں کیونکہ ان میں نقض کا معنی پایا جاتا ہے رابع کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ مقدمہ کا زائد ہو جانا غرض کے متافی نہیں ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ زائد کا کلام میں ترک کرنا اولیٰ ہوتا ہے تا کہ مقصد کے سمجھنے میں آسانی ہو خاص کو منع میں شامل کرتے ہیں۔

کیونکہ اس میں سائل کی طرف سے طلب پائی جا رہی ہے شارح علیہ الرحمۃ ان پانچوں کے علاوہ غصب کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ غصب اگر بطریق بحث ہو تو یہ بھی سائل کے مناصب میں سے ایک منصب ہے کیونکہ سائل نے مقدمہ معینہ کی نفی کے لئے اپنے آپ کو پابند بنایا ہے اس لیے وہ اس پر دلیل قائم کریگا۔

نویں بحث کا خلاصہ

(۱) متدل اگر مشکک یا مغالطہ ہو تو نقض یا معارضہ وارد کرنا اچھا نہیں ہے۔

(۲) متدل اگر مشکک یا مغالطہ ہو تو مناقضہ وارد کر سکتے ہیں۔

(۳) منوع ثلثہ جمع ہو جائیں تو منع تقدیم کے زیادہ لائق ہے۔

(۴) معارضہ تاخیر کے زیادہ لائق ہے۔

(۵) کبھی معارضہ کو نقض پر مقدم کر دیتے ہیں۔

(۶) کھلمہ یعنی اثبات تسد کا کھلمہ بیان کیا۔

(۷) اس کھلمہ میں بحث کی مزید پانچ صورتیں بیان کی گئیں اور ان پانچ صورتوں کو منوع ثلثہ میں

کیونکر شامل کیا گیا۔ ان کیفیات کا بیان ہے۔

ثم لما فرغ من بيان الابحاث التسعة اراد ان يبين الخاتمة فقال
خاتمة قد علمت ان المناظرة كلها سواء كانت بطريق طلب
التصحيح او طلب الدليل او المنع او النقض او المعارضة تتعلق
بالاحكام الخبرية صريحة كانت تلك الاحكام كما في الدعاوى
او ضمنية كما في التعريفات يعنى ما لم يعتبر في التعريف حكم
ضمنى على المحدود يكون ذلك التعريف تعريفا له لا يتصور
المناظرة فيه وما يقال يتصور المناظرة في التعريف بلا اعتبار حكم
ضمنى كما نبهناك على طريق اعتباره وكذا يصح طلب تصحيح
النقل في الكلام الانشائي كما اذا قال احد قال النبي صلى الله
عليه وسلم كن في الدنيا كأنك غريب او كعابر سبيل وفي المفرد
كما اذا نقل تعريف شئ بمفرد لو تم اشارة الى عدم تمامه فانه
لافساد في صدق الحيوان الابيض على فرس مثلاً مع عدم اعتبار
كونه تعريفا للانسان وكذا انما يطلب في قوله قال النبي صلى الله
عليه وسلم كن في الدنيا الحديث تصحيح كونه قول النبي صلى
الله عليه وسلم وهو خبره تصحيح الانشاء كما يشهد به الوجدان
اما المفرد فبعد ما بين الاول لا يحتاج الى البيان فهدم اى فهو هدم
لحد المناظرة المشهورة بين الجمهور والمنقول واضع هذا الفن
وهو توجه المتخاصمين في النسبة بين الشئيين اظهاراً للصواب
فلا يردانه يجوز ان بعد المناظرة بما لا يلزم هدمه على ذلك
التقدير مثل ان يقال المناظرة توجه المتخاصمين في شئ اعم من
ان يكون نسبة اولاً وتكثير لقواعد البحث فان ما يرد على
التعريف لا يدخل في شئ من المتنوع الثلاثة من غير ضرورة فانه
يمكن اعتبار النسبة والابحاث الواردة في الابحاث المذكورة
والتفصيل في القواعد الباقى بالاضبط والحفظ

ترجمہ..... خاتمہ:۔۔۔ بے شک آپ کو معلوم ہے کہ مناظرہ تمام کا تمام خواہ بطریق طلب
تصحیح ہو یا طلب دلیل، منع، نقض معارضہ ہوا احکام خبریہ سے متعلق ہے عام ازیں کہ وہ احکام

صریح ہوں جیسا کہ دعاوی میں۔ یا ضمیمہ ہوں جیسا کہ تعریفات میں یعنی جسے نہ اعتبار کریں حکمِ غمّی کا محدود پر وہ تعریف مناظرہ کے لئے متصور نہیں ہوگی اور جو کہا گیا ہے کہ مناظرہ میں بغیر حکمِ غمّی کے اعتبار تصور کریں گے جیسا کہ ہم نے طریق اعتبار میں اس کی طرف تنبیہ کر دی ہے اسی طرح نقل اور کلام انشائی میں طلبِ صحیح درست ہے جیسا کہ کوئی شخص کہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”تو دنیا میں اسی طرح رہ گویا کہ تو اجنبی ہے یا مسافر اور مفردات میں جیسا کہ شے کی تعریف مفرد سے کرے اگر تام ہوا اشارہ ہے اس کے عدم تام کی طرف۔ پس بے شک فرس پر حیوان ابیض کے صادق ہونے میں کوئی فساد نہیں ہے انسان کی تعریف کے لئے اعتبار کے ساتھ اسی طرح اس کے اس قول میں طلب کی جائے گی فرمایا نبی کریم ﷺ نے دنیا میں اس طرح رہ گویا کہ تو اجنبی ہے یا مسافر (الحديث) نبی ﷺ کے قول کی صحیح اور وہ خبر ہے نہ کہ انشاء کی صحیح ہے جیسا کہ وجدان اس کا مشاہدہ کرتا ہے اگرچہ مفرد، پس اول کے بیان کے بعد مزید بیان کی طرف محتاج نہیں ہے پس ٹوٹ گئی یعنی مناظرہ کی مشہور تعریف ٹوٹ گئی جو جمہور سے منقول ہے جسے اہل فن نے وضع کیا ہے اور وہ دو شے کے درمیان کسی نسبت میں اظہارِ صواب کے لئے متخاصمین کی توجہ۔ پس وارد نہیں کیا جاسکتا ہے کہ بے شک مناظرہ متخاصمین کا شے میں توجہ کرنے کا نام ہے عام ازیں کہ اس میں نسبت ہو یا نہ ہو بحث کے قواعد کے لئے کثرت ہے پس جو تعریف وارد ہوگی وہ منوعِ ثلثہ میں سے کسی ایک میں داخل ہوگی بغیر ضرورت کے پس بے شک نسبت کا اعتبار ہوگا اور ایسے ابحاث جو وارد ہوں اسے ابحاث مذکورہ میں شامل کریں گے اور قواعد کو مختصر کرنا حفظ اور ضبط کے زیادہ لائق ہے۔

تشریح

یہاں سے کتاب ہذا کا خاتمہ شروع ہے اور اس میں ان امور کا بیان ہے جن میں مناظرہ ہو سکتا ہو۔ ماتنِ قدس سرہ کے نزدیک مناظرہ احکامِ خبریہ میں ہوگا چاہے وہ صراحۃً ہو یا ضمناً۔ صراحۃً جیسے دعاوی اس پر مکمل بحث ہو چکی ہے اور ضمناً جیسے تعریفات میں جامع و مانع ہونے کا دعویٰ اس پر بھی مکمل بحث ہو چکی ہے بعض کے نزدیک تعریفات میں اگر ضمناً کا اعتبار نہ بھی

کیا جائے تب بھی مناظرہ ہو سکتا ہے ماتن قدس سرہ ان کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بغیر اعتبار مناظرہ ہو سکتا ہے کیونکہ ماتن قدس سرہ کا کلام ”لَوْ قَم“ سے شروع ہوتا ہے جو کہ اس کے ضعف کی طرف اشارہ ہے کلام انشائی میں تصحیح طلب کی جائے گی اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ کلام انشاء میں خبر نہیں پائی جاتی۔ تو اس پر مناظرہ کیونکر ہوگا اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس میں طلب تصحیح ہوگی مثلاً اگر کوئی شخص نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان پیش کرے کہ آپ نے فرمایا لکن فی اللہ نیا الخیہ کلام انشائی ہے اور ناقل اس کلام میں یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے گویا کہ وہ فرمان رسول ﷺ ہونے کی خبر دے رہا ہے اس لیے اس سے یہ مطالبہ کیا جائے گا تم ثابت کرو کہ کس کتاب میں ہے اب ناقل کے ذمہ کتاب کا نام بتانا ضروری ہوگا گویا کہ اس کلام انشائی میں خبر کا معنی پایا جا رہا ہے اور مناظرہ حقیقت میں اسی معنی پر ہوگا اسی طرح مفردات میں بھی تصحیح طلب کی جائے گی کیونکہ اس میں بھی ضمناً دعویٰ پایا جاتا ہے مثلاً شے کی یہ تعریف الثابت العین سے اس وقت معلل گویا کہ یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ اہل لغت نے شے کی یہ تعریف کی ہے لہذا اس پر تصحیح نقل طلب کی جائے گی اس بیان کے بعد ماتن قدس سرہ ان لوگوں کا معارضہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر تعریفات میں ضمناً حکم کا اعتبار کئے بغیر مناظرہ صحیح مان لیا جائے تو ایسی صورت سے مناظرہ کی مشہور تعریف ٹوٹ جائے گی کیونکہ مناظرہ کی تعریف میں نسبت کی قید ہے اور نسبت حکم کا نام ہے اس لیے تعریف ٹوٹ جائے گی پھر ماتن قدس سرہ ان کی طرف سے خود جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر مناظرہ کی تعریف توجہ المستحق صمیمین فی شئی کر دی جائے تو مناظرہ کے قواعد میں خواہ مخواہ اضافہ ہو جائیگا جس سے حفظ میں خلل پڑے گا کیونکہ جو چیز جتنی کم ہوگی یاد کرنے میں اتنا ہی آسان ہوگا لہذا پسندیدہ قول یہی ہوا کہ تعریف میں ضمناً کا اعتبار کئے بغیر مناظرہ درست نہیں ہوگا اور یہی ماتن قدس سرہ کا نظریہ ہے۔

وصیۃ ای ہذا وصیۃ من الکتاب لناظرہ اور من المصنف للمتعلمین
سماها وصیۃ لانہ فی آخر الکتاب کما یكون الوصیۃ فی آخر العمر
لا یحسن الاستعجال فی البعث قبل الفہم بتمامہ وفی عدمہ فوائد
للمجانین جانب المعلل وجانب السائل اما کونہ فائدۃ لجانب المعلل

فلانہ ربما یغیر الدلیل اویزید علیہ شیئا لا یرد علیہ شیئ او یحذف
شیئا اویذکر دلیل مقدمة نظریة اوتنبیہ مقدمة خفیة فیسلم کلامہ عن
مناقشة الخصم وایضاً ربما تقتضی المناظرة وسعة فی الوقت ولاسعة
فی ذلک لغوات امر مهم دینی اودنیوی وایضاً ربما یقع فی البحث
تقريباً کلام من علم آخر لامهارة فیہ للمعلل فیظهر جهله بین الناس
وایضاً ربما یحصل المناظرة دوران الراس واما کونه فائدة لجانب
السائل فلانہ ربما یخطا بالاستعجال فی البحث فیظهر سماجة بحثه
ولانہ لعلہ یذکر المعلل بعد ذلک کلام ما یظهر به ما ینخفی علیہ من
المرام وقد یذکر بعد ذکر الدلیل ذلیلاً علی مقدمة نظریة اوتنبیہا
علی خفیة فلا یحتاج الی اظهار جهله الذی مما ینخف به الناس وربما
یؤذن الاستعجال فی البحث بالفساد خصوصاً فی ایامنا لکثرته وکثرة
العناد اما الوجوه الثلاثة الاخيرة لکونه فائدة لجانب المعلل فتصلح ان
تکون وجوها لکونه فائدة لجانب السائل ایضاً کما لا ینخفی

ترجمہ..... وصیت یعنی یہ اس کے ناظر کے لئے کتاب کی طرف سے وصیت ہے
یا محکمین کے لئے مصنف کی طرف سے وصیت ہے اس کا نام وصیت اس وجہ سے رکھا کہ
یہ کتاب کے آخر میں ہے جیسا کہ زندگی کے آخری حصہ میں وصیت ہوتی ہے بحث میں اس
کے تمام کے ساتھ فہم سے پہلے استعجال اچھا نہیں ہے اور عدم استعجال میں جانہین کے لئے
فوائد ہیں یعنی جانب معلل اور جانب سائل اور اگرچہ معلل کی جانب کے لئے فائدہ پس
اس لیے کہ کبھی دلیل کو غیر ذکر کرتا ہے یا اس پر ایسی شے کو زیادہ کرتا ہے جو اس پر وارد نہیں
ہوتی یا کسی شے کو حذف کر دیتا ہے یا مقدمہ نظری کی دلیل اور مقدمہ خفیہ کی تنبیہ کو ذکر
کر دیتا ہے پس اس کا کلام خصم کے مناقشہ سے بچ جاتا ہے اور یہ بھی ہے کہ کبھی مناظرہ
وقت میں وسعت کا تقاضا کرتا ہے اور اس میں وسعت نہیں ہے اس دینی اور دنیوی امر
فوت ہونے کی وجہ سے اور کبھی بحث میں دوسرے ایسے کلام کی طرف چلا جاتا ہے جس میں
اسے مہارت نہیں ہوتی پس لوگوں کے درمیان جہالت ظاہر ہوتی ہے اور کبھی مناظرہ سے

سر میں چکر آنے لگتا ہے اور اگرچہ سائل کی جانب کے لئے فائدہ۔ پس اس لیے کہ کبھی استعجال کے سبب بحث میں خطا کر جاتا ہے پس اس کی بحث میں بد شکلی ظاہر ہوتی ہے اور اس لیے کہ شاید معلل اسکے کلام کے بعد ایسا کلام ذکر کرتا ہے جس کے سبب سے وہ چیزیں ظاہر ہوتی ہیں جو مقصد پر مخفی تھیں اور کبھی معلل دلیل کے ذکر کے بعد دلیل بیان کرتا ہے مقدمہ نظری پر اور تنبیہ مقدمہ خفیہ پر پس اسکے جہل کے اظہار کی ضرورت نہ تھی وہ جو لوگوں سے پوشیدہ رہا اور کبھی بحث میں عجلت فساد کی علامت ہوتی ہے خصوصاً ہمارے زمانہ میں اس کی کثرت ہے اور کثرت عناد ہے اگرچہ اخیر کی تین وجہیں جانب معلل کیلئے مفید ہیں پس یہ جانب سائل کیلئے بھی قابل اصلاح ہیں جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں تین مسئلے بیان کئے گئے ہیں:-

(۱) وصیت (۲) معلل کیلئے مفید باتیں (۳) سائل کیلئے مفید باتیں

(۱) وصیت..... کتاب کے آخر میں وصیت لا کر اس بات کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ جس طرح زندگی ختم ہونے کو آتی ہے تو انسان اپنے عزیز واقارب کے لئے وصیت تیار کرتا ہے یا کرواتا ہے اسی طرح یہ کتاب ختم ہونے کو ہے اس لیے وصیت بیان کی جارہی ہے جو متخاممین کیلئے مفید ہے اب یہ سوال ہے کہ یہ وصیت کس کی طرف سے ہے اس کا جواب دیتے ہوئے شارح علیہ الرحمۃ دو احتمالات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں اور بخشی بھی دو احتمالات کی طرف اشارہ کرتے ہیں اس طرح کل چار احتمالات پیدا ہوئے۔

(۱) یہ کتاب کی طرف سے مناظرہ کرنے والوں کے لئے وصیت ہے۔

(۲) یہ وصیت مصنف کی طرف سے اس فن کے سیکھنے والوں کیلئے ہے۔

(۳) یہ وصیت اس فن کی طرف سے اس فن کے طلب کرنے والوں کے لئے ہے۔

(۴) یہ وصیت علماء کی طرف سے جہلاء کیلئے ہے۔

(۲) معلل کیلئے مفید باتیں..... مناظرہ میں استعجال سے معلل اور سائل دونوں کو نقصان پہنچتا

ہے اس لیے چند مفید باتیں بتائی جا رہی ہیں جن کو اپنا کر متخاصمین فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

(۱) استتعال کی وجہ سے معلل کبھی وہ دلیل نہیں دے پاتا ہے جو دلیل مقدمہ نظری کے لئے ضروری ہو۔

(۲) استتعال کی وجہ سے معلل کبھی وہ شے بیان کر دیتا ہے جو اس کے شکست کا سبب بنتی ہے۔

(۳) استتعال کی وجہ سے معلل کبھی دلیل کے اس پہلو کو حذف کر دیتا ہے جو اس کے لئے ضروری تھا۔

(۴) استتعال کی وجہ سے معلل کبھی مقدمہ نظری مجہول پر ایسی دلیل اور مقدمہ بدیہی غیر اوئی پر ایسی تنبیہ ذکر کر دیتا ہے جو سائل کے لئے مناقشہ کا سبب بنتی ہے۔

(۵) استتعال کی وجہ سے مناظرہ میں وسعت وقت نہیں پائی جاتی۔

(۶) استتعال کی وجہ سے معلل کبھی ایسے کلام کی طرف مائل ہو جاتا ہے جس میں اسے مہارت نہیں ہوتی

جس کی وجہ سے سائل اس پر غالب آ جاتا ہے اور سامعین میں اس کی جہالت کا پرچار کر دیتا ہے۔

(۷) استتعال کی وجہ سے کبھی معلل کے سر میں چکر آنے لگتا ہے جس کی وجہ سے وہ صحیح طور پر اپنے مدعا پر دلیل قائم نہیں کر سکتا۔

(۸) سائل کے لئے مفید باتیں..... جس طرح استتعال کے سبب سے معلل پریشانی میں مبتلا

ہوتا ہے اسی طرح سائل بھی چند باتوں میں غفلت کے سبب پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے۔

(۱) استتعال کی وجہ سے سائل کبھی ایسی خطا کر جاتا ہے جس کے سبب سے بحث میں بد نظمی پیدا ہو جاتی ہے۔

(۲) استتعال کی وجہ سے کبھی سائل ایسی دلیل ذکر کر دیتا ہے جسے معلل اپنی دلیل بنا کر سائل کے خلاف پیش کرتا ہے۔

(۳) استتعال کی وجہ سے سائل کبھی ایسی دلیل ذکر کر دیتا ہے جس سے معلل کو اشارہ مل جاتا ہے کہ

اب ہمیں کوئی دلیل قائم کرنی ہے۔

استتعال..... تھوڑے وقت میں اظہار صواب کا قصد کرنا۔

ومن جملة الواجب التكلم في كل كلام بما هو وظفية كالکلام في علم

الكلام فانه يجب ان يتكلم فيه باليقينيات المفيدة للاعتقاد لانه لا يكفى
 فى الاعتقاد الامارة فلا يتكلم فى اليقيني بوظائف الظنى كان يعارض
 دليلا قطعيا كالقران بامارة ظنية كالقياس لانه لا يفيد شيئا ولا يتكلم
 بالعكس اى لا يتكلم فى الظنى بوظائف اليقيني ايضا كان يتكلم فى
 الدليل الظنى بانه لا يفيد المطلوب لاحتمال ان يكون كذا لان غرض
 المعلن ح اثبات الظن بذلك الشئ وكون الدليل محتملا لغيره
 لا ينافى ذلك كما اذا قال الطبيب السقمونيا مسهل للصفرء لاناتبعنا
 فلم نجد فردا منه الا مسهلا فيقول السائل بجواز ان يكون فرد من افراد
 السقمونيا غير مسهل لكن ما وجدت فى تتبعك فان مثل هذا السؤال
 لا يفيد شيئا لان غرض الطبيب انما هو اثبات الظن بكونه مسهلا لان
 جميع قواعد الطب ظنية وهذا الاحتمال لا ينافيه

ترجمہ..... اور مناظرہ میں واجب امور میں سے یہ ہے کہ ہر کلام میں کلام کرے جو اس
 کے منصب میں سے ہو جیسے علم کلام میں کلام۔ پس واجب ہے کہ عقائد میں ایسے یقینیات
 سے کلام کرے جو مفید ہو۔ اس لیے کہ اعتقاد میں ظن کافی نہیں ہے۔ پس یقینی میں ظنی سے
 کلام نہ کرے دلیل قطعی اس کے معارض آئے جیسے قرآن ظن کے ملزوم سے جیسے
 قیاس۔ اس لیے کہ اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا اور نہ اس کے عکس میں کلام کرے یعنی ظن
 میں یقینی دلائل سے کلام نہ کرے اس میں دلیل ظنی سے کلام کرے اس لیے کہ وہ کسی
 احتمال کی وجہ سے مطلوب کو فائدہ نہیں دیتا کہ یہ ایسا ہو اس لیے کہ معلل کی غرض اس وقت
 اس شے سے ظن کو ثابت کرنا ہوگا اور دلیل میں غیر کا احتمال ہونا اس کے منافی نہیں ہے
 جیسا کہ جب طبیب کہے کہ سقمونیا صفر کے لئے مسهل ہے اس لیے کہ جب ہم نے اس
 میں تحقیق کی تو ہمیں کوئی ایسا فرد نہیں ملا جو مسهل نہ ہو۔ پس سائل کہے کہ جائز ہے کہ
 سقمونیا کے افراد میں سے کوئی فرد ایسا ہو جو غیر مسهل ہو لیکن تو نے تلاش کے دوران نہ پایا
 ہو اس قسم کے سوالات سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ طبیب کی غرض ظن کو ثابت
 کرنا ہے کہ وہ مسهل ہے اس لیے کہ طب کے تمام قاعدے ظنی ہیں اور یہ احتمال اس کے
 منافی نہیں ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں اس مسئلے پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ بحث میں اگر اعتقاد پر کلام ہو تو دلیل قطعی کی ضرورت پڑے گی اور اگر ظنیات ہو تو دلیل ظنی کی ضرورت پڑے گی مثلاً ایک آدمی اس بات کا قائل ہے کہ خنزیر کا گوشت حرام ہے چونکہ اس دعویٰ میں حرمت کا اعتقاد پایا جا رہا ہے اس لیے اب ایسی دلیل دینی پڑے گی جس سے حرمت ثابت ہوتی ہو اسی طرح ایک آدمی کسی کام کے استحباب کا دعویٰ کرے تو اسے ایسی دلیل دینی پڑے گی جس سے استحباب ثابت ہوتا ہو۔ دوسرا مسئلہ اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دلیل قطعی میں اگر احتمال پیدا کر دیا جائے تو وہ معطل کے حق میں مضرب نہیں ہے جیسا کہ عبارت میں سقمونیا کی مثال موجود ہے سقمونیا ایک دوا ہے جو ڈامر کی طرح ہوتی ہے اور یہ پہاڑوں کے اوپر چھے میں پائے جاتے ہیں۔

ثم ههنا امر رلابد لمناظر منها ذكرها فخر الدين رازي فلنعدها الاول انه يجب على المناظر ان يحتوز عن الاختصار في الكلام عند المناظرة كيلا يتخلل بالفهم والثاني ان يحتوز عن التطويل لتلايودي الى الاملال والثالث ان لا يستعمل الالفاظ الغريبة والرابع ان لا يستعمل الجمل المحتملة للمعنيين بلا قرينة للمراد والخامس ان يحتوز عما لا دخل له في المقصود يخرج الكلام عن الضبط ولتلا يلزم البعد عن المطلوب والسادس ان لا يضحك ولا يرفع الصوت ولا يتكلم كلام السفهاء عند المناظرة لانها من صفات الجهال ووظائفهم لانهم يسترون بها جهلهم والسابع ان يحتوز عن كان مهيا محترما اذ هيبة الخصم واحترامه ايما تنزيل دقة نظر وحدة ذهنه والثامن ان لا يحسب الخصم حقير التلا يصدر عنه بسبه كلام ضعيف وبذلك يغلب عليه الضعيف واقول مستعينا به تعالى انه ينبغي للمناظر ان لا يقصد اسكات الخصم في زمان قليل لانه قد يصدر بالسريعة مقدمات واهية توجب غلبة الخصم وان لا يجلس حين المناظرة متكيا جلسة الامراء بل جلسة الفقراء لان هذه مما يوجب اجتماع الذهن وخلوصه عن الانتشار وان لا يكون جائعا بكثرة الجوع

ولا عطشا بكثرة العطش لانهما يوجبان سرعة الغضب المنافية للمناظرة
ولا امتلياً كل الامتلاء ايضاً لانه يوجب جمود الطبيعة شعله القريحة

ترجمہ..... پھر اس جگہ ان امور کا بیان ہے جو مناظر کے لئے ضروری ہے کہ ان میں سے
کچھ کو امام فخر الدین رازی نے ذکر کیا۔ ہم اسے یہاں شمار کرتے ہیں۔

(۱) مناظر پر واجب ہے کہ مناظرہ کے وقت کلام میں اختصار سے بچے تاکہ فہم میں خلل نہ ہو۔

(۲) کلام کی تطویل سے احتراز کرے تاکہ طلال کی طرف نہ بڑھے۔

(۳) الفاظ غریبہ استعمال نہ کرے۔

(۴) ایسے جملوں کے استعمال سے گریز کرے جو کئی معانی کا احتمال رکھتے ہوں مراد ہی معنی پر کوئی
قرینہ معین نہ ہو۔

(۵) جو مقصود میں خلل ڈالے اس سے احتراز کرے تاکہ ضبط سے نہ نکل جائے تاکہ مطلوب سے
بعد لازم نہ آئے۔

(۶) نہ غصے نہ آواز بلند کرے اور نہ مناظرہ کے وقت بے وقوفوں کی طرح کلام کرے اس لیے کہ یہ
جہال کی صفات ہیں اور ان کا منصب ہے اس لیے کہ وہ اپنی جہالت اس سے چھپاتے ہیں۔

(۷) اس سے مناظرہ کرنے سے احتراز کرے جو مہیب یا محترم ہو جبکہ خصم کی ہیبت اور اس
کا احترام اس کے نظر کی دقاقت اور اس کی فطانت کو زائل کرتا ہو۔

(۸) خصم کو حقیر نہ سمجھے تاکہ اس سبب سے کلام ضعیف صادر نہ ہو جائے اور اس ضعیف کلام سے
خصم غالب آجائے۔

اور میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتا ہوں کہ.....

(۱) بے شک مناظر کو چاہئے کہ زمان قلیل میں خصم کو خاموش کرنے کی کوشش نہ کرے اس لیے
کہ سرعت کی وجہ سے مقدمات واہیہ صادر ہو سکتے ہیں جو خصم کے غلبہ کا سبب ہونگے۔

(۲) مناظرہ کے وقت امراء کی طرح ٹیک لگا کر نہ بیٹھے بلکہ فقراء کی طرح بیٹھے اس لیے کہ یہ ان
میں سے ہے جو ذہن کو مجتمع رکھتا ہے اور انتشار سے خالی ہے۔

(۳) نہ بہت زیادہ بھوکا ہو اور نہ بہت زیادہ پیاسا ہو اس لیے کہ یہ دونوں غصہ کی طرف جلد لے جاتے ہیں جو کہ مناظرہ کے منافی ہے۔

(۴) اور نہ بہت زیادہ پیٹ بھرا ہو۔ اسلئے کہ یہ طبیعت کو ست اور طبیعت کے شعلہ یعنی ذہانت کو بجھاتا ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں آٹھ امور امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اور چار امور مصنف کی طرف سے بیان کئے گئے ہیں ان بارہ امور سے مناظرہ میں بچنا از حد ضروری ہے اقوال مستعینا بہ سے مصنف نے اپنے چار امور کو بیان کیا ہے محشی نے مزید چھ امور بتائے ہیں۔

(۱) دوران مناظرہ غصہ نہ کرے۔ کیونکہ گفتگو کے درمیان غصہ کرنا جہلاء کا طریقہ ہے اور دوسرا نقصان یہ ہے کہ غصہ میں آکر مناظر اپنے دلائل کو بھی بھول جاتا ہے۔

(۲) مناظرہ کے دوران ادھر ادھر نہ دیکھے کیونکہ ایسے کرنے سے خصم کی باتوں کو صحیح طور پر نہیں سن سکے گا۔

(۳) دونوں مناظر مساوی جگہ پر بیٹھیں۔

(۴) دونوں مناظر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھیں۔

(۵) دوران مناظرہ اپنی آواز کو پست نہ کرے۔

(۶) مناظرہ میں بغیر غور و فکر کے کلام نہ کرے۔

یہ کل اٹھارہ امور ہوئے آٹھ امام رازی کی طرف سے، چار مصنف کی طرف اور چھ محشی کی طرف سے۔

خلاصہ کتاب

کتاب میں ایک مقدمہ، نو ابحاث اور ایک خاتمہ ہیں مقدمہ کتاب میں ان اصطلاحات کی تعریفات ہیں مناظرہ، موضوع، غرض و غایت، بحث کی تعریف مقدمہ کی تعریف، مجادلہ، مکابرہ، نقل، تصحیح نقل، مدعی، سائل، دعویٰ، تنبیہ، تعریف حقیقی، تعریف حقیقی بحسب الحقیقت تعریف بحسب

الاسم، دلیل، امارہ، تقریب، تعلیل، علت، منع، سند، نقض، شاہد، معارضہ کی تینوں قسمیں، توجیہ، غصب، اوساط، مقاطع، منادی۔

نوابجات میں یہ چیزیں ہیں:-

- ۱- بحث اول میں طریق بحث اور اس کی ترتیب۔
- ۲- بحث ثانی میں تعریفات میں پائے جانے والے دعاوی ضمیمہ۔
- ۳- بحث ثالث میں نقل اور دعویٰ پر منع وارد ہونے کی صورت۔
- ۴- بحث رابع میں مقدمہ معینہ پر ایک منع یا اس سے زیادہ منعیں وارد کرنا۔
- ۵- بحث خامس میں سند کا بیان۔
- ۶- بحث سادس میں نقض بغیر شاہد کے قابل مسموع نہیں ہے۔
- ۷- بحث سابع میں مدلول کی نفی۔ اس بحث میں ایک تہہ ہے جس میں نقض کی مزید پانچ صورتیں۔

۸- بحث ثامن میں مقدمہ معینہ کی دلیل پر نقض وارد کرنا۔

۹- بحث تاسع میں معلل جب مشکک یا مغالط ہو تو نقض یا معارضہ وارد کرنا اچھا نہیں ہے۔

اور بحث تاسع کے بعد نوابجات پر ایک تکملہ ہے جس میں اعتراض اور اس کا جواب دیا گیا ہے خاتمہ میں ان امور کا بیان ہے جس میں مناظرہ ممکن ہے اور آخر کتاب میں وصیت اور اس میں ان امور کا بیان ہے جن سے بچنا لازم ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ مولیٰ تبارک و تعالیٰ شرح ہذا کی محنت و کاوش کو ہمارے لیے ذریعہ نجات اور طلباء کے لئے معاذن بنائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم

۲۱ ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ

۱۵ اگست ۱۹۹۸ء

بروز ہفتہ بعد نماز ظہر

